تحقیق حدیث میں شیخ البانی اور حافظ زبیر علی زئی رحمہ اللہ کے معیارات کا تقابلی جائزہ

(تحقیقی مقالہ برائے ایم فل علوم اسلامیہ)

سیشن 2017-2019ء

مقالہ نگار

عبدالمنان

رول نمبر:PISO1171004

نگران مقالہ

ڈاکٹر شہزادہ عمران ایوب

اسسٹنٹ پروفیسر

شعبہ علوم اسلامیہ

دی یونیورسٹی آف لاہور، لاہور

بسم الله الرحمن الرحیم

حلف نامہ

میں حلفاً اقرار کرتا ہوں کہ یہ مقالہ میری ذاتی کاوش اور محنت کا ثمر ہے۔ میں نے اس سے پہلے "تحقیق حدیث میں شیخ البانی رحمہ اللہ اور حافظ زبیر علی زئی رحمہ اللہ کے معیارات کا تقابلی جائزہ" کے عنوان پر کسی بھی جامعہ میں کسی بھی ڈگری کے حصول کے لیے پیش نہیں کیا۔

مقالہ نگار

عبدالمنان

رجسٹریشن نمبر:PISO1171004

شعبہ علوم اسلامیہ

دی یونیورسٹی آف لاہور، لاہور

اجازت نامہ

طالب علم ''عبدالمنان'' (رجسٹریشن نمبر PISO1171004 سیشن 2017-2019) نے ایم۔فل علوم اسلامیہ کا مقالہ بعنوان ''تحقیق حدیث میں شیخ البانی اور حافظ زبیر علی زئی رحمہ اللہ کے معیارات کا تقابلی جائزہ'' میرے زیر نگرانی اور یونیورسٹی کے مقرر کردہ اصول وضوابط کے مطابق مکمل کیا ہے۔لہذا اس کو مقالہ جمع کرانے کی اجازت دی جاتی ہے۔

نگران مقالہ

ڈاکٹر شہزادہ عمران ایوب

اسسٹنٹ پروفیسر

شعبہ علوم اسلامیہ

دی یونیورسٹی آف لاہور، لاہور

توثیق نامہ

پروگرام: ایم۔فل علوم اسلامیہ

عنوان مقالہ: تحقیق حدیث میں شیخ البانی ؒ اور حافظ زبیر علی زئی ؒ کے معیارات کا تقابلی جائزہ

مقالہ نگار: عبدالمنان

رول نمبر: PISO1171004

سیشن: 2019-2017ء

تصدیق کی جاتی ہے کہ یہ تحقیقی وتقابلی مقالہ ایم۔فل کے سندی تقاضوں کی تکمیل کے طور پر ''دی یونیورسٹی آف لاہور'' کو پیش کیا گیا ہے۔

ہیڈ آف ڈیپارٹمنٹ

ڈاکٹر نصیر احمد اختر

شعبہ عربی وعلوم اسلامیہ

دی یونیورسٹی آف لاہور، لاہور

انتساب

محترم والدین اور معزز و مکرم اساتذہ کے نام

جن کی شفقت، تربیت، علمی رہنمائی اور پُرخلوص دعاؤں نے

مجھے اس مقام پر پہنچایا۔

اظہار تشکر

احسان مندی اور شکر گزاری انسان کے اعلیٰ اقدار کی عکاسی اور ارتقاء کی پہلی سیڑھی ہے۔ اسی لیے میں اولاً اس باری تعالیٰ کا شکریہ ادا کرتا ہوں کہ جس کی دی ہوئی ہمت وطاقت سے یہ علمی تحقیق پایۂ تکمیل کو پہنچ کر صحیفہ قرطاس بنی۔

من لم یشکر الناس لم یشکر اللہ کے تحت راقم ان تمام احباب کا مشکور ہے جنہوں نے مقالہ کی تیاری کے سلسلے میں کسی بھی طریقے سے تعاون کیا۔ بالخصوص میں اپنے نہایت مشفق استاد اور نگران مقالہ ہذا ڈاکٹر شہزادہ عمران ایوب اسسٹنٹ پروفیسر دی یونیورسٹی آف لاہور کا ممنون ہوں جنہوں نے اپنی گوں ناگوں مصروفیات کے باوجود میری قدم قدم پر رہنمائی فرمائی۔ اگر ان کی رہنمائی میسر نہ ہوتی تو شاید کبھی بھی تحقیقی میدان میں قدم نہ رکھ پاتا۔

ناسپاسی ہوگی اگر میں اپنے والد محترم الشیخ عنایت اللہ امین شیخ الحدیث جامعہ کمالیہ راجوال، شیخ ابن بشیر الحسینوی، ابو المحبوب سید انور شاہ راشدی پیر آف جھنڈہ، نیو سعید آباد سندھ اور حافظ محمد طاہر شارجہ کا شکریہ ادا نہ کروں جنہوں نے مقالہ کی تیاری میں کبھی بھی بخل سے کام نہیں لیا۔

علاوہ ازیں میں اپنے تمام بھائیوں اور کمپوزر حافظ محسن یوسف اور اس کے ساتھ ساتھ میں اپنی زوجہ محترمہ کا بھی شکر گزار ہوں جنہوں نے مقالہ کی تیاری میں میری ہر ممکن مدد کی۔

دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ احقر کی اس کاوش کو قبول فرمائے اور راقم سے دین اسلام کی مزید خدمت لے۔ (آمین)

مقالہ نگار

عبد المنان

مقدمہ

الحمدللہ ربّ العلمین والصلوۃ والسلام علی سید الانبیاء والمرسلین، امّا بعد:

اللہ ربّ العزت نے انسان کی تخلیق فرما کر اسے یونہی نہیں چھوڑا بلکہ اس کی رشد وہدایت کے لیے انبیاء کا سلسلہ جاری وساری فرمایا۔نبوت ورسالت کا یہ سلسلہ جناب آدم علیہ السلام سے شروع ہوا اور جناب محمد رسول اللہ ﷺ پر پایۂ تکمیل کو پہنچا۔اللہ تعالیٰ نے انسانیت کی ہدایت کے لیے قرآن مجید کو نازل فرما کر مستقل بنیادوں پر محفوظ کر دیا۔قرآن مجید کی توضیح وتشریح چونکہ احادیث مبارکہ ہیں۔اس لیے اللہ تعالیٰ نے حفاظت قرآن کے ساتھ ساتھ احادیث کی حفاظت کا بھی مناسب انتظام وانصرام فرمایا۔اس مقصد کے لیے اللہ تعالیٰ نے ہر دور میں محدثین کی ایک ایسی جماعت کو پیدا فرمایا جس نے ایسی سعی باثمرہ کی کہ دنیا میں کوئی بھی اپنا رطب ویابس احادیث کا حصہ نہ بنا سکا۔انہوں نے حدیث کی حفاظت کے ایسے اصول بنائے کہ جعلی روایات گھڑنے والوں کے تمام راستے مسدود ہو گئے۔اور انہی اصولوں کی روشنی میں ہمیں حدیث کا وہ سرمایہ ملا جن کو نبی ﷺ کی طرف حقیقتاً منسوب کیا جا سکتا ہے۔

یاد رہے کہ تحقیق حدیث کا یہ شعور عہد نبوی ﷺ اور عہد صحابہ کرام میں بھی موجود تھا۔عہد نبوی ﷺ میں اس کی بنیاد قرآن مجید نے ان الفاظ ﴿يَاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِنْ جَآءَ كُمْ فَاسِقٌۢ بِنَبَاٍ فَتَبَيَّنُوْٓا﴾[1] میں فراہم کی۔اس طرح پیغمبر اسلام ﷺ نے بھی اپنے ان لفاظ ((كفى بالمرء اثما ان يحدث بكل ماسمع))[2] کے ساتھ صحابہ کرام میں تحقیق حدیث کے شعور کو بیدار کیا۔یہی وجہ ہے کہ سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ سے بیان کردہ حدیث کو تحقیق وتصدیق کے بعد قبول کیا۔

عہد صحابہ میں بھی تحقیق حدیث کے چند اصول وقواعد موجود تھے مگر مرتب ومدون نہیں تھے۔بعد ازاں محدثین عظام نے اصول حدیث کو مرتب کیا۔جیسے جرح وتعدیل، علم اسماء الرجال اور مصطلح الحدیث کے ناموں سے موسوم کیا گیا۔

تحقیق واصول حدیث میں جن محدثین کرام نے خدمات پیش کیں ان میں سے چند ایک کے نام درج ذیل ہیں:

ربیع بن خثیم رحمہ اللہ (متوفی ۶۳ھ)، خطیب بغدادی رحمہ اللہ (متوفی ۴۶۳ھ)، ابن عساکر رحمہ اللہ (متوفی ۵۷۱ھ)، ابن جوزی رحمہ اللہ (متوفی ۵۹۷ھ)، ابن الصلاح رحمہ اللہ (متوفی ۶۴۳ھ)، امام صنعائی رحمہ اللہ (متوفی ۶۵۰ھ)، ابن دقیق العید رحمہ اللہ (متوفی

---

[1] الحجرات ۴۹:۶

[2] ابو داؤد، سلیمان بن اشعث سجستانی، سنن ابی داؤد، کتاب الادب، باب فی التشدید فی الکذب مکتبہ دار السلام لاہور، رقم الحدیث: ۴۹۹۲

۷۰۲ھ)، امام ذہبی رحمہ اللہ (متوفی ۷۴۸ھ)، امام ابن قیم رحمہ اللہ (متوفی ۷۵۱ھ)، امام ابن ملقن رحمہ اللہ (متوفی ۸۰۴ھ)، امام بلقینی رحمہ اللہ (متوفی ۸۰۷ھ)، ابو الحسن علی الحنبلی رحمہ اللہ (متوفی ۸۳۷ھ)، امام سخاوی رحمہ اللہ (متوفی ۹۰۲ھ)، امام جلال الدین سیوطی رحمہ اللہ (متوفی ۹۱۱ھ)، ابن عراق الکنانی رحمہ اللہ (متوفی ۹۶۳ھ)، علامہ عبدالحی الکھنوی رحمہ اللہ (متوفی ۱۳۰۴ھ)

دور حاضر میں شیخ البانی رحمہ اللہ اور حافظ زبیر علی زئی رحمہ اللہ نے بھی اسی میدان میں کافی خدمات سرانجام دی ہیں۔

موضوع کی ضرورت واہمیت

اللہ تعالیٰ نے انسان کی ہدایت کے لیے جہاں قرآن مجید کو مستقل بنیادوں پر محفوظ کیا وہاں ساتھ ساتھ احادیث کو بھی محدثین کے ذریعے محفوظ کروادیا۔ حفاظت حدیث کا یہ تسلسل عہد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم سے لے کر اب تک پوری آب وتاب سے جاری وساری ہے۔

دورِ حاضر میں اس عظیم کام کے لیے اللہ تعالیٰ نے دو عظیم محدثین (شیخ البانی رحمہ اللہ اور حافظ زبیر علی زئی رحمہ اللہ) کو پیدا کیا۔ جنہوں نے روایت ودرایت حدیث میں بہت شاندار کام کیے۔ اور ان کی تحقیقات عالم اسلام میں کافی مقبول ہوئیں۔ شیخ البانی رحمہ اللہ اور حافظ زبیر علی زئی رحمہ اللہ کے معیارات تحقیق کے حوالے سے کام کی ضرورت واہمیت کا اندازہ مندرجہ ذیل نکات کی روشنی میں بخوبی لگایا جاسکتا ہے۔

- اس وقت عالم عرب وبیشتر ممالک میں شیخ البانی رحمہ اللہ کی تحقیق کافی مقبول ہے۔
- برصغیر پاک وہند میں حافظ زبیر علی زئی رحمہ اللہ نے کی تحقیق کافی مشہور ہے۔
- دونوں کی تحقیق شدہ کتب برصغیر پاک وہند میں ہر مکتبہ کی زینت ہیں۔
- دونوں نے بعض مقامات پر اپنے اپنے تحقیقی اصولوں کی بنیاد پر ایک دوسرے سے علمی اختلاف کیا ہے۔ جس کو جاننا اور سمجھنا حدیث کے ابتدائی طالب علم کے لیے بہت ضروری ہے۔
- دونوں کے حامی اور مخالفین موجود ہیں۔ جو اپنے اپنے مقاصد کے لیے ان کی کتب سے استفادہ کرتے ہیں۔

ان امور کے پیش نظر بخوبی اندازہ ہوتا ہے کہ دونوں کی علمی وتحقیقی کاوشوں سے اس وقت تک صحیح مستفید نہیں ہوا جاسکتا جب تک تحقیق حدیث میں ان کے معیارات کو افراط وتفریط سے بالاتر ہو کر ایک منصفانہ اور غیر جانبدارانہ ترازو میں نہ تولا جائے۔ یہی وہ امور واسباب تھے جو میرے اس مقالہ کے انتخاب کا باعث بنے۔

سابقہ کام کا جائزہ:

راقم الحروف کے علم کے مطابق شیخ البانی رحمہ اللہ اور حافظ زبیر علی زئی رحمہ اللہ کے معیار تحقیق کے حوالے سے ضمنی اور تفصیلی ابحاث تو مل جاتی ہیں جیسے شیخ البانی رحمہ اللہ کے منہج اور سیرت سے متعلقہ کتب یہ ہیں:

❁ "حياة الألباني وآثاره وثناء العلماء عليه" یہ کتاب شیخ محمد بن ابراہیم الشیبانی کی کاوش ہے۔اس میں انہوں نے شیخ البانی رحمہ اللہ کے سوانح حیات ذکر کرنے کے ساتھ ساتھ ضمناً ان کی تالیفات، مسائل، فتاویٰ، تفردات، ردود اور تعقبات وغیرہ کا بھی ذکر کیا ہے۔

❁ "علماء ومفكرون عرفتهم" یہ محمد مجذوب کی تالیف ہے۔اس میں انہوں نے شیخ البانی رحمہ اللہ کے مختصر حالاتِ زندگی ذکر کیے ہیں اور شیخ البانی رحمہ اللہ سے کیے جانے والے سوالات اور ان کے جوابات نقل کیے ہیں۔

❁ "كوكبة من ائمة الهدى ومصابيح الدجى" یہ شیخ عاصم بن عبداللہ القریوتی کی تالیف ہے۔اس میں موصوف نے چھ معاصر علماء کے حالاتِ زندگی یکجا کیے ہیں جن میں سے ایک شیخ البانی رحمہ اللہ ہیں۔

❁ "اباحة التحلي بالذهب المحلق للنساء والرد على الالباني فى تحريمه" یہ کتاب شیخ اسماعیل بن محمد انصاری کی تالیف ہے۔دراصل یہ کتاب شیخ البانی رحمہ اللہ کے مؤقف "عورتوں پر صرف محلق سونا پہننا حرام ہے" کی تردید ہے۔

❁ "الاحاديث الضعيفة فى سلسلة الأحاديث الصحيحة" یہ کتاب رمضان محمود عیسیٰ کی تالیف ہے۔ یہ کتاب سلسلہ صحیحہ کی پہلی جلد پر نقد ہے۔اس میں انہوں نے سلسلہ صحیحہ میں موجود کچھ احادیث کو ضعیف ثابت کرنے کی کوشش کی ہے۔

❁ "تنبيه المسلم الى تعدى الألباني على صحيح مسلم" یہ کتاب محمود سعید ممدوح کی تالیف ہے۔اس کے عنوان سے ہی ظاہر ہے کہ اس میں شیخ البانی رحمہ اللہ پر تنقید کے حوالے سے مبالغہ سے کام لیا گیا ہے اور آپ کے لیے ایسے الفاظ استعمال کیے گئے ہیں جو کسی بھی محدث وعالم کے شایانِ شان نہیں۔

اسی طرح شیخ البانی رحمہ اللہ پر مختلف جامعات میں مقالہ جات بھی لکھے گئے ہیں جیسا کہ:

❁ جامعہ پنجاب سے ڈاکٹر شہزادہ عمران ایوب نے "سند ومتن کے نقد میں شیخ البانی رحمہ اللہ کا معیار تحقیق" کے عنوان پر ایم فل سطح کا مقالہ لکھا۔

❁ جامعۃ الاسلامیہ مدینہ منورہ سے عبدالرحمن بن صالح بن محمد نے "جهود الشيخ الباني فى الحديث دراية ورواية" کے موضوع پر ایم فل سطح کا مقالہ لکھا۔

اسی طرح حافظ زبیر علی زئی رحمہ اللہ کی سیرت اور منہج پر ایک مقالہ دی یونیورسٹی آف لاہور سے جواد آفتاب نے "نقد حدیث میں حافظ زبیر علی زئی رحمہ اللہ کا معیار تحقیق" کے عنوان سے ایک مقالہ تحریر کیا۔

اسی طرح دونوں شیوخ پر لکھے گئے چند مضامین درج ذیل رسائل اور جرائد میں شائع بھی ہوئے۔

❁ ماہنامہ الحدیث حضرو، اٹک

❁ ہفت روزہ الاعتصام، لاہور

- ہفت روزہ اہل حدیث، لاہور
- ماہنامہ محدث، لاہور
- ماہنامہ صراط مستقیم، برطانیہ

ان کے علاوہ درج ذیل ویب سائٹ پر بھی ان سے متعلقہ مواد موجود ہے۔

www.urdumajlis.net
www.kitabosunnat.com
www.alsharia.org
www.ircpk.com/ahl-e-hadees
www.alalbany.net
www.sahab.net
www.alrased.net
www.waqfya.net
www.misrsalaf.com

لیکن دونوں کے منہج کا تقابلی جائزہ کے عنوان سے کوئی جامع بحث نہیں تھی۔ لہٰذا ضرورت اس امر کی تھی کہ اس موضوع پر ایک تحقیقی ومفید تحریر قلمبند کر دی جائے۔ جس سے دونوں کے مابین علمی واصولی اختلاف کی نشاندہی ہو سکے گی۔

تحقیق کا دائرہ کار

یہ مقالہ چار ابواب میں تقسیم کیا گیا ہے اور ہر باب کے تحت دو دو فصلیں قائم کی گئی ہیں۔ پہلے باب میں شیخ البانی اور حافظ زبیر علی زئی رحمہ اللہ کے سوانح حیات وعلمی خدمات درج کی گئی ہیں دوسرے باب میں تحقیق حدیث میں شیخ البانی رحمہ اللہ اور حافظ زبیر علی زئی رحمہ اللہ کے معیاراتِ تحقیق کو بمع امثلہ ذکر کیا گیا ہے۔ تیسرے باب میں شیخ البانی رحمہ اللہ اور حافظ زبیر علی زئی رحمہ اللہ کے معیارات کا تقابلی جائزہ پیش کیا گیا ہے۔ اور چوتھے باب میں دونوں کے تفردات کو مقالے کی زینت بنایا گیا ہے۔ اس کے علاوہ خلاصہ بحث، اشاریہ، مصادر ومراجع اور ان دونوں کے مابین اختلافی اصولوں کو بھی مقالے کا حصہ بنا دیا گیا ہے۔

منہج تحقیق:

- میرا منہج تقابلی وتجزیاتی ہے۔
- حوالہ جات کے لیے شکاگو مینول سٹائل کو پیش نظر رکھا گیا ہے۔
- یونیورسٹی کے طے کردہ فارمیٹ کے مطابق مقالہ تیار کیا گیا ہے۔
- جس عبارت سے راقم الحروف نے استدلال کیا ہے اس کا حوالہ نقل کر دیا ہے البتہ نقل شدہ عبارات میں جو حوالہ جات مذکور ہیں انہیں من وعن نقل کرنے پر اکتفاء کیا ہے۔

اس تقابلی مقالہ کی ترتیب وتحریر میں اس بات کی بھرپور کوشش کی گئی ہے کہ اس میں کسی قسم کی کوئی غلطی یا کوتاہی باقی نہ رہے۔
لیکن بتقاضائے بشریت اگر اس میں کوئی سقم ہو تو اس کی اصلاح کرتے ہوئے درگزر فرمائیں۔

مقالہ نگار

عبدالمنان

ایم۔فل (علوم اسلامیہ)

یونیورسٹی آف لاہور، لاہور

انتساب

محترم والدین اور معزز و مکرم اساتذہ کے نام

جن کی شفقت، تربیت، علمی رہنمائی اور پُرخلوص دعاؤں نے
مجھے اس مقام پر پہنچایا۔

اظہار تشکر

احسان مندی اور شکر گزاری انسان کے اعلیٰ اقدار کی عکاسی اور ارتقاء کی پہلی سیڑھی ہے۔ اسی لیے میں اولاً اس باری تعالیٰ کا شکریہ ادا کرتا ہوں کہ جس کی دی ہوئی ہمت و طاقت سے یہ علمی تحقیق پایۂ تکمیل کو پہنچ کر صحیفہ قرطاس بنی۔

من لم یشکر الناس لم یشکر اللہ کے تحت راقم ان تمام احباب کا مشکور ہے جنہوں نے مقالہ کی تیاری کے سلسلے میں کسی بھی طریقے سے تعاون کیا۔ بالخصوص میں اپنے نہایت مشفق استاد اور نگران مقالہ ہذا ڈاکٹر شہزادہ عمران ایوب اسسٹنٹ پروفیسر دی یونیورسٹی آف لاہور کا ممنون ہوں جنہوں نے اپنی گوں ناگوں مصروفیات کے باوجود میری قدم قدم پر رہنمائی فرمائی۔ اگر ان کی رہنمائی میسر نہ ہوتی تو شاید کبھی بھی تحقیقی میدان میں قدم نہ رکھ پاتا۔

ناسپاسی ہوگی اگر میں اپنے والد محترم الشیخ عنایت اللہ امین شیخ الحدیث جامعہ کمالیہ راجوال، شیخ ابن بشیر الحسینوی، ابوالمحبوب سید انور شاہ راشدی پیر آف جھنڈہ، نیوسعید آباد سندھ اور حافظ محمد طاہر شارجہ کا شکریہ ادا نہ کروں جنہوں نے مقالہ کی تیاری میں کبھی بھی بخل سے کام نہیں لیا۔

علاوہ ازیں میں اپنے تمام بھائیوں اور کمپوزر حافظ محسن یوسف اور اس کے ساتھ ساتھ میں اپنی زوجہ محترمہ کا بھی شکر گزار ہوں جنہوں نے مقالہ کی تیاری میں میری ہر ممکن مدد کی۔

دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ احقر کی اس کاوش کو قبول فرمائے اور راقم سے دین اسلام کی مزید خدمت لے۔ (آمین)

مقالہ نگار

عبدالمنان

مقدمہ

الحمدللہ ربّ العلمین والصلوۃ والسلام علی سید الانبیاء والمرسلین، امّا بعد:

اللہ ربّ العزت نے انسان کی تخلیق فرما کر اسے یونہی نہیں چھوڑا بلکہ اس کی رشد و ہدایت کے لیے انبیاء کا سلسلہ جاری و ساری فرمایا۔ نبوت و رسالت کا یہ سلسلہ جناب آدم علیہ السلام سے شروع ہوا اور جناب محمد رسول اللہ ﷺ پر پایۂ تکمیل کو پہنچا۔ اللہ تعالیٰ نے انسانیت کی ہدایت کے لیے قرآن مجید کو نازل فرما کر مستقل بنیادوں پر محفوظ کر دیا۔ قرآن مجید کی توضیح و تشریح چونکہ احادیث مبارکہ ہیں۔ اس لیے اللہ تعالیٰ نے حفاظت قرآن کے ساتھ ساتھ احادیث کی حفاظت کا بھی مناسب انتظام و انصرام فرمایا۔ اس مقصد کے لیے اللہ تعالیٰ نے ہر دور میں محدثین کی ایک ایسی جماعت کو پیدا فرمایا جس نے ایسی سعی باثمرہ کی کہ دنیا میں کوئی بھی اپنا رطب و یابس احادیث کا حصہ نہ بنا سکا۔ انہوں نے حدیث کی حفاظت کے ایسے اصول بنائے کہ جعلی روایات گھڑنے والوں کے تمام راستے مسدود ہو گئے۔ اور انہی اصولوں کی روشنی میں ہمیں حدیث کا وہ سرمایہ ملا جن کو نبی ﷺ کی طرف حقیقتاً منسوب کیا جا سکتا ہے۔

یاد رہے کہ تحقیق حدیث کا یہ شعور عہد نبوی ﷺ اور عہد صحابہ کرام میں بھی موجود تھا۔ عہد نبوی ﷺ میں اس کی بنیاد قرآن مجید نے ان الفاظ ﴿يَآيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِنْ جَآءَ كُمْ فَاسِقٌۢ بِنَبَاٍ فَتَبَيَّنُوْٓا﴾[1] میں فراہم کی۔ اس طرح پیغمبر اسلام ﷺ نے بھی اپنے ان لفاظ ((كفى بالمرء اثما ان يحدث بكل ما سمع))[2] کے ساتھ صحابہ کرام میں تحقیق حدیث کے شعور کو بیدار کیا۔ یہی وجہ ہے کہ سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ سے بیان کردہ حدیث کو تحقیق و تصدیق کے بعد قبول کیا۔

عہد صحابہ میں بھی تحقیق حدیث کے چند اصول و قواعد موجود تھے مگر مرتب و مدون نہیں تھے۔ بعد ازاں محدثین عظام نے اصول حدیث کو مرتب کیا۔ جیسے جرح و تعدیل، علم اسماء الرجال اور مصطلح الحدیث کے ناموں سے موسوم کیا گیا۔

تحقیق و اصول حدیث میں جن محدثین کرام نے خدمات پیش کیں ان میں سے چند ایک کے نام درج ذیل ہیں:

ربیع بن خثیم رحمہ اللہ (متوفی ۶۳ھ)، خطیب بغدادی رحمہ اللہ (متوفی ۴۶۳ھ)، ابن عساکر رحمہ اللہ (متوفی ۵۷۱ھ)، ابن جوزی رحمہ اللہ (متوفی ۵۹۷ھ)، ابن الصلاح رحمہ اللہ (متوفی ۶۴۳ھ)، امام صنعائی رحمہ اللہ (متوفی ۶۵۰ھ)، ابن دقیق العید رحمہ اللہ (متوفی

---

[1] الحجرات ۴۹:۶

[2] ابو داؤد، سلیمان بن اشعث سجستانی، سنن ابی داؤد، کتاب الادب، باب فی التشدید فی الکذب مکتبہ دار السلام لاهور، رقم الحدیث: ۴۹۹۲

۷۰۲ھ)، امام ذہبی رحمہ اللہ(متوفی ۷۴۸ھ)، امام ابن قیم رحمہ اللہ(متوفی ۷۵۱ھ)، امام ابن ملقن رحمہ اللہ(متوفی ۸۰۴ھ)، امام بلقینی رحمہ اللہ(متوفی ۸۰۷ھ)، ابو الحسن علی الحنبلی رحمہ اللہ(متوفی ۸۳۷ھ)، امام سخاوی رحمہ اللہ(متوفی ۹۰۲ھ)، امام جلال الدین سیوطی رحمہ اللہ(متوفی ۹۱۱ھ)، ابن عراق الکنانی رحمہ اللہ(متوفی ۹۶۳ھ)، علامہ عبدالحی الکھنوی رحمہ اللہ(متوفی ۱۳۰۴ھ)

دور حاضر میں شیخ البانی رحمہ اللہ اور حافظ زبیر علی زئی رحمہ اللہ نے بھی اسی میدان میں کافی خدمات سرانجام دی ہیں۔

موضوع کی ضرورت واہمیت

اللہ تعالیٰ نے انسان کی ہدایت کے لیے جہاں قرآن مجید کو مستقل بنیادوں پر محفوظ کیا وہاں ساتھ ساتھ احادیث کو بھی محدثین کے ذریعے محفوظ کروادیا۔ حفاظت حدیث کا یہ تسلسل عہد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم سے لے کر اب تک پوری آب وتاب سے جاری وساری ہے۔

دورِ حاضر میں اس عظیم کام کے لیے اللہ تعالیٰ نے دو عظیم محدثین (شیخ البانی رحمہ اللہ اور حافظ زبیر علی زئی رحمہ اللہ) کو پیدا کیا۔ جنہوں نے روایت ودرایت حدیث میں بہت شاندار کام کیے۔ اوران کی تحقیقات عالم اسلام میں کافی مقبول ہوئیں۔ شیخ البانی رحمہ اللہ اور حافظ زبیر علی زئی رحمہ اللہ کے معیارات تحقیق کے حوالے سے کام کی ضرورت واہمیت کا اندازہ مندرجہ ذیل نکات کی روشنی میں بخوبی لگایا جاسکتا ہے۔

- اس وقت عالم عرب وبیشتر ممالک میں شیخ البانی رحمہ اللہ کی تحقیق کافی مقبول ہے۔
- برصغیر پاک وہند میں حافظ زبیر علی زئی رحمہ اللہ نے کی تحقیق کافی مشہور ہے۔
- دونوں کی تحقیق شدہ کتب برصغیر پاک وہند میں ہر مکتبہ کی زینت ہیں۔
- دونوں نے بعض مقامات پر اپنے اپنے تحقیقی اصولوں کی بنیاد پر ایک دوسرے سے علمی اختلاف کیا ہے۔ جس کو جاننا اور سمجھنا حدیث کے ابتدائی طالب علم کے لیے بہت ضروری ہے۔
- دونوں کے حامی اور مخالفین موجود ہیں۔ جو اپنے اپنے مقاصد کے لیے ان کی کتب سے استفادہ کرتے ہیں۔

ان امور کے پیش نظر بخوبی اندازہ ہوتا ہے کہ دونوں کی علمی وتحقیقی کاوشوں سے اس وقت تک صحیح مستفید نہیں ہوا جاسکتا جب تک تحقیق حدیث میں ان کے معیارات کو افراط وتفریط سے بالاتر ہو کر ایک منصفانہ اور غیر جانبدارانہ ترازو میں نہ تولا جائے۔ یہی وہ امور واسباب تھے جو میرے اس مقالہ کے انتخاب کا باعث بنے۔

سابقہ کام کا جائزہ:

راقم الحروف کے علم کے مطابق شیخ البانی رحمہ اللہ اور حافظ زبیر علی زئی رحمہ اللہ کے معیار تحقیق کے حوالے سے ضمنی اور تفصیلی ابحاث تو مل جاتی ہیں جیسے شیخ البانی رحمہ اللہ کے منہج اور سیرت سے متعلقہ کتب یہ ہیں:

❁ "حياة الألباني وآثاره وثناء العلماء عليه" یہ کتاب شیخ محمد بن ابراہیم الشیبانی کی کاوش ہے۔اس میں انہوں نے شیخ البانی رحمہ اللہ کے سوانح حیات ذکر کرنے کے ساتھ ساتھ ضمناً ان کی تالیفات، مسائل، فتاویٰ، تفردات، ردود اور تعقبات وغیرہ کا بھی ذکر کیا ہے۔

❁ "علماء ومفكرون عرفتهم" یہ محمد مجذوب کی تالیف ہے۔اس میں انہوں نے شیخ البانی رحمہ اللہ کے مختصر حالاتِ زندگی ذکر کیے ہیں اور شیخ البانی رحمہ اللہ سے کیے جانے والے سوالات اور ان کے جوابات نقل کیے ہیں۔

❁ "كوكبة من ائمة الهدى ومصابيح الدجى" یہ شیخ عاصم بن عبداللہ القریوتی کی تالیف ہے۔اس میں موصوف نے چھ معاصر علماء کے حالاتِ زندگی یکجا کیے ہیں جن میں سے ایک شیخ البانی رحمہ اللہ ہیں۔

❁ "اباحة التحلى بالذهب المحلق للنساء والرد على الالبانى فى تحريمه" یہ کتاب شیخ اسماعیل بن محمد انصاری کی تالیف ہے۔دراصل یہ کتاب شیخ البانی رحمہ اللہ کے مؤقف ''عورتوں پر صرف محلق سونا پہننا حرام ہے'' کی تردید ہے۔

❁ "الاحاديث الضعيفة فى سلسلة الأحاديث الصحيحة" یہ کتاب رمضان محمود عیسیٰ کی تالیف ہے۔یہ کتاب سلسلہ صحیحہ کی پہلی جلد پر نقد ہے۔اس میں انہوں نے سلسلہ صحیحہ میں موجود کچھ احادیث کو ضعیف ثابت کرنے کی کوشش کی ہے۔

❁ "تنبيه المسلم الى تعدى الألبانى على صحيح مسلم" یہ کتاب محمود سعید ممدوح کی تالیف ہے۔اس کے عنوان سے ہی ظاہر ہے کہ اس میں شیخ البانی رحمہ اللہ پر تنقید کے حوالے سے مبالغہ سے کام لیا گیا ہے اور آپ کے لیے ایسے الفاظ استعمال کیے گئے ہیں جو کسی بھی محدث وعالم کے شایانِ شان نہیں۔

اسی طرح شیخ البانی رحمہ اللہ پر مختلف جامعات میں مقالہ جات بھی لکھے گئے ہیں جیسا کہ:

❁ جامعہ پنجاب سے ڈاکٹر شہزادہ عمران ایوب نے ''سند ومتن کے نقد میں شیخ البانی رحمہ اللہ کا معیارِ تحقیق'' کے عنوان پر ایم فل سطح کا مقالہ لکھا۔

❁ جامعۃ الاسلامیہ مدینہ منورہ سے عبدالرحمن بن صالح بن محمد نے ''جهود الشيخ الباني في الحديث دراية ورواية'' کے موضوع پر ایم فل سطح کا مقالہ لکھا۔

اسی طرح حافظ زبیر علی زئی رحمہ اللہ کی سیرت اور منہج پر ایک مقالہ دی یونیورسٹی آف لاہور سے جواد آفتاب نے ''نقد حدیث میں حافظ زبیر علی زئی رحمہ اللہ کا معیارِ تحقیق'' کے عنوان سے ایک مقالہ تحریر کیا۔

اسی طرح دونوں شیوخ پر لکھے گئے چند مضامین درج ذیل رسائل اور جرائد میں شائع بھی ہوئے۔

❁ ماہنامہ الحدیث حضرو، اٹک

❁ ہفت روزہ الاعتصام، لاہور

- ہفت روزہ اہل حدیث، لاہور
- ماہنامہ محدث، لاہور
- ماہنامہ صراط مستقیم، برطانیہ

ان کے علاوہ درج ذیل ویب سائٹ پر بھی ان سے متعلقہ مواد موجود ہے۔

www.urdumajlis.net
www.kitabosunnat.com
www.alsharia.org
www.ircpk.com/ahl-e-hadees
www.alalbany.net
www.sahab.net
www.alrased.net
www.waqfya.net
www.misrsalaf.com

لیکن دونوں کے منہج کا تقابلی جائزہ کے عنوان سے کوئی جامع بحث نہیں تھی۔ لہٰذا ضرورت اس امر کی تھی کہ اس موضوع پر ایک تحقیقی ومفید تحریر قلمبند کردی جائے۔ جس سے دونوں کے مابین علمی واصولی اختلاف کی نشاندہی ہوسکے گی۔

تحقیق کا دائرہ کار

یہ مقالہ چار ابواب میں تقسیم کیا گیا ہے اور ہر باب کے تحت دو دو فصلیں قائم کی گئی ہیں۔ پہلے باب میں شیخ البانی اور حافظ زبیر علی زئی رحمہ اللہ کے سوانح حیات وعلمی خدمات درج کی گئی ہیں دوسرے باب میں تحقیق حدیث میں شیخ البانی رحمہ اللہ اور حافظ زبیر علی زئی رحمہ اللہ کے معیاراتِ تحقیق کو بمع امثلہ ذکر کیا گیا ہے۔ تیسرے باب میں شیخ البانی رحمہ اللہ اور حافظ زبیر علی زئی رحمہ اللہ کے معیارات کا تقابلی جائزہ پیش کیا گیا ہے۔ اور چوتھے باب میں دونوں کے تفردات کو مقالے کی زینت بنایا گیا ہے۔ اس کے علاوہ خلاصہ بحث، اشاریہ، مصادر ومراجع اور ان دونوں کے مابین اختلافی اصولوں کو بھی مقالے کا حصہ بنادیا گیا ہے۔

منہج تحقیق:

- میرا منہج تقابلی وتجزیاتی ہے۔
- حوالہ جات کے لیے شکا گو مینول سٹائل کو پیش نظر رکھا گیا ہے۔
- یونیورسٹی کے طے کردہ فارمیٹ کے مطابق مقالہ تیار کیا گیا ہے۔
- جس عبارت سے راقم الحروف نے استدلال کیا ہے اس کا حوالہ نقل کردیا ہے البتہ نقل شدہ عبارات میں جو حوالہ جات مذکور ہیں انہیں من وعن نقل کرنے پر اکتفاء کیا ہے۔

اس تقابلی مقالہ کی ترتیب وتحریر میں اس بات کی بھرپور کوشش کی گئی ہے کہ اس میں کسی قسم کی کوئی غلطی یا کوتاہی باقی نہ رہے۔ لیکن بتقاضائے بشریت اگر اس میں کوئی سقم ہو تو اس کی اصلاح کرتے ہوئے درگزر فرمائیں۔

مقالہ نگار

عبدالمنان

ایم۔فل (علوم اسلامیہ)

یونیورسٹی آف لاہور، لاہور

فہرست مضامین

باب اوّل

شیخ البانی رحمہ اللہ اور حافظ زبیر علی زئی رحمہ اللہ کے سوانح حیات اور علمی خدمات

باب دوم

تحقیق حدیث میں شیخ البانی ؒ اور حافظ زبیر علی زئی ؒ کے معیارات

باب سوم

شیخ البانی رحمہ اللہ وحافظ زبیر علی زئی رحمہ اللہ کے معیارات کا تقابلی جائزہ

باب چہارم
شیخ البانی رحمہ اللہ و حافظ زبیر علی زئی رحمہ اللہ کے تفردات

فہرست مضامین

باب اوّل: شیخ البانی رحمہ اللہ اور حافظ زبیر علی زئی رحمہ اللہ کے سوانح حیات اور علمی خدمات

باب سوم: شیخ البانی رحمہ اللہ اور حافظ زبیر علی زئی رحمہ اللہ کے معیارات کا تقابلی جائزہ

باب چہارم: شیخ البانی رحمہ اللہ اور حافظ زبیر علی زئی رحمہ اللہ کے تفردات

بابِ اوّل

شیخ البانی رحمہ اللہ اور حافظ زبیر علی زئی رحمہ اللہ کے سوانح حیات اور علمی خدمات

پہلی فصل

شیخ البانی رحمۃ اللہ علیہ کے سوانح حیات اور علمی خدمات

دوسری فصل

حافظ زبیر علی زئی رحمۃ اللہ علیہ کے سوانح حیات اور علمی خدمات

باب دوم

تحقیق حدیث میں شیخ البانی رحمۃ اللہ علیہ اور حافظ زبیر علی زئی رحمۃ اللہ علیہ کے معیارات

پہلی فصل

تحقیق حدیث میں شیخ البانی رحمۃ اللہ علیہ کا منہج

دوسری فصل

تحقیق حدیث میں حافظ زبیر علی زئی رحمۃ اللہ علیہ کا منہج

باب سوم

شیخ البانی رحمۃ اللہ علیہ و حافظ زبیر علی زئی رحمۃ اللہ علیہ کے معیارات کا تقابلی جائزہ

پہلی فصل

شیخ البانی رحمۃ اللہ علیہ اور حافظ زبیر علی زئی رحمۃ اللہ علیہ کے اتفاقی اصول

دوسری فصل

شیخ البانی رحمۃ اللہ علیہ اور حافظ زبیر علی زئی رحمۃ اللہ علیہ کے اختلافی اصول

باب چہارم

شیخ البانی رحمۃ اللہ علیہ و حافظ زبیر علی زئی رحمۃ اللہ علیہ کے تفردات

پہلی فصل

شیخ البانی رحمۃ اللہ علیہ کے تفردات

دوسری فصل

حافظ زبیر علی زئی رحمۃ اللہ علیہ کے تفردات

فہارس

بابِ اوّل

شیخ البانی رحمۃ اللہ علیہ اور حافظ زبیر علی زئی رحمۃ اللہ علیہ کے سوانح حیات اور علمی خدمات

پہلی فصل

شیخ البانی رحمۃ اللہ علیہ کے سوانح حیات اور علمی خدمات

دوسری فصل

حافظ زبیر علی زئی رحمۃ اللہ علیہ کے سوانح حیات اور علمی خدمات

فصل اول

شیخ البانی رحمہ اللہ کے سوانح حیات اور علمی خدمات

یہ مقالہ چونکہ شیخ البانی رحمہ اللہ کے معیار تحقیق سے متعلق ہے۔ اس لئے ابتداء میں شیخ کے حالات زندگی اور علمی خدمات کو مختصراً بیان کرنا مناسب معلوم ہوتا ہے۔ علامہ ناصر الدین البانی کا شمار ان عظیم المرتبت شخصیات میں ہوتا ہے جنہوں نے علم حدیث کی تاریخ کے دھارے کا رخ بدل دیا۔ شیخ البانی رحمہ اللہ نے اپنی خدماتِ حدیث کی وجہ سے امت میں احادیث کی جانچ پڑتال کا شعور زندہ کیا۔ آپ امت مسلمہ میں اس اسلوب کے موجد نہیں بلکہ مجدد تھے۔ بارہ سو سال بعد شیخ البانی رحمہ اللہ نے حدیث رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر ایک ایسا دقیع کام سرانجام دیا کہ حدیث نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں کھوٹے اور کھرے کی شناخت کرنا آسان ہوگئی۔

لیکن یہ بات ذہن میں رکھیں کہ شیخ رحمہ اللہ اپنی علمی مشغولیت و مصروفیت کی بنا پر خود تو اپنے سوانح حیات نہ لکھ پائے۔ البتہ آپ کے بعض تلامذہ نے یہ کام سرانجام دیا جیسے:

❁......(شیخ مجذوب، شیخ علی خشان اور شیخ محمد عید عباسی وغیرہم) نے "موجزة عن حياة الشيخ ناصر الدين" کے عنوان سے ایک رسالہ ترتیب دیا ہے۔

❁......شیخ محمد بن ابراہیم شیبانی نے "حياة الألباني وآثاره وثناء العلماء عليه" کے نام سے ایک مقالہ تحریر کیا۔ جو ۹۲۹ صفحات پر مشتمل ہے اور ۱۴۰۷ھ میں الدار السّلفیہ (کویت) سے شائع ہوا۔

❁......عبدالرحمان بن محمد بن صالح العزیزی نے "جهود الشيخ الالبانی فی الحديث دراية ورواية" کے نام سے جامع صنعاء میں ایک تحقیقی مقالہ لکھا۔

❁......عاصم بن عبداللہ القریوطی نے چھ مختلف کبار علماء کے حالات لکھے۔ جن میں شیخ البانی رحمہ اللہ بھی شامل ہیں۔ ان کی اس کاوش کو "كوكبة من آئمة الهدىٰ ومصابيح الدجى" کے نام سے کتابی شکل میں شائع کیا جا چکا ہے۔

❁......اس کے علاوہ مختلف رسائل و جرائد، مقالہ جات، مختلف کتب کے مقدمات اور مختلف اسلامی ویب سائٹس پر بھی شیخ کے سوانح حیات اور علمی خدمات موجود ہیں۔ جن کی تفصیل اس فصل کے آخر میں دیکھی جا سکتی ہے۔

شیخ کے مختصر حالات زندگی اور علمی خدمات درج ذیل ہیں۔

نام ومولد

علامہ البانی رحمہ اللہ کا مکمل نام "محمد ناصر الدین البانی بن نوح بن آدم بن نجاتی الالبانی" ہے۔ آپ ۱۹۱۴ء میں البانیہ کے دارالحکومت "اشقورہ" میں پیدا ہوئے۔ [1]

---

[1] القریوتی، عاصم بن عبداللہ، كوكبة من آئمة الهدى ومصابيح الدجىٰ۔ ناشر: دار السلام، ریاض۔ ص: ۱۸۸، ۱۸۷

البانیہ سے ہجرت

علامہ البانی کے والد محترم ''نوح کائی'' ایک عالم دین تھے۔ یہ اپنی علمیت اور عملیت کی وجہ سے لوگوں میں بے حد مقبول اور حد درجہ عزت کی نگاہ سے دیکھے جاتے تھے۔آپ کو دین اسلام سے بے پناہ محبت تھی ۔ جب البانیہ کی زمام اختیار ملک احمد زوغو کے ہاتھ آئی۔تو پھر وہاں لادینیت اور بے راہ روی سر اٹھانے لگی۔اس نے عوام پر خود ساختہ مغربی قوانین نافذ کرنا شروع کر دیئے۔حجاب کے سلسلے میں عورتوں کو پریشان کیا جانے لگا۔تو ان حالات میں شیخ کے والد محترم نے شام بالخصوص دمشق کی طرف ہجرت کرنے کا فیصلہ کیا۔ کیونکہ آپ عالم دین ہونے کی وجہ سے شام اور خاص طور سے دمشق کی فضیلت کے بارے میں وارد احادیث کا مطالعہ کر چکے تھے۔اسی لئے آپ نے اپنے گھرانے کا دینی تشخص برقرار رکھنے کے لئے البانیہ کوالوداع کہااور شام کے دارالخلافہ دمشق میں جا کر بسیرا کیا۔[1] ہجرت کے وقت شیخ البانی کی عمر ۹ سال تھی اور عربی زبان بالکل نہیں جانتے تھے۔[2]

ابتدائی تعلیم

شیخ کو دینی ماحول چونکہ وراثت میں ملا تھا۔اس لیے آپ ابتدائی عمر میں ہی دینی علوم کی طرف راغب ہوئے۔دمشق جانے بعد شیخ نے ایک پرائیویٹ مدرسہ "جمعیۃ الاسعاف الخیریۃ الابتدائیۃ" میں داخلہ لے لیااور تعلیم شروع کر دی۔ پرائمری کا ٦ سالہ کورس آپ نے ۴ سال میں ہی مکمل کر کے سرٹیفکیٹ لے لیا۔عربی زبان کی محبت کی وجہ سے شامی ساتھیوں پر عربی وغیرہ کے مضامین میں ہمیشہ ممتاز رہتے۔شیخ ؒعلیہ خود فرماتے ہیں۔"نحو کے استاذ کوئی جملہ یا شعر بلیک بورڈ پر لکھ کر طلبہ سے اس کی ترکیب پوچھتے مگر جب وہ نہ جواب دے پاتے تو مجھے اٹھا کر کہتے:

> ''کہ اے ارناؤطی[3] تم اس جملے کے بارے میں کیا کہتے ہو؟ اور جب میں صحیح جواب دے دیتا۔تو وہ شامی عرب طلبہ کو کوستے کہ تم عرب ہو کر جواب دینے سے قاصر ہو اور یہ ارناؤطی ہو کر صحیح جواب دے گیا۔''[4]

ایک دفعہ مذکورہ مدرسہ کو آگ لگ گئی جس کی وجہ سے مدرسہ کی تعلیمی سرگرمیاں تعطیل کا شکار ہو گئیں ۔ چنانچہ آپ نے اس مدرسے کو الوداع کہہ کر ''سوق ساروجہ'' کے ایک مدرسہ میں داخلہ لے لیا۔مگر مدارس کے مروجہ تعلیمی نظام سے آپ کے والد محترم مطمئن نہیں تھے۔انہوں نے اپنے بیٹے کی تعلیم کے لئے خود ہی ایک نصاب مرتب کیا۔ جو صرف،نحو،قرآن، تجوید اور فقہ حنفی پر مشتمل تھا۔ چنانچہ آپ نے اپنے والد سے قرآن و تجوید کے ساتھ،فقہ حنفی اور علم نحو و صرف کی ابتدائی تعلیم حاصل کی۔[5]

شیخ نے علوم دینیہ کی تعلیم اپنے والد کے رفقاء سے بھی حاصل کی۔جیسے الشیخ سعید برہانی سے آپ نے ''مراقی الفلاح'' اور علوم

---

[1] الشیبانی، محمد بن ابراهیم، حیاة الالبانی وآثاره وثناء العلماء علیه۔ناشر: مکتبه السداوی، قاهره، ص: ۴۴

[2] www.saaid.net/Doat/ehsan/4.htm.

[3] سربیا، بوسنیا اور البانیا وغیرہ سے ہجرت کر کے بلاد عربیہ میں آنے والوں کو ارناؤطی کہا جاتا تھا۔

[4] حیاة الالبانی للشیبانی، ص: ۴۵

[5] حیاة الالبانی للشیبانی، ص: ۴۵

بلاغت کی بعض جدید کتب پڑھیں۔ اسی طرح آپ نے اپنے زمانہ کے مشہور مؤرخ علامہ شیخ راغب طباخ رحمہ اللہ سے ان کی جمیع مرویات کی "اجازة فی الحدیث" حاصل کی۔ آپ کی علمی قابلیت کو دیکھ کر بعض علماء نے آپ کو اجازت سند بھی عطاء کی جیسے: علامہ راغب رحمہ اللہ نے آپ کو اپنی کتاب "الأنوار الجلية في مختصر الأثبات الحلبية" کی اجازة سند عطاء فرمائی۔[1]

ابتدائی ذریعہ معاش

آپ نے علم کو ذریعہ معاش نہیں بنایا۔ ابتدائی عمر میں ہی پڑھنے کے ساتھ ساتھ اپنے ماموں اسماعیل سے کارپینٹر (بڑھئی) کا کام سیکھتے تھے لیکن بعد ازاں آپ نے بڑھئی کے کام کو چھوڑ کر اپنے والد سے گھڑی سازی کا کام سیکھ لیا۔ اور پھر یہ کام عمر بھر ان کا ذاتی پیشہ اور کمائی کا ذریعہ رہا۔ ابتدائی دنوں میں آپ یہ کام زور و شور سے کرتے رہے مگر بعد میں علم حدیث میں شغف کی وجہ سے اس کام کو تین گھنٹوں تک محدود کر دیا۔ آپ کو علم حدیث سے لگاؤ اس قدر تھا کہ جمعہ اور منگل کو دوکان سے مکمل چھٹی کر کے اور ان دنوں کو بھی حصول علم حدیث میں صرف کرتے تھے۔[2]

علم حدیث کا شوق

شیخ رحمہ اللہ نے مذہبی ماحول میں آنکھیں کھولیں۔ کیونکہ ان کے والد صاحب حنفی مذہب میں مرجع کی حیثیت رکھتے تھے۔ گھر میں پڑھنے لکھنے کا ماحول ہونے کی وجہ سے آپ کو دینی کتب کے مطالعہ کا بہت شوق تھا۔ جب آپ اپنے والد صاحب کے پاس بڑھئی کا کام کرتے تھے تو ساتھ ساتھ علمی دروس کے حلقوں میں بھی شریک ہو جایا کرتے تھے۔ ایک بار آپ نے اموی مسجد کے مغربی دروازے کے سامنے ایک مصری بزرگ کا چھوٹا سا کتب گھر دیکھا۔ جہاں سے پرانی کتب با آسانی مل جاتی تھیں۔ تو آپ عموماً اس مکتبہ سے کتب وناول کرائے پر لے کر پڑھتے تھے۔ بیس سال کی عمر میں آپ نے اس بوڑھے مصری کے پاس شیخ محمد رشید رضا کا مجلہ "المنار" دیکھا۔ جو ایک تحقیقی و علمی مجلہ تھا۔ جب یہ رسالہ آپ کے مطالعہ سے گزرا تو آپ علم حدیث کی طرف متوجہ ہوئے۔[3] شیخ سید رشید رضا کے ساتھ اس تعلق کی آپ نے خود صراحت فرمائی ہے:

> "میں پہلے عربی قصص، مثلاً ظہر و عنترۃ اور ملک سیف وغیرہ کا مطالعہ کرتا تھا، پھر پولینڈ کے ترجمہ شدہ قصے مثلاً کارسین، لوبین وغیرہ کی جانب مائل ہوا۔ پھر تاریخی واقعات کے مطالعہ میں وقت صرف کیا۔ ایک دن میں نے مجلہ "المنار" کا ایک شمارہ دیکھا۔ میں نے اس مجلہ میں امام غزالی کی کتاب "الاحیاء" کے اوصاف، محاسن اور مآخذ پر ایک جامع بحث پڑھی۔ یہ بحث سید رشید رضا کی مرتب کی ہوئی تھی۔ یہ پہلی علمی تنقید میری نظر سے گزری جس نے مجھ میں

---

[1] محمد مجذوب، علماء ومفکرون عرفتهم۔ ناشر: دار الشوف، ریاض۔ ۱/۲۸۸

[2] عصام موسیٰ، هادی، محدث العصر الامام محمد ناصر الدین البانی کما عرفته۔ ناشر: دار الصدیق، الجبیل سعودی عرب، ص: ۱۱

[3] القریوتی، عاصم بن عبداللہ، ترجمة موجزة لفضيلة المحدث محمد ناصر الدين الالبانی۔ ناشر: دار المدنی، سعودی عرب، ص: ۵

پورا شمارہ پڑھنے کا جذبہ بیدار کیا۔ پھر دل میں شوق پیدا ہوا کہ اس موضوع پر مزید تحقیق کروں۔" [1]

مکتبہ ظاہریہ سے استفادہ

تحصیل حدیث میں آپ کا یہ شوق روز بروز بڑھتا چلا گیا۔ یہاں تک کہ آپ اپنے روزگار کو صرف اتنا ٹائم ہی دیتے جس سے گھر کا پہیہ چلتا رہے۔ بقیہ وقت حصول علم میں صرف کرتے تھے۔ علم کی پیاس بجھانے کے لئے مختلف مکتبہ جات کا رخ کیا کرتے تھے۔ مکتبہ ظاہریہ چونکہ آپ کے گھر کے قریب تھا اس لئے آپ نے سب سے زیادہ استفادہ اسی مکتبہ سے کیا۔ آپ کا اسی مکتبہ میں زیادہ تر وقت کتبِ حدیث کے مطالعہ، تحقیق اور تعلیق میں گزرتا تھا۔ آپ کا یہ انہماک، شوق اور جذبہ دیکھ کر مکتبہ کی انتظامیہ نے آپ کو ایک مخصوص کمرہ دے دیا جس میں آپ طلوع فجر سے غروب آفتاب تک تحقیق وتالیف میں مشغول رہتے تھے۔ [2]

ایک دفعہ آپ کی رہائش مکتبہ ظاہریہ سے دور شفٹ ہوگئی تو آپ نے مکتبہ سے زیادہ استفادہ اور ٹائم کی بچت کے پیش نظر سائیکل خرید لی۔ یہ آپ کی علم دوستی کی ایک مثال ہے۔ علم حدیث میں شیخ رحمہ اللہ کی یہ بے لوث جدوجہد ان کے لئے خیر کبیر کے راستے کھولنے کا سبب بنی۔ ایک بار مکتبہ ظاہریہ میں آپ کا ایک ورق گم ہوگیا۔ تو شیخ محترم نے اس ورق کی تلاش میں ۵۰۰ سے زائد مجلّات کو دیکھ ڈالا۔ آپ مطالعہ میں اس قدر منہمک ہوتے کہ سائل کا جواب بھی دیتے تو نظر کتاب کے اوراق سے نہ اٹھتی۔ [3] اس محنت اور کاوش کی وجہ سے آپ نے سب سے پہلے جو حدیث پر کام کیا وہ حافظ عراقی کی کتاب "المغنی عن حمل الاسفار فی تخریج مافی الاحیاء من الاحبار" پر تعلیق ہے۔ [4]

دعوت وارشاد

شیخ البانی رحمہ اللہ نے صرف تحقیق وتالیف کے میدان کے ہی نہیں بلکہ دعوت وارشاد کے میدان کے بھی شہسوار تھے۔ اس میدان میں آپ نے نہ صرف قرآنی منہج کو اپنایا بلکہ اس کا حق ادا کر دیا۔ شب وروز کی تحقیق کے بعد جو بات بھی ثابت ہوتی اسے پہلے اپنے نفس پر لاگو کرتے پھر سلف صالحین کی طرح اپنے کنبے کو اس کی دعوت دیتے۔ بلکہ بعض دفعہ اپنے محلے کے اہل علم سے بھی اس کا مذاکرہ کرتے۔ آپ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے قول "اذا صح الحدیث فھو مذہبی" کی عملی تفسیر تھے۔ [5]

شیخ نے دعوت الی اللہ کا دائرہ صرف اپنی ذات اور اہل وعیال تک محدود نہیں رکھا بلکہ اہل محلہ اور دوست واحباب تک وسیع کیا ہوا تھا۔ اس مقصد کے لئے آپ نے بعض مقامات پر مخصوص اوقات مقرر کئے ہوئے تھے۔ جہاں آپ شرعی مسائل پر تحقیقی گفتگو کرتے۔

---

[1] علماء ومفکرون عرفتھم للشیخ مجذوب، ۱/۲۹۱

[2] حیاۃ الالبانی للشیبانی، ص: ۵۲

[3] حیاۃ الالبانی للشیبانی، ص: ۵۳

[4] ترجمۃ موجزۃ لفضیلۃ المحدث محمد ناصر الدین الالبانی للقریوتی، ص: ۵

[5] ناصر الدین الالبانیؒ، صفۃ صلاۃ النبی ﷺ، ترجمہ اردو، عبدالباری فتح اللہ المدنی۔ ناشر: اہل حدیث سوسائٹی، دریا آباد، یوپی، انڈیا، ص: ۴۶

اس علمی وتحقیقی گفتگو کی وجہ سے آپ کی دعوت کا دائرہ وسیع سے وسیع تر ہوتا چلا گیا۔ کئی دفعہ سامعین کی کثرت تعداد کی وجہ سے جگہ تبدیل کرنا پڑی۔[1]

دین اسلام کی خالص دعوت کی وجہ سے آپ علاقے میں کافی مقبول ہو گئے۔ آپ کی شہرت نے آپ کے خلاف حاسدین کی ایک جماعت تیار کر ڈالی۔ حاسدین کا معاملہ اس حد تک پہنچا کہ انہوں نے حکام کے پاس شیخ کے خلاف جھوٹی گواہیاں دیں۔ جس کے باعث آپ ﷫ کو دوبار اسیر زنداں بننا پڑا۔ ایک بار آپ نے ایک ماہ جیل کی صعوبتیں برداشت کیں اور دوسری بار تقریباً چھ ماہ تک سنتِ یوسفی ادا کرتے رہے مگر راہِ حق سے اس جبل عزیمت کے قدم کبھی نہیں ڈگمگائے۔[2]

شیخ کے علمی دروس

علامہ البانی ﷫ کا رحمہ اللہ ہفتہ وار علمی مجلس ودروس کا اہتمام کیا کرتے تھے ۔جن میں یونیورسٹیوں کے پرفیسرز اور خواتین تک حاضر ہوتیں تھیں۔ ان دروس ومجالس میں شیخ نے درج ذیل کتابوں کا درس دیا۔[3]

① الباعث الحثیث شرح اختصار علوم الحدیث (احمد شاکر)
② الترغیب والترھیب (حافظ منذری)
③ الحلال والحرام (یوسف القرضاوی)
④ الروضۃ الندیہ (صدیق حسن خان)
⑤ اصول الفقہ (عبد الوھاب خلاف)
⑥ الامام فی احادیث الاحکام (ابن دقیق العید)
⑦ الادب المفرد (امام بخاریؒ)
⑧ اقتضاء الصراط المستقیم (ابن تیمیہ)
⑨ فتح المجید الشرح کتاب التوحید (عبد الرحمان بن حسن)
⑩ فقہ السنہ (سید سابق)
⑪ ریاض الصالحین (امام نوویؒ)
⑫ منہاج الاسلام فی الحکم (محمد اسد)

---

[1] حیاۃ الالبانی للشیبانی، ص: ۵۴

[2] غازی عزیز" علامہ محمد ناصر الدین البانیؒ..........شخصیت اور گرانقدر خدمات'' ماہنامہ محدث'' لاہور، شمارہ نمبر ۲۳۱، نومبر ۱۹۹۹ء، ص: ۱۵

[3] مترجم، صفۃ صلاۃ النبی ﷺ، ص: ۱۳/ ترجمۃ موجزۃ لفضیلۃ المحدث محمد ناصر الدین الالبانی للقریوتی، ص: ۱۰

شیخ کی مدینہ یونیورسٹی میں تقرری

اللہ کے خاص فضل اور جہد مسلسل کی وجہ سے شیخ علمی حلقوں میں ایک جید عالم کے طور پر ابھرے۔آپ کو علمی و تحقیقی کام کی وجہ سے عالم اسلام میں بھی کافی شہرت ملی۔ کیونکہ آپ کا منہج خالصتا کتاب وسنت پر مبنی تھا۔یہی وجہ ہے کہ جب مدینہ منورہ میں جامعہ اسلامیہ(مدینہ یونیورسٹی) کی تاسیس ہوئی تو چانسلر مدینہ یونیورسٹی اور مفتیٔ عام برائے سعودی عرب شیخ علامہ محمد بن ابراہیم نے جامعہ میں حدیث وعلوم الحدیث کی تدریس کے لئے آپ کا ہی انتخاب کیا۔آپ یہاں تین سال (یعنی ۱۳۸۱ھ/ء سے ۱۳۸۳ھ کے اختتام تک) حدیث کے استاد رہے۔[۱]

شیخ البانی کا جامعہ اسلامیہ پر اثر

شیخ البانی رحمہ اللہ دنیا کے پہلے عالم تھے۔جنہوں نے مدینہ یونیورسٹی میں پہلی بار علم اسناد کے موضوع کو حدیث کے نصاب میں داخل کیا۔کیونکہ اس وقت تک دنیا کی کسی بھی اسلامی یا عربی یونیورسٹی میں یہاں تک کہ جامعہ ازہر میں بھی ایسا موضوع نصاب کا حصہ نہیں تھا۔شیخ کا طریقہ تدریس یہ تھا۔حدیث کا انتخاب کرتے اور کلاس روم میں بلیک بورڈ پر سند کے ساتھ حدیث کو لکھتے، پھر علم رجال کی کوئی کتاب جیسے: تقریب، الخلاصہ وغیرہ کے ذریعے رجال پر تنقید کا عملی طریقہ بتاتے۔آپ کی ہی وجہ سے عالم اسلام میں علم الاسناد کی تدریس کا سلسلہ جاری ہوا۔[۲]

مدینہ یونیورسٹی سے سبکدوشی

مدینہ یونیورسٹی میں شیخ کا اپنے شاگردوں کے ساتھ تعلق قابل دید تھا۔طالب علم سے ملاقات کے دوران آپ سارے تکلفات کو ختم کر کے اعتماد اور بھائی چارگی کی فضا قائم کرتے تا کہ طلبہ کو استفادہ میں جھجک محسوس نہ ہو۔یہاں تک کہ شیخ کہتے ہیں:''طلبہ کا میرے ساتھ ایسا لگاؤ تھا کہ جب میں اپنی گاڑی میں جامعہ جاتا۔تو طلبہ میری گاڑی کو گھیر لیتے تھے۔''[۳]

جبکہ دیگر اساتذہ اس محبت سے محروم تھے۔طلبہ کے ساتھ اس سچی محبت نے بعض لوگوں کے دلوں میں حسد کا بیج بو دیا۔ چنانچہ اساتذہ میں سے بعض حاسدین نے جامعہ کے مسئولین کو آپ کے خلاف ابھارنا شروع کیا۔افتراء بازی اور جھوٹی شہادتوں کا سہارا لے کر جامعہ کی انتظامیہ نے آپ سے جبرا استعفیٰ لے لیا۔چنانچہ آپ نے پھر واپس دمشق کی راہ لی۔وہاں جا کر مکتبہ ظاہریہ میں تالیف وتصنیف کے کام میں مشغول ہو گئے۔[۴]

---

[۱] حیاۃ الالبانی للشیبانی، ص: ۵۸،۸۹

[۲] حیاۃ الالبانی للشیبانی، ص: ۶۱

[۳] حیاۃ الالبانی للشیبانی، ص: ۶۰

[۴] کوکبۃ من أئمۃ الھدیٰ، ص: ۱۰۰

جامعہ سلفیہ (بنارس) کی پیشکش اور شیخ کی معذرت

جامعہ اسلامیہ سے سبکدوشی کے بعد مولانا عبید اللہ رحمانی مبارکپوری رحمہ اللہ (صاحب مرعاۃ المفاتیح) نے آپ رحمہ اللہ کو جامعہ سلفیہ بنارس میں بحیثیتِ استاذِ حدیث تشریف لانے کی دعوت دی لیکن شیخ رحمہ اللہ نے معذرت کر لی۔ [1]

شیخ البانی رحمہ اللہ کے علمی اسفار ودروس

شیخ محترم نے بھی محدثین کی طرح بے شمار علمی اسفار ودورے کئے۔آپ کو مختلف ممالک کی طرف سے بے شمار علمی کانفرنسوں میں شرکت کی دعوت دی گئی۔آپ نے بعض کانفرنسوں اور اجتماعات میں شرکت کی۔لیکن علمی مشاغل کی کثرت کے باعث شیخ زیادہ سے معذرت کر لی۔آپ کے علمی اسفار بہت زیادہ ہیں۔تمام کو ذیب قرطاس لانا مشکل کام ہے۔لیکن ان میں سے چند ایک درج ذیل ہیں:

[۱]......سپین (اندلس) کی تنظیم" الاتحاد العالمی للطلبۃ المسلمین" نے شیخ کو سپین آنے کی دعوت دی۔تو آپ نے دعوت کو قبول کیا اور وہاں ایک تقریب میں" حدیثِ نبوی بذاتہ عقائد واحکام میں حجت ہے" کے عنوان پر ایک علمی اور تفصیلی خطاب کیا۔

[۲]......"إدارۃ العامۃ للافتاء والدعوۃ والارشاد الریاض" ایک دعوتی ادارہ ہے جو جید علماء کو مختلف ممالک کے دعوتی دورے کرواتا ہے۔اس ادارے کے تحت آپ نے مصر،مغرب (مراکش) اور انگلینڈ جیسے ممالک کے دورے کئے۔

[۳]......شیخ رحمہ اللہ نے دولۃ القطر،مختلف یورپی ممالک،کویت اور الامارات العربیۃ المتحدۃ کی طرف بھی اسفار کیے۔اور وہاں بے شمار سامعین کو اپنے دروس ومحاضرات سے فیض یاب کیا۔[2]

اہل علم سے تعلقات

شیخ البانی رحمہ اللہ کا اہل علم سے تعلق کا دائرہ بہت وسیع تھا۔علماء سے آپ کی ملاقات عموماً علمی ہی ہوا کرتی تھی۔جس سے فریقین کے علم اضافہ ہوتا تھا۔جن معروف علماء سے آپ رحمہ اللہ کی ملاقات ہوئی۔ان میں سے چند درج ذیل ہیں:

علامہ مجاہد الجوال تقی الدین ہلالی السّلفی رحمہ اللہ	(مشہور بناصر السنہ وقامع البدعہ)
شیخ عبد الصمد شرفُ الدین الہندی رحمہ اللہ	(محقق،السنن الکبری وتحفۃ الاشراف)
صبحی صالح	(أستاذ الحدیث والعلوم العربیۃ بجامعۃ الدمشق)
شیخ محمد سلیمان اشقر رحمہ اللہ	(مفسر، زبدۃ التفسیر)
یوسف قرضاوی	(مشہور فقیہ)

---

[1] غازی عزیز" علامہ محمد ناصر الدین البانیؒ............شخصیت اور گرانقدر خدمات"ماہنامہ محدث"لاہور،ص:۱۴

[2] غازی عزیز" علامہ محمد ناصر الدین البانیؒ............شخصیت اور گرانقدر خدمات"ماہنامہ محدث"لاہور،ص:۱۳

حافظ محمد گوندلوی رحمہ اللہ (پاکستانی محدث)[1]

ان کے علاوہ ایم۔اے اور پی ایچ ڈی کے طلبا بھی آپ سے ملاقاتیں کیا کرتے تھے۔آپ کی مجالس میں حاضر ہو کر مفید نکات کے ساتھ ساتھ مفید بھی مشورے طلب کرتے تھے۔جن میں سے مشہور طلبہ یہ تھے:

ڈاکٹر امین مصریؒ (مدرّس مادۃ الحدیث، الجامعۃ السوریۃ)

ڈاکٹر احمد العسال (چیئرمین قسم الثقافۃ، جامعۃ الریاض)

ڈاکٹر محمود الطحان (مدینہ اور کویت یونیورسٹی کے پروفیسر)[2]

شاہ فیصل ایوارڈ کا حصول

"مؤسسۃ الملک فیصل الخیریۃ" سعودی عرب کی ایک تنظیم ہے جس کے زیر اہتمام ہر سال عرب وعجم کے کسی ایک جید عالم کو کسی عظیم خدمت اسلام کی وجہ سے شاہ فیصل ایواڑد دیا جاتا ہے۔چنانچہ (۱۹۹۹ء) میں محدثِ شام، فقیہ بے مثال شیخ محمد ناصر الدین البانی رحمہ اللہ کو ''تحقیقاتِ اسلامی وخدماتِ حدیث'' کی وجہ سے اس شاہی ایوارڈ کے حصول کے لئے نامزد کیا گیا۔شیخ رحمہ اللہ اس ایواڑد کو وصول کرنے کے لئے بوجہ مجبوری خود نہ تو آ سکے۔مگر اپنے ایک شاگرد شیخ محمد ابراہیم اشقرہ کو بھیج دیا۔جنہوں نے اس ایوارڈ کو وصول کیا۔[3]

شیخ کے اوصاف حمیدہ

اللہ تعالی نے شیخ کو بہت سی خوبیوں سے نوازا ہوا تھا۔جن میں سے چند ایک درج ذیل ہیں:

❁......شیخ ایک لاکھ حدیثوں کے حافظ تھے۔[4]

❁......توحید اور سنت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں بہت زیادہ غیرت مند تھے۔[5]

❁......ریاکاری سے بہت نفرت تھی۔چہرے پہ تعریف بالکل ناپسند تھی بلکہ بعض دفعہ رو پڑتے۔اسی وجہ سے آپ نے پاکستان آنے سے انکار کر دیا کہ پاکستانی آپ کی تعریف میں غلو کرتے ہیں۔[6]

❁......انکساری کا یہ عالم تھا کہ اپنے آپ کو ہمیشہ طالب علم کی بجائے طویلب علم کہا کرتے اور بڑے بڑے القاب سے منع

---

[1] ترجمۃ موجزۃ لفضیلۃ المحدث محمد ناصر الدین الالبانی للقریوتی، ص:۱۳

[2] غازی عزیز" شیخ البانیؒ شخصیت اور گرانقدر خدمات" ماہنامہ محدث لاہور،ص:۱۸/ حیاۃ الالبانی للشیبانی، ص:۶۵

[3] مقدمہ صفۃ صلاۃ النبی،ص:۴۷

[4] غازی عزیز، شیخ البانی، شخصیت اور گرانقدر خدمات، ماہنامہ محدث، لاہور،ص:۱۶

[5] کوکبۃ من ائمہ المھدی، ص:۲۰۵

[6] www.saaid.net/poat/ehsan/4.htn

کرتے تھے۔(۱)

❁......اپنے ساتھیوں اور شاگردوں کی مکمل خبر گیری رکھتے تھے۔ان سے مسلسل رابطہ میں رہتے۔(۲)

❁......اللہ نے آپ کو کھلا دل دیا ہوا تھا کہ جو بھی کوئی کتاب طلب کرتا اگر پاس ہوتی لازمی عنایت کرتے۔(۳)

ازواج واولاد

آپ رحمہ اللہ نے چار شادیاں کیں۔تو اللہ نے تین بیویوں سے اولاد کی نعمت سے نوازا۔مگر چوتھی بیوی سے اولاد کا مجھے نہیں پتہ چل سکا۔ان کی اولاد کے نام درج ذیل ہیں:

❁......میری پہلی بیوی سے عبدالرحمن،عبداللطیف اور عبدالرزاق ہیں۔

❁......دوسری بیوی سے عبدالمصور،عبدالاعلی،عبدالمہیمن،محمد،انیسہ،آسیہ،سلامہ،حسانہ اور سکینہ ہیں۔

❁......تیسری بیوی سے صرف ھبۃ اللہ ہی ہے۔

❁......آپ کی ٹوٹل اولاد میں آٹھ بیٹے اور پانچ بیٹیاں شامل ہیں۔(۴)

ایام علالت

زندگی کے آخری دنوں میں شیخ کو بہت سے امراض لاحق ہو گئے۔ان امراض کی مناسب تفصیل درج ذیل ہے:

❁......آپ کو انیمیا (خون کی کمی) کا مرض لاحق ہو گیا تھا۔

❁......شدید قبض کی وجہ سے آنتیں سوزش زدہ ہو گئیں اور کینسر کا مرض لاحق ہو گیا۔

❁......کثرت بلغم کی وجہ سے کلیجے اور پھپھڑے میں تکلیف رہتی تھی۔

❁......وزن تیزی سے کم ہوتا گیا، یہاں تک کہ وفات کے دن آپ کا وزن ۳۰ کلو سے بھی کم تھا۔

❁......کمزوری کی وجہ سے بغیر سہارے چلنا بہت مشکل لگتا تھا۔(۵)

اتنی مہلک بیماریوں کے باوجود بھی آپ نے اپنی تحقیقی وتالیفی سرگرمیاں معطل نہیں کیں بلکہ جب لکھنے کی سکت نہ رہتی تو اپنے بیٹوں یا پوتوں سے لکھوا لیتے تھے۔آپ جسمانی طور پر تو کمزور ہو گئے مگر حافظہ آخری دم تک صحیح سلامت رہا۔

---

(۱) ایضاً

(۲) www.saaidnet/poat/ehsan/4.htn

(۳) شیخ البانی کی وصیت، ادارہ ماہنامہ محدث، لاہور، شمارہ نمبر ۲۳۱، نومبر ۱۹۹۹ء، ص: ٦٧

(۴) حیاۃ الالبانی للشیبانی، ص: ۸۱

(۵) حسن مدنی، علامہ البانی، مرض الموت کے ابتدائی عوارض اور ان کے علاج کی تدبیریں، ماہنامہ محدث، لاہور، ص: ۵۲

شیخ البانی رحمۃ اللہ علیہ کی وصیتیں

آپ رحمۃ اللہ علیہ کی نے اپنی زندگی میں ہی وصیت لکھ کر رکھ لی تھی۔آپ کی وصیتوں کو تین قسموں میں تقسیم کیا جاتا ہے جو کہ درج ذیل ہیں۔[۱]

①اہل اسلام کے لئے وصیت:

آپ نے لکھا کہ اس زمین پر موجود ہر مسلمان کے لئے میری وصیت یہ ہے کہ وہ تقوی کو اختیار کرنے کے ساتھ ساتھ علم نافع اور عمل صالح کے لئے زیادہ سے زیادہ کوشش کرے۔ کیونکہ ان کاموں کے لئے اللہ تعالی نے خاص حکم دیا ہے۔[۲]

②اہل خانہ کے لئے وصیت:

آپ رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی ازواج واولاد اور عزیز واقارب کو وصیت کرتے ہوئے فرمایا کہ جو مجھ سے محبت رکھتا ہے اسے میں وصیت کرتا ہوں کہ جب میری وفات کی خبر اس تک پہنچے تو وہ یہ کام کرے:

❁......میرے لئے دعائے مغفرت کرے۔

❁......مجھ پر کوئی نوحہ اور آہ وبکا نہ کرے۔

❁......میرے تجہیز وتکفین میں جلدی کی جائے۔ بلکہ میری تدفین کے بعد میری وفات کی خبر شہر کے باہر پہنچائی جائے۔

❁......مجھے قریبی قبرستان میں دفن کیا جائے۔[۳]

③ کتب خانہ کے متعلق وصیت:

آپ نے اپنی لائبریری کے متعلق وصیت کرتے ہوئے فرمایا: ''میری تمام کتب مدینہ یونیورسٹی کے لئے وقف ہیں۔ کیونکہ یہ یونیورسٹی سلف صالحین کے منہج پر گامزن ہے۔''[۴]

وفات

شیخ رحمۃ اللہ علیہ کئی ماہ مسلسل بیمار رہے۔ علاج کی غرض سے ہسپتال میں بھی داخل ہوئے مگر مرض بڑھتا گیا جوں جوں دوا کی۔ لیکن آخر کار ۱۳ اکتوبر ۱۹۹۹ء کو فکر وبصیرت کا یہ روشن ستارہ اور تصنیف وتالیف کے میدانوں کا شہسوار اُردن میں گل ہوگیا۔(انا للہ وانا الیہ راجعون) آپ رحمۃ اللہ علیہ کی وصیت کے مطابق کفن دفن کے انتظام میں بہت جلدی کی گئی۔آپ کو غسل آپ کے ہمسایہ خصر

---

[۱] محدث العصر، الامام ناصر الدین البانی کما عرفتہ، ص: ۲۱

[۲] تقویٰ کے لیے حکم دیکھیے، سورہ البقرہ (آیت نمبر ۲۷۸) حصول علم کے لیے دیکھیے (سورۃ محمد آیت ۱۹)

[۳] شیخ البانی کی وصیت، ماہنامہ محدث، لاہور، شمارہ نمبر ۲۳۱، نومبر ۱۹۹۹ء، ص: ۶۷

[۴] عمران ایوب، شہزادہ ''سند ومتن کے نقد میں شیخ البانی کا معیار تحقیق'' مقالہ برائے ایم فل علوم اسلامیہ، شیخ زید اسلامک سینٹر جامعہ پنجاب ۲۰۰۸ء، لاہور، ص: ۱۲۱ / کوکبۃ من ائمۃ الھدی، ص: ۲۵۱

ابوعبداللہ نے دیا۔اور نماز جنازہ آپ کے شاگرد رشید شیخ محمد ابراہیم اشقرہ نے پڑھائی ۔شیخ کا گھر عمان میں ایک پہاڑ پر واقع ہے۔ جس کا نام ہملان ہے اور اس کے قریب ہی ایک قبرستان ہے جو چاروں اطراف سے بند ہے۔چنانچہ آپ کو گھر کے قریبی جبل ہملان کے قبرستان میں دفن کر دیا گیا۔[1]

آپ کا مقام مرتبہ اہل علم کی نظر میں

شیخ البانی رحمہ اللہ ایک عظیم محدث اور انتہائی نیک انسان تھے۔بہت سے معروف اہل علم آپ کے محاسن کے معترف تھے جن کے ثنائیہ کلمات درج ذیل ہیں:[2]

① ۔علامہ سید محب الدین خطیب رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

(من دعاة السنة الذين وقفوا حياتهم على العمل لإحيائها وهو أخونا بالغيب الشيخ أبوعبد الرحمن محمد ناصرالدين نوح نجاتي الألباني)

''جن لوگوں نے سنت کے احیاء کے لئے اپنی زندگیوں کو وقف کر دیا،ایک ہمارے قابل فخر مسلمان بھائی شیخ محمد ناصرالدین نوح نجاتی البانی ہیں۔''

② ۔مفتی اعظم سعودیہ شیخ عبدالعزیز بن عبداللہ بن باز رحمہ اللہ نے فرمایا ہے:

(ما رأيت تحت أديم السماء عالماً بالحديث في العصر الحديث مثل العلامة محمد ناصر الدين الألباني)

''میں نے اس زمانے میں آسمان کے سائباں کے نیچے شیخ محمد ناصرالدین البانی سے زیادہ حدیثِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کا عالم نہیں دیکھا۔''

③ ۔ڈاکٹر امین مصری رحمہ اللہ آپ رحمہ اللہ کے بارے ہمیشہ فرمایا کرتے تھے:

(إن الشيخ الألباني أحق مني بهذا المنصب وأجدر)

''کہ شیخ البانی مجھ سے زیادہ ان علمی منصب کے حق دار اور لائق ہیں۔''

④ ۔استاذ محمد الغزالی ''فقہ السیر ۃ'' میں لکھتے ہیں:

(سرني أن تخرج هذه الطبعة (الرابعة) الجديدة بعد أن رجعها الأستاذ المحدث العلامة الشيخ محمد ناصر الدين الألباني رحمه الله وللرجل من رسوخ قدمه في السنة ما يعطيه هذا الحق)

---

[1] محدث العصر الامام ناصر الدين البانى كاعرفته، ص: ١٦

[2] حافظ، انس مدنی ''شیخ البانی اپنے ہم عصر علماء امت کی نظر میں'' ماہنامہ محدث، لاہور، شمارہ: ۲۳۱، نومبر ۱۹۹۹ء، ص: ۱۲

''میرے لئے یہ مسرت کی بات ہے کہ اِس کتاب کے چوتھے ایڈیشن کو محدث علامہ شیخ محمد ناصر الدین البانی کی نظر ثانی کے ساتھ شائع کیا جا رہا ہے۔ سنت نبوی ﷺ میں رسوخ و پختگی کی وجہ سے آپ سے ہی اس کا حق ادا کرنے کی توقع کی جاسکتی ہے۔''

⑤۔معروف عالم دین شیخ محمد صالح العثیمین شیخ البانی رحمہ اللہ کے متعلق لکھتے ہیں:

میں محدثِ شام شیخ الفاضل علامہ ناصر الدین البانی کو اپنی چند ملاقاتوں سے جو جان سکا ہوں وہ لکھ رہا ہوں:

''آپ سنت کے بہت حریص اور بدعت سے شدید نفرت رکھنے والے ہیں۔ چاہے وہ بدعت عقائد میں ہو یا افعال میں۔ میں آپ کی تالیفات کا مطالعہ کرنے کے بعد اس نتیجے پر پہنچا ہوں کہ آپ روایت حدیث کے ساتھ ساتھ درایتِ حدیث کے بارے میں بھی وسیع علم رکھتے ہیں۔ اور بے شک اللہ تعالی نے آپ کی تحریروں سے بہت کافی لوگوں کو بہت فائدہ دیا ہے اور لوگ علم حدیث کے صحیح منہج کی طرف متوجہ ہوئے ہیں۔ الحمدللہ مسلمانوں کا اس عظیم کام میں فائدہ ہے۔ بہر حال موصوف وسعت نظر کے مالک، وسیع علم کے حامل اور قوی تاثیر رکھنے والے ہیں۔ اللہ اور اس کے رسول کے قول کے سوا ہر ایک کا قول اختیار بھی کیا جاسکتا ہے اور چھوڑا بھی جاسکتا ہے۔ ہماری اللہ سے دعا کہ اللہ تعالیٰ آپ جیسے علماء امت کو بکثرت عطا فرمادے۔'' آمین

⑥۔شیخ زید بن عبدالعزیز الفیاض (استاذ فی جامعۃ الامام محمد بن سعود الاسلامیۃ بالریاض) فرماتے ہیں:

''شیخ محمد ناصر الدین البانی کا شمار موجودہ زمانے کی نامور علمی شخصیتوں میں ہوتا ہے۔ آپ نے متن حدیث، اس کے طرق، رواۃ اور اس کی فنی حیثیت پر خصوصی کام کیا ہے۔ اس مبارک علم میں آپ کی عظیم خدمات اس لائق ہیں کہ آپ کے فضل و کرم کا اعتراف کیا جائے اور اس علم کی طرف توجہ دینے پر آپ کا شکر گزار ہوا جائے۔''

شیخ رحمہ اللہ کے مشہور تلامذہ

آپ رحمہ اللہ نے تین سال تک مدینہ یونیورسٹی استاد الحدیث کی حثیت سے تدریس کی جس کی وجہ آپ کے تلامذہ کا دائرہ بہت وسیع ہے۔ ان طلباء کی تعداد بہت زیادہ ہے جنہیں مباشرۃ تلمذ حاصل نہیں ہے بلکہ آپ رحمہ اللہ کی کتب یا آپ کے محاضرات و دروس کی ریکارڈ شدہ کیسٹوں کے توسط سے مستفید ہوئے ہیں۔ ذیل میں آپ کے ان چند شاگردوں کا تذکرہ کیا جا رہا ہے جنہوں نے آپ کے سامنے زانوئے تلمذ طے کیا ہے:[1]

❁ شیخ حمدی عبدالمجید السلفی

آپ وقت حاضر کے ایک معروف محقق اور صاحب تحقیقات و مؤلفات و تخریجاتِ ہیں۔ آپ نے دمشق میں شیخ البانی رحمہ اللہ سے علم حاصل کیا۔ ۳۷ سے زائد کتب آپ کی کاوش کا ثمر ہیں۔

---

[1] حیاۃ البانی للشیبانی، ص: ۹۴ / مقدمہ صفۃ صلاۃ النبی ﷺ، ص: ۱۵

❁ شیخ خیرالدین وائلی

آپ نے شیخ البانی سے علم اس وقت حاصل کیا جب آپ دمشق میں مقیم تھے۔آپ علم کے بہت پیاسے تھے حصول علم کے لئے ہر چیز قربان کر دیتے تھے۔آپ نے متعدد کتب تالیف کی ہیں۔

❁ ڈاکٹر عمر سلیمان الاشقر

آپ شریعت فیکلٹی، کویت یونیورسٹی میں پروفیسر بھی رہے۔مگر حالات کی خرابی کی وجہ سے اردن منتقل ہو کر خدمت حدیث میں مشغول ہو گئے۔آپ نے مختلف موضوعات پر کافی کتب تحریر کی ہیں۔

❁ شیخ زہیر الشاویش

آپ "المکتب الاسلامی" کے مالک اور صاحب محقق اور مخرج ہیں۔آپ بیروت میں مقیم ہیں۔آپ نے بیسیوں کتب کی تحقیق، تخریج اور تعلیق کی ہے۔

❁ شیخ عبدالرحمن عبدالخالق

آپ نے مدینہ یونیورسٹی میں شیخ البانیؒ کے سامنے زانوئے تلمذ طے کیا۔کویت میں مختلف مدارس میں تدریس کے فرائض سر انجام دے رہے ہیں۔آپ ایک معروف مؤلف ہیں۔آپ کی تالیفات نظامِ حکم، سیاست، دعوت وارشاد، اقتصادِ اسلامی، نظام شورائیت، اور تربیتِ اسلامیہ پر مشتمل ہے۔

❁ شیخ علی خشان

آپ شیخ رحمہ اللہ کے خادم اور اَقرب تلامذہ میں شمار کئے جاتے ہیں۔آپ طویل عرصہ شام میں شیخ البانی کی صحبت میں رہے۔پہلے قطر میں سعودیہ کی طرف سے داعی رہے پھر امارات میں دعوت وتبلیغ سے منسلک رہے اور پھر دوبارہ قطر میں وزیر اوقاف کے مشیر بن گئے۔آپ بھی صاحب مؤلفات ہیں۔آپ نے ہی شیخ محمد عید عباسی سے مل کر شیخ البانی کے حالات زندگی پر ایک کتاب لکھی۔۔

❁ شیخ عبدالرحمن عبدالصمد

آپ نے شام میں اپنے استاد محترم شیخ البانی رحمہ اللہ سے علم حاصل کیا۔آپ کو علم حدیث کا بہت شغف تھا۔آپ کی طبیعت میں صوفیانہ رنگ بھی ملتا تھا۔کویت کی ایک مسجد جامع وفرہ میں خطیب تھے۔عظیم داعی ہونے کی وجہ سے آپ کو حکومت وقت کی طرف سے مختلف ممالک میں دعوت وتبلیغ کے لئے بھیجا جاتا تھا۔اسی سلسلہ میں آپ آسٹریلیا گئے وہاں کار ایکسیڈنٹ میں وفات پا گئے۔

❁ شیخ محمد عید عباسی

یہ آپ کے نمایاں شاگردوں اور خادموں میں شمار کئے جاتے ہیں۔حصول علم کی خاطر کافی عرصہ آپ کے ساتھ رہے۔مختلف علوم میں چند ایک مباحث بھی مرتب کی ہیں اور شیخ کے حالات پر ایک کتاب بھی لکھی۔

❁ شیخ محمد ابراہیم شقرۃ

آپ شیخ البانی رحمہ اللہ کے قریب ترین شاگردوں میں شمار کئے جاتے ہیں۔آپ فصیح اللسان کے مالک تھے۔یہی وجہ ہے

شیخ رحمہ اللہ نے ان کو ''اسد المنابر'' کا لقب دیا۔ آپ مسجد صلاح الدین (عمان، اُردن) کے خطیب ہیں۔

❁ **شیخ محمد بن جمیل زینو**

آپ شیخ البانی رحمہ اللہ کی خدمت میں حلب، حماۃ اور الرقۃ وغیرہ میں طویل عرصہ رہے۔ اور ایک عرصہ سے مدرسہ دار الحدیث الخیریۃ (مکۃ المکرمۃ) میں تدریس کے فرائض سرانجام دے رہے ہیں آپ نے چند کتب بھی تحریر کی ہیں جو سلفی منہج پر مشتمل ہیں۔

❁ **شیخ مقبل بن ہادی الوداعی**

انہوں نے جامعہ اسلامیہ مدینہ منورہ میں آپ رحمہ اللہ سے قواعد مصطلح الحدیث وعلم الاسناد کی تعلیم حاصل کی۔ کافی دیر شیخ کی خدمت میں رہے، آپ دسیوں کتابوں کے مؤلف ہیں۔

شیخ البانی رحمہ اللہ کی علمی خدمات

شیخ الالبانی رحمہ اللہ کی شخصیت کسی تعارف کی محتاج نہیں ہے، آپ کی زندگی ایک کھلی کتاب کی مانند ہے۔ آپ اپنی دینی خدمات، بے نظیر تالیفات، مقالات، تحقیقات، تخریجات اور دروس کی بنا پر عالم اسلام کے گوشہ گوشہ میں معروف ہیں۔ آپ کو حدیثِ نبوی، رجال اور اسانید پر مکمل عبور حاصل تھا۔ آپ نے جس انداز سے دین حنیف کی بے لوث خدمات انجام دیں وہ لائق تحسین ہے۔ ماضی قریب میں علم حدیث کے فنون میں آپ کا کوئی ہمسر اور ثانی نہیں ہے۔ آپ اپنی وفات تک تالیف وتصنیف میں مشغول رہے۔ شیخ رحمہ اللہ ایک برق رفتار مؤلف تھے، یہی وجہ ہے کہ آپکی تالیفات کی تعداد کافی زیادہ ہے۔ آپ کا تحریری سرمایہ مطبوعہ اور غیر مطبوعہ دونوں صورتوں میں موجود ہے۔ مطبوعہ کتب کی تعداد مختلف حضرات نے مختلف بتائی ہے:

بعض نے ۴۰ کچھ نے ۸۰ کے قریب اور بعض نے ۱۰۰[1] سے متجاوز بتائی ہے۔ میرے علم کے مطابق جن حضرات نے شیخ کی مطبوعہ کتب کی تعداد ۱۰۰ سے متجاوز بتائی ہے انہوں نے آپ کے رسائل ومضامین کو بھی کتب میں شمار کیا ہے۔ جن حضرات نے کم بتائی ہے انہوں نے ان رسائل ومضامین کو کتب میں شمار نہیں کیا۔ بہر حال راقم کی جہاں تک رسائی ہوئی شیخ کی مطبوعہ وغیر مطبوعہ کتب کی فہرست تیار کی ہے۔ جو تقریباً ۱۵۰ کے قریب ہے۔ علماء نے آپ کی تصنیفی خدمات کو دو انواع میں تقسیم کیا ہے۔

(الف)۔ مطبوعہ کتب　　　(ب)۔ غیر مطبوعہ کتب

اہل علم نے مطبوعہ کو مزید انواع میں تقسیم کیا ہے:

① ۔ تالیفات　　　② ۔ تحقیقات

③ ۔ تخریجات　　　④ ۔ اختصار/مراجعہ/تعلیقات

(الف) مطبوعہ کتب

① ۔ علمی تالیفات

---

[1] عبدالرحمن بن محمد بن صالح، جھود الشیخ الالبانی فی الحدیث روایۃ ودرایۃ، ناشر مکتبۃ الرشید ریاض، ص: ۴۹-۹۰

اس قسم میں آپ ؒ کی وہ کتب شامل ہیں جن کی تصنیف آپ ؒ نے خود کی۔طوالت کے ڈر کی وجہ سے شیخ البانی کی تصنیف شدہ کتب کے ناموں پر ہی اکتفاء کیا جائے گا۔

۱۔ آداب الزفاف فی السنة المطهرة

۲۔ أحكام الجنائزو بدعها

۳۔ الا جوبة النافعة عن اسئلة لجنة الجامعة

۴۔ تحذير الساجد من اتخاذ القبور مساجد

۵۔ التوسل انواعه واحكامه

۶۔ تصحيح افطار الصائم

۷۔ تلخيص احكام الجنائز

۸۔ تمام النصح فی مسالة المسح

۹۔ تلخيص من صفة صلاة النبی ﷺ

۱۰۔ الثمر المستطاب فی فقه السنة والكتاب

۱۱۔ جلباب المراة المسلمة

۱۲۔ حديث الاحاد وحجيته فی العقائد والاحكام

۱۳۔ حكم تارك الصلاة

۱۴۔ خطبة الحاجة

۱۵۔ دفاع عن الحديث النبوی والسيرة

۱۶۔ الرد علی كتاب (اباحة التحلی بالذهب المحلق)

۱۷۔ الرد علی كتاب (ظاهرة الارجاء)

۱۸۔ الرد علی (عزالدين بليق)

۱۹۔ الرد المفحم علی من خالف العلماء

۲۰۔ سلسلة الاحاديث الصحيحة وشیء من فقهها وفوائدها

۲۱۔ سلسلة الاحاديث الضعيفة والموضوعة واثرها السئی علی الامة

۲۲۔ صحيح وضعيف الادب المفرد للا مام بخاری

۲۳۔ صحيح و ضعيف الترهيب والترغيب للامام منذری ؒ

۲۴۔ صحيح وضعيف الجامع الصغير وزيادته

۲۵۔ صحيح و ضعيف سنن اربعه

۲۶۔ صحیح سیرۃ النبویۃ

۲۷۔ صحیح الکلم الطیب لابن تیمیہ

۲۸۔ صفۃ صلاۃ النبی ﷺ من التکبیر حتی التسلیم کانك تراھا

۲۹۔ صفۃ صلاۃ الکسوف وما راء النبی ﷺ من الایات

۳۰۔ صلاۃ العیدین فی المصلی خارج البلد ھی السنۃ

۳۱۔ صلاۃ التراویح

۳۲۔ عودۃ الی السنۃ

۳۳۔ فتویٰ حکم تتبع آثار الانبیاء والصالحین

۳۴۔ فھرس مخطوطات الظاھریہ فی علم الحدیث

۳۵۔ قصۃ المسیح الدجال ونزول عیسی علیہ السلام

۳۶۔ کیف یجب ان یفسر القرآن

۳۷۔ مقالات البانی

۳۸۔ منزلۃ السنۃ فی الاسلام

۳۹۔ مناسك الحج والعمرۃ فی الکتاب والسنۃ

۴۰۔ نصب المجانیق لنسف قصۃ الغرانیق

۴۱۔ النصیحۃ با التحذیر من تخریب ابن عبد المنا ن

۲۔ علمی تحقیقات

اس قسم میں دیگر آئمہ کرام ومحدثین کی وہ تصنیف شدہ کتب شامل ہیں۔جن کو شیخ البانی ؒ نے صرف اور صرف تحقیق سے مزین کیا ہے۔اوران میں موجود احادیث پر صحت وضعف کا حکم لگایا ہے۔اس قسم میں موجود کتب کے نام یہ ہیں:

۱۔ الکلم الطیب لإبن تیمیۃ

۲۔ اقتضاء العلم والعمل للخطیب البغدادی

۳۔ مشکاۃ المصابیح للتبریزی

۴۔ ریاض الصالحین للنّووی

۵۔ فضل الصلاۃ علی النبی ﷺ لإسمعیل بن إسحٰق

۶۔ کتاب العلم للحافظ أبی خیثمۃ

۷۔ لفتۃ الکبد فی تربیۃ الولد لابن الجوزی

⑧۔ مختصر صحیح مسلم للمنذری

⑨۔ مساجلة علمية بين الإمامين الجليلين العز بن عبد السلام و ابن الصلاح

⑩۔ رفع الاستار لابطال ادلة القائلين بفناء النار للامام صنعائی

③۔ **التخریجات**

شیخ البانی رحمہ اللہ نے کچھ کتب میں موجود احادیث کے اصل مصادر ومراجع بتائے ہیں۔ تو ایسی کتب تخریجات کے دائرے میں شمار کی جاتی ہیں۔ جن کے نام ذیل میں مذکور ہیں۔

۱۔ الآيات البينات فی عدم سماع الأموات عند الحنيفة السادات لمحمود الآلوسی

۲۔ الا حتجاج بالقدر لشيخ ابن تيميه رحمہ اللہ

۳۔ اداء ما وجب من بيان وضع الوضاعين فی رجب لابن دحية الاندلسی رحمہ اللہ

۴۔ ارواء الغليل فی تخريج احاديث منار السبيل

۵۔ ازالة الدهش والوله عن المتحير فی حديث مآء زمزم لما شرب له لمحمد ابن ادريس

۶۔ اصلاح المساجد من البدع والعوائد للامام القاسی رحمہ اللہ

۷۔ المرأة المسلمة للشيخ حسن البناء

۸۔ العقائد الی تصحيح العقائد للمعلمی

۹۔ الإيمان لابن أبی شيبة

۱۰۔ الإيمان لأبی عبيد القاسم بن سلام

۱۱۔ الايمان لابن تيميه رحمہ اللہ

۱۲۔ بداية السوال فی تفضيل الرسول ﷺ وشرف وكمال للامام العز بن عبد السلام رحمہ اللہ

۱۳۔ تخريج أحاديث مشكلة الفقر و كيف عالجها الإسلام للقرضاوی حفظہ اللہ

۱۴۔ تخريج كتاب الرّد علی جهمية للدارمی رحمہ اللہ

۱۵۔ التنكيل لما ورد فی تانيب الكوثری من الاباطيل لعلامة المعلمی

۱۶۔ حجاب المرأة المسلمة ولباسها فی الصلاة لشيخ الإسلام ابن تيمية

۱۷۔ شرح العقيدة الطحاوية لأبی جعفر الطحاوی

۱۸۔ قاموس الصناعات الشامية للامام القاسی

۱۹۔ كلمة الإخلاص وتحقيق معناها لابن رجب الحنبلی

۲۰۔ ما دلّ عليه القرآن مما يعضد الهيئة الجديدة القوية البرهان لمحمود الآلوسی

۲۱۔ المصطلحات الأربعة فی القرآن

۲۲۔ حقیقة الصیام لابن تیمیة رحمہ اللہ

۲۳۔ غایة المرام فی تخریج أحادیث الحلال والحرام للقرضاوی

④۔ اختصار/تعلیق

اس قسم میں آپ کی دوطرح کی کتب شامل ہیں۔شیخ محترم نے بعض طویل کتب کا اختصار کیا یا بعض کتب پر تعلیقا کچھ نہ کچھ لکھا۔اس کے زمرے میں یہ کتب آتی ہیں:

①۔ التعلیق علی کتاب الباعث الحیثث شرح اختصار علوم الحدیث لابن کثیر بتحقیق أحمد شاکر

②۔ التعلیقات علی صفة الفتوی والمفتی والمستفتی لابن شبیب بن حمدان

③۔ تمام المنة فی تعلیق علی فقه السنة

④۔ صحیح ابن خزیمة بتحقیق دکتور محمد مصطفی الأعظمی

⑤۔ مختصر الشمائل المحمدیة للترمذی

⑥۔ مختصر شرح العقیدة الطحاویة

⑦۔ مختصر کتاب العلوّ للعلی العظیم للحافظ الذهبی

⑧۔ مختصر صحیح بخاری

(ب)۔غیر مطبوعہ کتب

غیر مطبوعہ کتب میں آپ کے مخطوطہ جات شامل ہیں۔مخطوطہ جات سے مراد آپ کی وہ کتب ہیں جو ابھی اشاعت کے مراحل سے نہیں گزریں۔ان کی فہرست درج ذیل ہے:

۱۔ الاحادیث الضعیفة والموضوعة التی ضعفها او اشار ابن تیمیه فی " مجموع الفتاویٰ"

۲۔ الاحادیث الضعیفة والموضوعة فی امهات الکتب الفقهیة

۳۔ احادیث البیوع و آثاره

۴۔ احادیث التحری والبناء علی الیقین فی الصلاة

۵۔ احکام الرکاز

۶۔ ازالة الشکوك عن الحدیث البروك اجاب فیها عن استدلال ابن قیم فی "زاد المعاد"

۷۔ الامثال النبویة

۸۔ الایات والاحادیث فی ذم البدعة

۹۔ بغیة الحازم فی فهرسة مستدرك حاکم

۱۰۔ تخریج حدیث ابی سعید فی سجود السھو

۱۱۔ التعلیقات الجیاد علی زاد المعاد

۱۲۔ تمام المنه فی التعلیق علی فقه السنه

۱۳۔ التمهید لفرض رمضان

۱۴۔ تهذیب صحیح الجامع وزیادته والاستدراك علیه

۱۵۔ تیسیر انتفاع بترتیب ثقات ابن حبان

۱۶۔ الجمع بین میزان الاعتدال للذهبی

۱۷۔ حجة الوداع

۱۸۔ الحوض المورود فی زوائد منتقی ابن الجارود

۱۹۔ الدعوة السلفیة واهدافها وموقف المخالفین منها

۲۰۔ الرد علی السقاف فیما سوده علی دفع شبه التشبیه

۲۱۔ الرد علی کتاب تحریر المراة فی عصر الرسالة

۲۲۔ الرد علی کتاب المراجعات للمدعو عبدالحسین

۲۳۔ رفع الآصار فی ترتیب مشکل الآثار

۲۴۔ الروض النضیر فی ترتیب وتخریج معجم الصغیر

۲۵۔ السفر الواجب للقصر

۲۶۔ صحیح کشف الاستار عن زوائد البزار

۲۷۔ صلاة الاستسقاء

۲۸۔ ضعیف کشف الاستار عن زوائد البزار

۲۹۔ غایة الآمال بتضعیف حدیث الاعمال

۳۰۔ فهرس احادیث کتاب التاریخ الکبیر للبخاری

۳۱۔ فهرس احادیث کتاب الشرعة للآجری

۳۲۔ فهرس الشامل لاحدیث وآثار کتب الکامل

۳۳۔ الفهرس المنتخب من مکتبة ابن یوسف مراکش

۳۴۔ فهرس کتاب الدراری لابن عروة الحنبلی

۳۵۔ قاموس البدع

۳۶۔ المحو والاثبات الذی یدعی به فی لیلة النصف من شعبان

۳۷۔ مختصر تحفة المودود لابن قیم

۳۸۔ المستدرك علی المعجم المفهرس لالفاظ الحدیث

۳۹۔ معجم الحدیث النبوی ﷺ

۴۰۔ المناظرات والردود۔[1]

---

[1] شیخ البانی کی تالیفات کو جمع کرنے اور ان کی فہرست بنانے میں درج ذیل کتب، مقدمات، رسائل اور ویب سائٹس سے استفادہ کیا گیا ہے:

❋ ثبت مؤلفات المحدث الکبیر الامام محمد ناصر الدین الالبانی از عبداللہ بن محمد الشمرانی

❋ حیاۃ الالبانی از محمد بن ابراہیم الشیبانی

❋ کوکبة من آئمة الهدیٰ از عاصم قریوطی

❋ موجزة عن الشیخ ناصر الدین از شیخ مجذوب وغیرهم

❋ مقدمه جامع الآحادیث والآثار للالبانی اعداد احمد بن محمد بن حسن

❋ مقدمہ صفۃ صلاۃ النبی مترجم عبدالباری فتح اللہ المدنی (اُردو)

❋ ماہنامہ محدث، شیخ البانی پر اشاعت خاص (لاہور)

❋ ہفت روزہ الاعتصام: علامہ ناصر الدین ایک تعارف (لاہور)

❋ پندرہ روزہ ترجمان: محدث العصر علامہ البانی حیات وخدمات (دہلی)

❋ www.saaid.net/Doat/ehsam/4.htm

فصل دوم

حافظ زبیر علی زئی رحمہ اللہ کے سوانح حیات اور علمی خدمات

یہ مقالہ چونکہ حافظ زبیر علی زئی رحمہ اللہ کے معیار تحقیق سے متعلق بھی ہے۔ اس لئے ابتداء میں شیخ کے حالات زندگی اور علمی خدمات کو مختصرا بیان کرنا مناسب معلوم ہوتا ہے۔ حافظ زبیر علی زئی کا شماران عظیم المرتبت شخصیات میں ہوتا ہے جنہوں نے برصغیر پاک و ہند خصوصا پاکستان میں علم حدیث کی نمایاں خدمات سرانجام دیں۔ حافظ زبیر علی زئی کی خدماتِ حدیث کی وجہ سے پاکستان کے مسلمانوں میں احادیث کی جانچ پڑتال کا شعور زندہ ہوا۔ آپ رحمہ اللہ نے حدیث رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر ایک ایسا وقیع کام سرانجام دیا کہ حدیث نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں کھوٹے اور کھرے کی شناخت کرنا آسان ہوگئی۔ لیکن یہ بات ذہن میں رکھیں کہ شیخ رحمہ اللہ اپنی علمی مشغولیت ومصروفیت کی بنا پر خود تو اپنے سوانح حیات تفصیل سے نہ لکھ پائے۔ اور نہ ہی آپ کے حالات زندگی پر کوئی مستقل کتاب ہے البتہ ''نور العینین'' کے ابتداء میں آپ نے خود ہی اپنا مختصر تعارف کرادیا ہے۔ آپ کے سوانح حیات وخدمات پر مختلف علماء نے مضامین لکھے جو مختلف رسائل وجرائد میں شائع ہوئے۔ جیسے:

❁...... ''سیر وسوانح محدثِ عصر حافظ زبیر علی زئی رحمہ اللہ'' از حافظ محمد یونس اثری، ماہنامہ دعوت اہل حدیث حیدر آباد سندھ شمارہ نمبر ۱۵۱ ،جنوری ۲۰۱۴ء

❁...... ''حافظ زبیر علی زئی رحمہ اللہ'' از محمد اسحاق بھٹی، ہفت روزہ ''الاعتصام''، شمارہ نمبر ۴۴، ۲۰۱۳ء، شیش محل لاہور

❁...... ''محقق العصر حافظ زبیر علی زئی رحمہ اللہ چند یادیں کچھ باتیں'' مولانا عبدالرشید ضیاء، ہفت روزہ ''الاعتصام''، شمارہ نمبر ۶، ۲۰۱۴ء، شیش محل لاہور

❁...... ''الشیخ حافظ زبیر علی زئی رحمہ اللہ'' از حافظ صلاح الدین یوسف، ہفت روزہ ''الاعتصام''، شمارہ نمبر ۲۵، ۲۰۱۴ء شیش محل لاہور

❁...... ہفت روزہ ''اہلحدیث'' ۱۰۶، راوی روڈ لاہور

❁...... ماہنامہ ''الحدیث'' حضرو

❁...... ماہانہ ''محدث'' لاہور

مذکورہ مضامین ورسائل اور علمی واصلاحی مقالات کی روشنی میں آپ کے سوانح حیات وعلمی خدمات مرتب کی گئی ہیں۔ آپ کا مختصر تعارف اور علمی خدمات درج ذیل ہیں۔

خاندان کا تعارف

آپ کے آباواجداد میں ایک بزرگ کا نام پیر داد خاں تھا۔ جو کسی زمانے میں افغانستان سے ہجرت کر کے صوبہ سرحد (کے پی کے) کے ضلع اٹک کے ایک مقام حضرو کے قریب سکونت پذیر ہوئے۔ وہاں انہوں نے اپنے نام سے ایک گاوں ''پیر داد خاں'' آباد

کیا۔ آپ کے والد کا نام ''حاجی مجدد خاں'' ہے۔[1]

نام و پیدائش:

آپ کا اصل نام محمد زبیر تھا۔آپ ۲۵ جون ۱۹۵۷ کو حضرو میں پیدا ہوئے۔تاہم وہ ابوطاہر محمد زبیر علی زئی کے نام سے مشہور تھے۔

تعلیم و تربیت

آپ نے ابتدائی تعلیم اپنے گاؤں پیرداد میں حاصل کی۔ بعد ازاں گورنمنٹ ڈگری کالج اٹک سے گریجوایشن کا امتحان اعلی نمبروں سے پاس کیا۔اس کے بعد آپ نے پنجاب یونیورسٹی لاہور سے (۱۹۸۳) میں اسلامیات اور (۱۹۹۴) میں عربی کا امتحان پاس کیا۔شیخ رحمہ اللہ جدید تعلیم یافتہ بھی تھے۔اُنہوں نے انگلش میں ایم اے کیا ہوا تھا۔[2]

آپ نے اسلامی تعلیم کے حصول کے لئے ۱۹۹۰ میں جامعہ محمدیہ گوجرانولہ میں دورہ حدیث کیا اور جامعہ بھر میں اول پوزیشن حاصل کی۔اور پھر وفاق المدارس السّلفیہ فیصل آباد سے (عامہ، خاصہ، عالیہ اور عالمیہ) کے امتحانات میں کامیابیوں کو سمیٹا۔[3]

علم حدیث کی طرف میلان

حافظ زبیر علی زئی رحمہ اللہ کا حدیث کی طرف میلان کی وجہ ایک دلچسپ واقعہ بنا۔اس واقعہ کے متعلق ابوجابر عبداللہ دامانوی حفظہ اللہ رقم طراز ہیں:

> ''ایک مرتبہ شیخ محترم کے چچا نے انہیں صحیح بخاری عنایت کی اور کہا کہ بیٹا حدیث کی یہ صحیح ترین کتاب ہے آپ اس کا مطالعہ کریں لیکن اس پر عمل نہ کرنا۔شیخ صاحب فرماتے ہیں کہ میں حیران رہ گیا جب بخاری شریف حدیث کی صحیح ترین کتاب ہے تو پھر اس پر عمل سے کیوں روکا جارہا ہے؟ چنانچہ میں نے اس کا مطالعہ کیا پھر اس پر عمل کرنا بھی شروع کر دیا۔''[4]

چنانچہ اس کتاب کے مطالعہ کے بعد آپ علم حدیث کی طرف راغب ہوئے۔

مسلک کی تبدیلی

خود حافظ زبیر علی زئی رحمہ اللہ اپنے تبدیلی مسلک کی وجہ بننے والے واقعہ کی جانب یوں اشارہ کرتے ہیں: ''میں بذات خود

---

[1] بھٹی، محمد اسحاق، گلستان حدیث، ناشر، مکتبہ قدوسیہ، لاہور، ص: ۵۳۴

[2] زئی، محمد زبیر، حافظ، نور العینین فی اثبات رفع الیدین عند الرکوع و بعدہ فی الصلوۃ، ناشر: مکتبہ اسلامیہ، لاہور، ص: ۱۳

[3] گلستان حدیث، ص: ۵۳۴

[4] دامانوی، ابوجابر عبداللہ، ڈاکٹر ''حافظ زبیر علی زئی کی شخصیت میری نظر میں''، ماہنامہ دعوت اہل حدیث حیدر آباد، سندھ، شمارہ نمبر ۱۵۱، جنوری ۲۰۱۴ء، ص: ۳۸

پٹھانوں کے ایک غیر اہل حدیث خاندان سے تعلق رکھتا ہوں، میں جب چھوٹا نابالغ بچہ تھا تو میرا ایک رشتہ دار، جو ہمارے گاؤں میں دیوبندیوں کا سردار تھا۔ اس نے امام بخاری رحمہ اللہ کو ماں، بہن کی گالیاں دی تھیں۔ صحیح بخاری کی محبت نے مجھے کھینچ لیا اور میں نے مسلک اہل حدیث قبول کر لیا۔"(۱)

دوران مضمون اپنے ہدایت پانے کے بارے میں حافظ صاحب رحمہ اللہ نے ایک اور مقام پر یہ الفاظ سپرد قلم کیے ہیں:

"میں کوئی پیدائشی اہل حدیث نہیں ہوں بلکہ میرا تعلق پٹھانوں کے اس خاندان سے ہے جو اپنے آپ کو حنفی سمجھتے ہیں اور تقلید پر گامزن ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے مجھے ہدایت دی اور تقلید کے اندھیروں سے نکال کر کتاب وسنت کی روشن شاہراہ پر چلا دیا۔ والحمد للہ"(۲)

اہل علم سے محبت

اہل علم اور صحیح العقیدہ مسلمان سے محبت کرنا آپ کا وصف تھا۔ آپ جہاں کہیں بھی جاتے وہاں پر موجود اہل علم سے ملاقات ضرور کرتے۔ دیار غیر میں بھی اس کا بہت زیادہ اہتمام کیا کرتے تھے۔ ایک بار آپ نے یمن کا سفر کیا۔ تو آپ نے اس سفر یمن میں بہت سے اہل علم ودانش سے ملاقات کی۔ جن میں شیخ احمد المطری، شیخ ناصر الکحل اور شیخ محمد بن عبدالوھاب الوصابی سرفہرست ہیں۔ سعودی عرب میں گئے تو وہاں شیخ عبداللہ المعتاز اور شیخ ربیع کی سپیشل زیارت کی۔(۳)

علم اسمائے الرجال سے لگاؤ

آپ اس دور کے بہت بڑے محقق، مدرس، مترجم، خطیب، مناظر اور مصنف بھی تھے۔ تخریج میں آپ مہارت تامہ رکھتے تھے۔ آپ کی نظر بہت عمیق اور وسیع تھی۔ آپ جو کچھ بھی لکھتے تحقیق سے لکھتے تھے۔ آپ کو اللہ نے بہت سی صلاحیتوں سے نوازا ہے۔ حافظ زبیر علی زئی رحمہ اللہ چودھویں صدی میں علم حدیث اور جرح وتعدیل کے امام تھے۔ آپ کو علم الرجال سے بڑی دلچسپی تھی، چنانچہ ایک مقام پر اپنے بارے میں خود لکھتے ہیں: "راقم الحروف کو علم اسماء الرجال سے بڑا لگاؤ ہے۔"(۴)

مختلف زبانوں پر عبور

آپ کی مادری زبان "ہندکو" تھی، تاہم آپ کو دیگر زبانوں (پشتو، اردو، انگریزی، عبرانی، پنجابی اور عربی) میں لکھنے اور بولنے میں عبور حاصل تھا۔ موجودہ دور کے یہ واحد عالم دین تھے جن کو عبرانی زبان سے آشنائی تھی۔ آپ یہ زبان صرف پڑھ لکھ سکتے تھے،

---

(۱) ماہنامہ الحدیث، حضرو، شمارہ نمبر ۲۳، اپریل ۲۰۰۶ء، ص: ۴۰

(۲) زئی محمد زبیر، حافظ، تحقیقی، اصلاحی اور علمی مقالات، ناشر: مکتبہ اسلامیہ لاہور، ۳/ ۵۲۸

(۳) تحقیقی، اصلاحی اور علمی مقالات للزئی، ۲/ ۵۱۲

(۴) ایضاً: ۱/ ۴۹۸

باقی تمام زبانوں میں انھیں بولنے پر بھی دسترس حاصل تھا۔ (۱)

مناظرانہ طبیعت

آپ تقلیدی جمود کی بجائے تنقیدی اور مناظرانہ طبیعت کے حامل تھے۔ جہاں آپ نے کتب حدیث کے تحقیق وتخریج کی ہے وہاں متعدد مقامات پر مناظروں میں بھی حصہ لیا۔ جن میں سے چند ایک مناظرے اشاری طور پر درج ذیل ہیں:

(۱)...... ۱۹۹۷ میں آپ نے اٹک میں عیسائیوں کے ایک مذہبی سکول (ZBI) میں شجرہ حضرت عیسی علیہ السلام کے موضوع پر مناظرہ کیا۔ اور عبرانی زبان سے آشنائی کی وجہ سے انجیل کی عبارتوں میں تناقض ثابت کر کے عیسائی مناظر کو شکست فاش دی۔ (۲)

(۲)......آپ کا اٹک شہر میں مرزائیوں سے بھی مناظرہ ہوا جس میں مرزائی مناظر دلائل کی دنیا میں بے بس ہو گیا۔ تو امتیاز احمد نامی ایک مرزائی نے اسلام قبول کیا۔ (۳)

(۳)......ایک دفعہ ان کا جماعت المسلمین کے بانی ''ڈاکٹر مسعود احمد'' سے اسلام آباد میں مباحثہ ہوا اور ڈاکٹر صاحب لا جواب ہو گئے۔ (۴)

مزاج میں شدت

حافظ صاحب جہاں علمی طور پر مضبوط تھے وہاں آپ کے مزاج میں شدت بھی تھی۔ چنانچہ حافظ صلاح الدین یوسف حفظہ اللہ آپ کے مزاج کے بارے میں لکھتے ہیں:

> ''وہ ہر کام بڑی سرعت سے کرتے تھے۔ مزاج کی اس تیزی نے ہی ان سے بڑے بڑے کام کروالئے۔ بہت سے ایسے تحقیقی کام جن کے لئے کافی وقت درکار رہتا ہے۔ وہ انہوں نے مختصر وقت میں پورے کر لئے۔ مزاج کی شدت کی وجہ سے ان کے یہاں باطل سے مصالحت یا مداہنت کا کوئی تصور نہیں تھا۔ بلکہ اس کے لئے شمشیر برہنہ اور سیف بے نیام تھے۔ ان کے علم وتحقیق کی ترک تازیوں سے تمام باطل پرست پریشان تھے۔ حق کے دفاع اور باطل کی سرکوبی کے لئے وہ سربہ کف رہے۔'' (۵)

چند اوصاف حمیدہ

اللہ تعالی نے حافظ زبیر علی زئی کو بے شمار صفات سے نوازا ہوا تھا۔ آپ وقت اور وعدے کے بہت زیادہ پابند تھے۔ کبھی وعدہ

---

(۱) گلستان حدیث از اسحاق بھٹی، ص: ۵۳۶

(۲) گلستان حدیث از اسحاق بھٹی، ص: ۵۳۶

(۳) ایضاً

(۴) ایضاً

(۵) صلاح الدین یوسف، حافظ، ''الشیخ حافظ زبیر علی زئی'' ہفت روزہ الاعتصام شیش محل، لاہور، شمارہ نمبر ۲۵، ص: ۳۶

خلافی نہیں کی اور نہ ہی ٹائم ٹیبل کو نظر انداز کیا ہے۔ اسی لئے آپ فرماتے تھے: ''وقت کی پابندی انسان کے سچا اور صاحب اصول ہونے کی دلیل ہے۔'' ①

آپ سوالات کا جواب دینے میں بالکل عار محسوس نہیں کرتے تھے حتی کہ پہلے پہل ''الحدیث'' رسالے میں حافظ صاحب کا موبائل نمبر اور ان سے رابطے اور سوالات کے لئے مخصوص اوقات کار درج ہوتے تھے۔ فضل اکبر کاشمیری نائب مدیر الحدیث لکھتے ہیں: ''حافظ زبیر علی زئی صاحب سے بذریعہ فون روزانہ صبح ۸ تا ۱۱ بجے مسائل پوچھے جاسکتے ہیں۔ دیگر اوقات میں فون سننے کے لئے معذرت خواہ ہیں۔'' ②

زبیر علی زئی صاحب رحمہ اللہ اپنی کتب کے ساتھ ساتھ ''الحدیث'' مجلّے کی پروف ریڈنگ کا بھی خاص اہتمام فرمایا کرتے اور یہ اہم کام حافظ رحمہ اللہ خود کرتے تھے۔ مجلہ الحدیث میں حافظ شیر محمد کی جانب سے ''کمپوزنگ کی غلطیاں'' کے عنوان سے ایک اعلان شائع ہوا تھا جس کا متن یہ ہے:

''عام قارئین کو اطلاع دی جاتی ہے کہ الحدیث کا شمارہ نمبر ۶ استاد محترم حافظ زبیر علی زئی کی غیر موجودگی میں چھپا تھا جس میں کمپوزنگ کی غلطی سے یہ عبارت چھپ گئی۔'' ③

خلوص الٰہی کے پیکر

حافظ زبیر علی زئی خلوص الٰہی کے عملی مجسمہ تھے اس کی ایک مثال یہ ہے کی آپ کی وفات کے بعد دفتر المعہد السّلفی کراچی کے زیر انتظام فضیلۃ الشیخ عبداللہ ناصر رحمانی حفظ اللہ امیر جمعیت اہل حدیث سندھ کی زیر صدارت ایک اجلاس منعقد ہوا، اس اجلاس میں المعہد السّلفی کے اساتذہ نے شرکت کی اس موقعہ پر شیخ عبداللہ ناصر رحمانی حفظ اللہ نے بتایا:

''شیخ حافظ زبیر علی زئی رحمہ اللہ بالکل سادہ مزاج کے حامل تھے اور علم پر اتراتے نہیں تھے، وہ ریا کاری وشہرت پسندی سے کوسوں دور اور گمنامی کو پسند کرنے والے تھے۔ جب حافظ زبیر علی زئی رحمہ اللہ نے تصنیفی وتالیفی کام میں ابھی نیا نیا قدم رکھا اور اشاعتِ دین کے کام کا آغاز کیا تو انہوں نے اپنی چند تالیفات اشاعت کے لیے ایک مشہور ومعروف اشاعتی ادارہ کو پیش کیں تو ادارے کی انتظامیہ کا کہنا تھا کہ چونکہ آپ علمی وعوامی حلقوں میں زیادہ شہرت نہیں رکھتے لہٰذا ہم آپ کی پیش کردہ کتب شائع تو کریں گے لیکن آپ کے نام وتذکرہ کے بغیر! تو حافظ زبیر علی زئی رحمہ اللہ نے کہا کہ مجھے کوئی اعتراض نہیں۔ جذبہ دعوت وتبلیغ کے پیشِ نظر اس شرط کو قبول کرتے ہوئے کتب کی اشاعت کا اذن

---

① مقالاتِ زئی، یمن کا سفر، ۲/ ۵۱۲

② ماہنامہ الحدیث حضرو، شمارہ نمبر ۲۰، جنوری ۲۰۰۶ء، ص: ۲۶

③ ماہنامہ الحدیث حضرو، شمارہ نمبر ۲۳، اپریل ۲۰۰۶ء، ص: ۴۶

مراحمت فرمادیا"۔(۱)

ازواج واولاد:

۱۹۸۲ء میں آپ کی شادی ہوئی۔آپ کی ایک بیوی تھی۔اللہ نے آپ کو تین بیٹے اور چار بیٹاں عطاء کیں۔بیٹوں کے نام یہ ہیں: طاہر،عبداللہ ثاقب اور معاذ۔(۲)

ایام علالت

شیخ محترم رحمہ اللہ پر فالج کا اٹیک ہوا تقریباً ڈیڑھ ماہ تک اسپتال میں زیرِ علاج رہے،اسلام آباد کے ایک ہسپتال میں آپ کے دماغ کا آپریشن ہوا،آپریشن کے بعد آپ ہوش میں بھی آ گئے اور وہاں پر موجود اپنے تلامذہ کو پہچانا اور ان سے گفتگو بھی کی اور ایک دو روز بعد آپ کی صحت میں بہتری کے آثار بھی نمودار ہوئے لیکن پھر اچانک طبیعت بگڑی اور آپ قومہ میں چلے گئے،ہفتہ دس دن اسی کیفیت میں رہے اور پھر بالآخر وہ ساعت آ پہنچی کہ جس کے متعلق وارد ہے کہ اذا جاءلا یوخر کہ جب وہ آجائے تو ٹلتی نہیں۔

سانحہ وفات

الشیخ الحافظ زبیر علی زئی ۱۰ نومبر ۲۰۱۳ء، بروز اتوار صبح سات بجے ۵۶ سال ۵ ماہ ۱۵ دن کی عمر پا کر دار فانی سے دار بقا کی جانب کوچ کر گئے انا للہ وانا الیہ راجعون۔شیخ رحمہ اللہ کا نماز جنازہ ان کے آبائی گاؤں میں فضیلۃ الشیخ علامہ عبدالحمید ازہر صاحب حفظہ اللہ نے پڑھایا۔نماز جنازہ میں علماء،طلباء سمیت کثیر تعداد نے شرکت کی۔تقریباً دس ہزار سے زائد افراد نماز جنازہ میں شریک تھے۔اور کسی عالم کا اس دنیا سے رخصت ہونا بہت بڑا سانحہ ہوتا ہے۔خصوصاً ایسے عالمِ دین کی موت پورے عالم (جہاں) کی موت تصور کی جاتی ہے۔کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا فرمان ہے۔"اللہ تعالیٰ لوگوں کے سینوں سے کھینچ کر اس علم کو نہیں اٹھائے گا، بلکہ یہ علم،علماء(حق) کے چلے جانے سے ختم ہوگا،حتی کہ وقت آئے گا کہ کوئی عالم باقی نہیں رہے گا۔لوگ اپنا سردار ،راہبر،راہنما جاہلوں کو بنالیں گے،اُن (جاہلوں) سے سوالات پوچھے جائیں گے اور وہ بغیر علم کے جواب دیں گے۔خود بھی گمراہ ہونگے اور لوگوں کو بھی گمراہ کر ڈالیں گے۔"(۳)

شیخ رحمۃ اللہ علیہ کے حوالے سے اہلِ علم کے تاثرات

آپ رحمہ اللہ کا اہل علم کا بہت مقام تھا۔یہی وجہ ہے کہ آپ کی وفات پر پاکستان کے جید علماء کرام نے آپ رحمہ اللہ کے بارے میں

---

(۱) "حافظ زبیر علی زئی کی شخصیت میری نظر میں" ڈاکٹر عبداللہ دامانوی،ص:۳۸

(۲) نور العینین فی اثبات رفع الیدین،ص:۱۳

(۳) البخاری،محمد بن اسماعیل،حافظ،صحیح البخاری،کتاب العلم،باب کیف یقبض العلم،ناشر:مکتبہ دار السلام،لاہور،رقم الحدیث:۱۰۰

درج ذیل تاثرات دیئے۔[1]

① ۔الشیخ رفیق اثری صاحب حفظہ اللہ:

''میں ان کی وفات کو جماعت کے لئے بہت بڑا نقصان اور سانحہ سمجھتا ہوں، رجال پر ان کی بہت گہری نظر تھی۔ اہل بدعۃ کے حوالے سے لکھنے میں بھی ان کا انداز منفرد تھا۔ وہ مستحکم دلائل کے ساتھ اچھے انداز میں جواب دیتے تھے۔ اللہ انہیں غریق رحمت کرے اور جماعت کو ان کا اچھا کوئی نعم البدل عطا کرے۔''

③ ۔الشیخ عبداللہ ناصر رحمانی صاحب حفظہ اللہ:

''وہ بڑے عظیم عالم دین تھے، بالخصوص علم الرجال میں وہ خاص ملکہ رکھتے تھے، بلکہ پورے پاکستان میں اس فن میں ان کا کوئی ثانی نہیں تھا۔ وہ نہایت سادہ طبیعت کے مالک تھے۔ زہد وتقوی اور قوی حافظہ ان کی شخصیت کے نمایاں پہلو ہیں۔''

④ ۔الشیخ ارشاد الحق اثری صاحب حفظہ اللہ:

''الشیخ زبیر علی زئی صاحب ماشاء اللہ! اللہ نے انہیں جو صلاحیتیں عطا فرمائی تھیں اور جو ودیعتیں بخشی تھیں وہ انہی کا خاصہ ہیں۔ حدیث ورجال پر ان کی بڑی گہری نظر تھی۔ اللہ تعالی نے انہیں بڑا حفظ وضبط عطا فرمایا تھا۔ لیکن ہر آدمی کا وقت اللہ کے یہاں مقرر ہے۔ اللہ کے فضل وکرم سے انہوں نے حدیث کی کافی خدمت کی مگر ان سے وابستہ زیادہ تر توقعات ادھوری رہ گئی ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان کی حسنات ومساعی جمیلہ کو قبول فرمائے۔ اور جو کمی بیشی، کمزوریاں ہیں اللہ تعالیٰ ہم سب کی معاف فرمائے۔ (آمین)''

⑤ ۔الشیخ مسعود عالم صاحب حفظہ اللہ:

''وہ اپنے زمانے کے بہت نادر آدمی تھے۔ اللہ نے انہیں بہت علم اور قوی حافظہ عطاء فرمایا تھا۔ جماعت کے لئے انہوں نے مخلصانہ کوششیں کی ہیں۔ خاص طور پر حدیث نبوی کی خدمت ہر محاذ پر کی۔ جہاں کہیں بھی سنت کے خلاف کسی نے آواز اٹھائی، آپ نے دفاع کیا۔ رب العزت ان کے درجات بلند فرمائے۔ اور اللہ رب العزت انہیں اپنے مقرب بندوں میں شامل فرمائے۔ (آمین)''

⑥ ۔الشیخ مبشر احمد ربانی صاحب حفظہ اللہ:

''آپ بے شمار خوبیوں کے مالک تھے۔ اور اپنے ہم عصر علماء میں سے پاکستان کے اندر اسماء الرجال کے سب سے زیادہ ماہر تھے۔ اور گمراہ کن افکار کے حامل افراد کے خلاف کتاب وسنت کی روشنی میں بہت جلد میدان میں اتر آتے تھے۔ اسی طرح جب بھی اہل بدعت کے خلاف کوئی بھی مناظرے کا محاذ گرم ہوا تو شیخ زبیر علی زئی رحمہ اللہ اپنے رفقاء کے شانہ بشانہ چلے اور اپنے ساتھیوں سے بڑھ کر دلائل کی تیاری کے ساتھ میدان میں

---

[1] اثری، محمد یونس، حافظ، سپرد سوانح محدث عصر حافظ زبیر علی زئی، ماہنامہ دعوت اہل حدیث سندھ، شمارہ نمبر: ۱۵۱

اترے۔اس طرح کا عبقری شخص سالوں بعد پیدا ہوتا ہے۔اللہ تعالیٰ ان کو انبیاء،شھداء اور صالحین کا ساتھ نصیب فرمائے،اور انہیں جنت الفردوس کے اونچے مقام پر فائز کرے۔آمین یارب العالمین''

⑥۔الشیخ عبدالستار حماد صاحب حفظہ اللہ ورعاہ:

''اسماء الرجال کے فن میں بڑی مہارت رکھتے تھے۔اہل بدعت کے حوالے سے ان کا تبصرہ بڑا جاندار ہوتا تھا۔اختلاف کو برداشت کرنے والے تھے۔اللہ انہیں غریق رحمت کرے۔(آمین)''

حافظ زبیر علی زئی رحمہ اللہ کے اساتذہ کرام

آپ کے اساتذہ میں جن عظیم علماء کے نام آتے ہیں،ان میں سے چند ایک کا مختصر تعارف درج ذیل ہے۔

①۔الشیخ محب اللہ شاہ راشدی رحمہ اللہ(متوفی ۲۱ جنوری ۱۹۹۵)

آپ الشیخ بدیع الدین شاہ راشدی رحمہ اللہ کے بڑے بھائی تھے۔آپ ایک نیک،متقی اور پرہیز گار انسان اور عالم باعمل تھے۔ آپ صوم داودی پر عمل پیرا رہے۔آپ کی پرہیز گاری کا یہ عالم تھا کہ تازہ اخبار کی تصاویر کو مٹا کر آپ کے مکتبہ میں لایا جاتا تھا۔اس لئے حافظ زبیر علی زئی رحمہ اللہ بھی لکھتے ہیں:

''اگر مجھے رکن یمانی و مقام ابراہیم کے درمیان کھڑا کر کے قسم دی جائے تو یہی کہوں گا کہ میں نے شیخنا محب اللہ شاہ راشدی رحمۃ اللہ علیہ سے زیادہ نیک،زاہد اور افضل اور شیخ بدیع الدین شاہ رحمۃ اللہ علیہ سے زیادہ عالم و فقیہ انسان کوئی نہیں دیکھا۔''[1]

آپ علم اسماء الرجال کے ماہر تھے۔عرب کے بعض علماء بھی آپ سے مستفید ہوئے۔حتیٰ کہ زئی رحمہ اللہ نے بھی علم الاسماء الرجال کی تعلیم ان سے حاصل کی۔زئی صاحب مزید لکھتے ہیں''میں نے بہت سے شیوخ سے جرح و تعدیل کے سوالات کئے تھے جن میں مولانا محب اللہ شاہ الراشدیؒ برسرعنوان ہیں۔''[2] آپ کی توثیق شیخ البانی رحمۃ اللہ علیہ اور شیخ عطاء اللہ حنیف بھوجیانی رحمہ اللہ نے بھی کی ہے۔آپ نے تصانیف کا بہت بڑا سرمایہ چھوڑا ہے جو عربی،اردو اور سندھی زبان میں موجود ہے۔

②۔الشیخ بدیع الدین شاہ راشدی رحمۃ اللہ علیہ(متوفی ۸ جنوری ۱۹۹۶)

الشیخ بدیع الدین شاہ راشدی رحمہ اللہ اپنے وقت کے ایک عظیم محدث تھے۔آپ کو شیخ العرب والعجم کے نام سے یاد کیا جاتا ہے۔ سندھ میں آپ نے دین حنیف کی بہت سی خدمات سرانجام دیں۔آپ ایک کامیاب مدرس اور عظیم مصنف بھی تھے۔آپ نے عربی،سندھی اور اردو زبانوں میں عظیم الشان کتب تصنیف کیں۔حافظ زبیر علی زئی صاحب رحمہ اللہ نے بھی ان کے سامنے زانوائے تلمذ بچھایا ہے۔شاہ صاحب سے تعلق تلمّذ کا ذکر کرتے ہوئے حافظ زبیر علی زئی صاحب رحمہ اللہ نے خود لکھا ہے:''راقم الحروف کو بھی شرفِ

---

[1] تحقیقی،اصلاحی اور علمی مقالات للزئی،۱/ ۵۰۵

[2] تحقیقی،اصلاحی اور علمی مقالات للزئی،۱/ ۴۹۸

تلمذ حاصل ہے۔''[1] پھر مزید ان کے بارے میں لکھتے ہیں:

''راقم الحروف سے آپ کا رویہ شفقت سے بھرپور تھا۔ایک دفعہ آپ ایک پروگرام کے سلسلے میں راولپنڈی تشریف لائے تو کافی دیر تک مجھے سینے سے لگائے رکھا۔''[2]

③۔علامہ مولانا فیض الرحمن الثوری رحمۃ اللہ علیہ (متوفی ۴ دسمبر ۱۹۹۶)

الشیخ حافظ زبیر علی زئی رحمہ اللہ ان کے بارے میں لکھتے ہیں: ''راقم الحروف کو آپ سے استفادہ کا موقعہ استاذ محترم شیخ ابومحمد بدیع الدین شاہ الراشدی رحمہ اللہ کے مکتبہ راشدیہ، نیوسعید آباد میں ملا۔آپ نے سند حدیث اور اس کی اجازت اپنے دستخط کے ساتھ ۱۳ صفر ۱۴۰۸ھ کو مرحمت فرمائی۔آپ مولانا ابوتراب عبدالتواب ملتانی رحمہ اللہ سے اور وہ سید نذیر حسین محدث دہلوی رحمہ اللہ سے روایت کرتے ہیں۔رحمھم اللہ اجمعین''[3]

④۔حاجی اللہ دتہ رحمۃ اللہ علیہ (متوفی ۱۰ اگست ۲۰۰۱)

حافظ زبیر علی زئی رحمہ اللہ نے اپنے مقالات میں بہت سی علمی شخصیات کا ذکر خیر کیا ہے مگر حاجی اللہ دتہ رحمہ اللہ کے حالات کو بہت تفصیل سے ذکر کیا ہے۔آپ بہترین خطیب اور کامیاب مناظر تھے۔ان کے بارے میں حافظ زبیر علی زئی رحمہ اللہ لکھا: ''جن شیوخ سے میں نے بہت زیادہ استفادہ کیا ہے، حاجی اللہ دتہ صاحب ان میں سرفہرست ہیں۔''[4] مقالات میں آپ نے حاجی صاحب کو ان الفاظ میں خراج تحسین پیش کیا ہے:

> ''حاجی صاحب کتابیں نہیں لکھتے تھے مگر ایسے شاگرد تیار کرتے جنکا اوڑھنا اور بچھونا ہی تصنیف وتالیف ہے۔آپ بہترین مدرس اور جلیل القدر استاد تھے جو شخص آپ سے کچھ پڑھ لیتا تو ایسا ماہر ہو جاتا کہ بڑے سے بڑا شیخ الحدیث بھی آپ کے شاگرد سے ڈرتا تھا۔''[5]

⑤۔الشیخ عطاء اللہ حنیف بھوجیانی رحمۃ اللہ علیہ (متوفی ۱۹۸۷)

حافظ زبیر علی زئی رحمہ اللہ کے اساتذہ میں عطاء اللہ حنیف رحمہ اللہ بھی شامل ہیں۔آپ مسلک اہل حدیث کے عظیم علماء میں سے ایک نامور عالم دین تھے۔آپ کو اللہ تعالیٰ نے صحافت کا ملکہ بھی عطاء کیا ہوا تھا۔آپ نے اگست ۱۹۴۹ میں مجلہ ''الاعتصام'' کا اجراء کیا۔ ۱۹۵۶ میں ایک علمی اور تحقیقی مجلہ ''الرحیق'' کا بھی اجراء کیا۔آپ کی متعدد تصانیف ہیں، جن میں سے ایک سنن النسائی کی عربی شرح ''التعلیقات السلفیة'' عوام میں بہت مقبول ہوئی۔

---

[1] تحقیقی، اصلاحی اور علمی مقالات للزئی، ۱/ ۴۹۱

[2] تحقیقی، اصلاحی اور علمی مقالات للزئی، ۱/ ۴۹۲

[3] تحقیقی، اصلاحی اور علمی مقالات للزئی، ۱/ ۵۰۸

[4] تحقیقی، اصلاحی اور علمی مقالات للزئی، ۱/ ۵۰۹

[5] تحقیقی، اصلاحی اور علمی مقالات للزئی، ۱/ ۵۲۱

⑥۔الشیخ حافظ عبدالمنان نور پوری رحمۃ اللہ علیہ: (متوفی ۲۰۱۲)

حافظ زبیر رحمہ اللہ نے حافظ عبدالمنان نور پوری رحمہ اللہ سے بھی استفادہ کیا۔آپ ایک جید عالم دین تھے۔اور نہایت عالی کردار مدرس تھے۔سادگی اور تقوی میں اپنی مثال آپ تھے۔آپ کی ساری زندگی شعبہ تعلیم وتدریس سے وابستہ تھی۔آپ رحمہ اللہ نے بہت زیادہ تحریری سرمایہ چھوڑا ہے۔[1]

حافظ زبیر علی زئی رحمہ اللہ کے تلامذہ

آپ اصول حدیث کے مختلف جگہوں دورہ جات کروایا کرتے تھے۔جن میں مختلف مدارس کے اساتذہ وطلباء نے شرکت کیا کرتے تھے۔اسی لحاظ سے آپ کے تلامذہ کی تعداد بہت زیادہ ہے۔مگر آپ کے چند مشہور اور مخصوص تلامذہ کا مختصر تعارف درج ذیل ہیں۔

①۔شیخ حافظ ندیم ظہیر حفظہ اللہ

آپ حافظ صاحب رحمہ اللہ کے ملازم شاگردوں میں سے ہیں جنھوں نے خصوصی التزام کے ساتھ شیخ صاحب سے استفادہ کیا۔شیخ صاحب کو آپ سے کافی امیدیں بھی تھیں۔آپ شیخ صاحب کی زندگی سے ہی ماہنامہ الحدیث حضرو کے نائب مدیر ہیں۔آپ ماشاءاللہ تحقیق کا اچھا ذوق رکھتے ہیں آپ کے بعض مقالات بھی منظر عام پر آچکے ہیں۔ان کی تحریر میں حافظ زبیر علی زئی رحمہ اللہ کی تحریر کی جھلک بھی نظر آتی ہے۔

②۔شیخ حافظ شیر محمد صاحب حفظہ اللہ

آپ بھی شیخ رحمہ اللہ کے ملازم شاگردوں میں سے ہیں اور حضرو میں واقع مدرسے کے مدرس بھی ہیں۔فضائل صحابہ کے مؤلف بھی ہیں۔

③۔شیخ صدیق رضا صاحب حفظہ اللہ

آپ جامعۃ الدراسات کے استاذ ہیں۔آپ کے بعض مقالات اور کتب پڑھنے کا موقع ملا۔میدان مناظرہ میں آپ کی محنتیں اور جہود کافی ہیں۔آپ مختلف موضوعات پر مختلف مکاتب فکر سے کئی کامیاب مناظرے بھی کر چکے ہیں۔

④۔شیخ غلام مصطفی ظہیر امن پوری حفظہ اللہ

آپ کا شمار جماعت کے ممتاز علماء میں ہوتا ہے،آپ ماہنامہ ''السنۃ'' کے مدیر ہیں۔کافی کتب کے مؤلف بھی ہیں۔

حافظ زبیر علی زئی کی علمی خدمات

شیخ زبیر علی زئی رحمہ اللہ موجودہ دور کے ایک جید عالم ومحدث تھے۔اور آپ پاکستان کے اندر اپنے ہم عصر علماء میں سے اسماء الرجال کے سب زیادہ ماہر تھے۔خدمت حدیث پر ان کی کتب اور مقالات ایک شاہکار کی حیثیت رکھتی ہیں۔آپ کے علمی وتحقیقی

---

[1] بھٹی، محمد اسحاق، دبستان حدیث، ناشر مکتبہ قدوسیہ، لاہور، ص: ۵۴۵

کام نے نہ صرف امت مسلمہ کو صحیح ضعیف کی شناخت کرائی بلکہ ان کے ایمان وعقائد، عبادات اور معاملات کی اصلاح کی بھرپور کوشش بھی کی۔ پاکستان میں تحقیق وتخریج کے کام کو نئی زندگی بخشی۔ آپ کی گرانقدر محنت کی وجہ سے لوگوں میں تحقیق کا جذبہ بیدار ہوا۔

حافظ زبیر علی زئی کا تحقیقی سرمایہ مطبوعہ اور غیر مطبوعہ دونوں صورتوں میں موجود ہے۔ آپ کی کتب کی تعداد ۱۰۰ سے زیادہ ہے۔ اور بعض کتب پر آپ نے تحقیق وتخریج کا کام کیا تھا۔ مگر ان کتب کی اشاعت پہلے آپ رحمہ اللہ سے مراجعت نہیں کروائی گئی۔ لہٰذا اب آپ ان تمام کتب سے بری ہیں۔ ایک بار آپ رحمہ اللہ سے سوال بھی کیا گیا کہ اردو مارکیٹ میں چند کتب پر آپ کا نام بطور محقق لکھا ہوا ہے۔ کیا ان کتب کی تحقیق آپ نے ہی کی ہے؟ اور ان تحقیقات کی آپ کے نزدیک کیا حیثیت ہے؟ اس سوال کے جواب میں آپ رحمہ اللہ نے صراحتاً اعلان کیا:

میں تین قسم کی کتب کا ذمہ دار ہوں:

[۱]......جو مکتبۃ الحدیث حضرو سے شائع شدہ ہیں۔

[۲]......جن کے آخر میں ہر ایڈیشن کے لحاظ سے میرے دستخط ہیں۔

[۳]......جو کتابیں محترم محمد سرور عاصم کے مکتبہ اسلامیہ لاہور/فیصل آباد سے شائع شدہ ہیں۔

ان شروط ثلاثہ کے علاوہ میں کسی کتاب یا تحریر کا ذمہ دار نہیں ہوں۔ بطور وضاحت عرض ہے کہ مصنف کے پاس یہ حق ہوتا ہے کہ وہ اپنی کتاب کے ہر ایڈیشن کی نظر ثانی کرے اور اگر مناسب سمجھے تو بعض مقامات کی اصلاح بھی کرے۔ اسے ''حق تعدیل'' کہا جاتا ہے ۔ میری تمام کتب وتحریرات کا حق تعدیل میرے پاس ہے۔ لہذا میں درج ذیل کتب کا ذمہ دار نہیں ہوں:

(۱)......مکتبہ قدوسیہ کی شائع کردہ تفسیر ابن کثیر

(۲)......مکتبہ نعمانی کی مطبوع تفسیر ابن کثیر

(۳)......تسہیل الوصول تخریج صلوۃ الرسول

(۴)......نماز نبوی از ڈاکٹر شفیق الرحمان

ذیل کتب میں سے جس ایڈیشن کے آخر میں میرے دستخط ہوں گئے۔ اسی ایڈیشن کا ہی میں ذمہ دار ہوں گا دیگر کا نہیں۔

[۱]......نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لیل ونہار

[۲]......عبادات میں بدعات اور سنت نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ان کا رد۔[1]

بہر حال راقم نے اپنی بساط کے مطابق شیخ رحمہ اللہ کی مطبوعہ وغیر مطبوعہ کتب کو جمع کیا ہے۔ آپ کی تمام کتب کو دو انواع میں تقسیم کیا جاتا ہے:

①۔اردو کتب ②۔عربی کتب

---

[1] ماہنامہ الحدیث، حضرو، شمارہ نمبر: ۹۴، اپریل ۲۰۱۲ء، ص:۶

①۔حافظ زبیرعلی زئی رحمہ اللہ کی اردو تالیفات:

شیخ رحمہ اللہ کی قومی زبان اُردو تھی اسی وجہ سے آپ کا زیادہ تر تحریری سرمایہ اسی زبان میں ہے۔شیخ کی اردو کتب کو مزید تین انواع میں تقسیم کرتے ہیں۔

(الف)۔تالیفات (ب)۔تراجم،تحقیقات وتخریجات (ج) نظر ثانی

(الف)۔تالیفات

اس قسم میں آپ رحمہ اللہ کی وہ کتب شامل ہیں جن کو آپ رحمہ اللہ نے خود تالیف کیا۔طوالت کے ڈر کی وجہ سے ذیل میں حافظ زبیرعلی زئی رحمہ اللہ کی جمیع تصنیف شدہ کتب کے ناموں پر ہی اکتفاء کیا جائے گا۔

۱۔ آل دیو بند کے تین سو(۳۰۰) جھوٹ
۲۔ آل دیو بند سے دوسودس(۲۱۰) سوالات
۳۔ القول المتین فی الجہر بالتامین
۴۔ النصر الربانی فی ترجمۃ محمد بن حسن الشیبانی
۵۔ امین اوکاڑوی کا تعاقب
۶۔ امامت کے اہل کون
۷۔ انوار الطریق فی ردظلمات فیصل الحلیق
۸۔ الکوکب الدریہ
۹۔ اہلحدیث کے صفاتی نام پر اجماع پچاس حوالے
۱۰۔ اہلحدیث ایک صفاتی نام
۱۱۔ بدعتی کے پیچھے نماز کا حکم
۱۲۔ تحقیقی،اصلاحی اور علمی مقالات

یہ کتاب دراصل محترم حافظ زبیرعلی زئی رحمہ اللہ کے ان مضامین ورسائل کا مجموعہ ہے جو مختلف موقعوں پر مختلف رسائل وجرائد کی زینت بنتے رہے۔ان مقالات میں عقائد،مسلک اہل حدیث پر ہونے والے اعتراضات کے مسکت جوابات،نماز کے بعض مسائل،اصول حدیث،تحقیق روایات،تذکرہ راویان حدیث اور شذرات الذہب (سلف صالحین کے احوال واقوال) جیسے موضوعات پر مدلل ابحاث موجود ہیں۔ان مقالات کو''الکتاب انٹرنیشنل جامعہ نگر دھلی'' نے چھ جلدوں میں جبکہ مکتبہ اسلامیہ والوں نے ۳ جلدوں میں شائع کیا۔

نیز ان مقالات میں آپ کے چند وہ رسائل وکتابچے بھی موجود ہیں جن کو بعض اہل علم نے کتب میں شمار کیا ہے اور ابھی تک کسی مکتبہ نے ان کو الگ سے شائع نہیں کیا۔ان کتابچوں کے نام درج ذیل ہے:

- التاسیس فی مسئلۃ التدلیس
- امام احمد بن حنبل کا مقام محدثین کی نظر میں
- القول الصحیح فیما تواتر فی نزول المسیح
- دجال اکبر کا خروج

❁ سلف صالحین وتقلید

❁ شعار اصحاب الحدیث للحاکم الکبیر

❁ نصر المعبود فی الرد علیٰ سلطان محمود

❁ یمن کا سفر

۱۳۔ تعداد رکعات قیام رمضان کا تحقیقی جائزہ

۱۴۔ تلخیص الاحادیث المتواترہ (مخطوط)

۱۵۔ تلخیص نصب العماد فی جرح الحسن بن زیاد

۱۶۔ توفیق الباری فی تطبیق القرآن وصحیح البخاری

۱۷۔ جعلی جزء کی کہانی اور علمائے ربانی

۱۸۔ جنت کا راستہ

۱۹۔ دین میں تقلید کا مسئلہ

۲۰۔ رمضان المبارک کے بعض مسائل

۲۱۔ سیف الجبار فی جواب ظہور وشار

۲۲۔ سیرت رحمۃ العالمین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے درخشاں پہلو

۲۳۔ صحیح بخاری پر منکرین حدیث کے حملے اور ان کا مدلل جواب

۲۴۔ صحیح بخاری پر اعتراضات کا علمی جائزہ

۲۵۔ عصر حاضر کے چند کذابین کا تذکرہ (غیر مطبوع)

۲۶۔ فتاویٰ علمیہ المعروف توضیح الاحکام

۲۷۔ قربانی کے مسائل

۲۸۔ قرآن مخلوق نہیں بلکہ اللہ کا کلام ہے

۲۹۔ مختصر نماز نبوی: (تکبیر تحریمہ سے سلام تک)

۳۰۔ مقالات الحدیث (ماہنامہ ''الحدیث'' کے (۲۰۰۴ء سے ۲۰۱۰ء) تک کے مضامین کی کتابی شکل)

۳۱۔ نماز میں ہاتھ باندھنے کا حکم اور مقام

۳۲۔ نور القمرین فی اثبات رفع الیدین

۳۳۔ نور العینین فی اثبات رفع الیدین

۳۴۔ ہدیۃ المسلمین (نماز کے اہم مسائل مع مکمل نماز نبوی)

(ب)۔تراجم، تحقیقات وتخریجات

حافظ زبیر علی زئی رحمہ اللہ نے بعض کتب کے تراجم کئے، بعض کی تحقیق اور کچھ کی تخریج بھی کی تھی۔اس طرح کی تمام کتب کے نام درج ذیل ہیں:

۱۔ الاتحاف الباسم فی تحقیق موطا امام مالک بروایۃ ابن القاسم
۲۔ اثبات عذاب القبر للبیہقی
۳۔ اختصار علوم الحدیث لابن کثیر
۴۔ اضواء المصابیح فی تحقیق مشکوۃ المصابیح
۵۔ امت اور شرک کا خطرہ
۶۔ اہلسنت سے فتنوں کو دور کرنا
۷۔ تخریج احادیث الرسول کا نک تراہ
۸۔ تخریج ریاض الصالحین
۹۔ تخریج فتاویٰ اسلامیہ
۱۰۔ ترجمہ وتحقیق آثار السنن (غیر مطبوع)
۱۱۔ جزء رفع الیدین فی الصلاۃ
۱۲۔ حصن المسلم
۱۳۔ حاجی کے شب وروز
۱۴۔ سنن اربعہ کی تحقیقات وتخریجات

سنن اربعہ کو ذخیرہ احادیث میں بہت اہمیت حاصل ہے۔حافظ زبیر علی زئی رحمہ اللہ نے ان کتب کی جرح وتعدیل اور اسماء الرجال کے علوم وفنون کی روشنی میں تحقیقات وتخریجات کا کام بھی کیا ہے۔یہ کتب مندرجہ ذیل علماء کے تراجم کے ساتھ دار السلام سے شائع ہوئیں:

①۔سنن ابن ماجہ ترجمہ وفوائد عطاء اللہ ساجد
②۔سنن ابوداود ترجمہ وفوائد ابو عمار عمر فاروق سعیدی
③۔سنن نسائی ترجمہ وفوائد حافظ محمد امین
④۔جامع ترمذی کی تحقیق وتخریج ابھی عربی میں ہی ہے۔

ان کتب پر آپ نے درج ذیل کام کئے ہیں:

❁ ''مقدمۃ التحقیق'' کے نام سے ایک شاندار تحریر ہر کتاب کے ابتداء میں لکھی۔جس میں آپ نے اپنے منہج کی وضاحت کی

ہے۔

❋ تمام روایات پر اصول روایت و درایت کی روشنی میں صحت وضعف کا حکم لگایا ہے۔

❋ تمام ضعیف روایات کی وجہ ضعف بھی بیان کی ہے۔

❋ تمام احادیث کی تخریج بھی کی ہے۔

۱۵۔ شمائل ترمذی

۱۶۔ شرح حدیث جبریل فی تعلیم الدین

۱۷۔ شرعی احکام کا انسائیکلو پیڈیا قرآن مجید اور احادیث صحیحہ کی روشنی میں

۱۸۔ عبادات میں بدعات اور سنت سے ان کا رد

۱۹۔ فضائل جہاد

۲۰۔ فضائل صحابہ صحیح روایات کی روشنی میں

۲۱۔ فضائل درود سلام

۲۲۔ کتاب الاربعین

۲۳۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے لیل ونہار

۲۴۔ نصر الباری فی تحقیق وترجمۃ جزء القراءۃ للبخاری

(ج)۔ نظر ثانی

آپ رحمہ اللہ نے کچھ کتب کی نظر ثانی بھی کی ہے۔ ان کتب کے نام درج ذیل ہیں:

①. مشہور واقعات کی حقیقت

②. صحیح بخاری کا مطالعہ اور فتنہ انکار حدیث

③. آئینہ دیوبندیت

④. اسلامی وظائف

⑤. تفسیر ابن کثیر مترجم خطیب الہند محمد جونا گڑھی تحقیق وتخریج کامران طاہر

⑥. الصحیفۃ فی الاحادیث الضعیفۃ من سلسلۃ الاحادیث الصحیحۃ

② حافظ زبیر علی زئی رحمہ اللہ کی عربی تصانیفات

شیخ زبیر علی زئی رحمہ اللہ نے صرف اردو زبان میں ہی تحریری سرمایہ نہیں چھوڑا بلکہ عربی زبان میں بھی کافی تالیفات کی ہیں۔ آپ کی عربی کتب زیادہ تر مخطوطہ جات کی شکل میں ہیں۔ جو ابھی طباعت سے آراستہ نہیں ہوئیں۔ اسی بنا پر ہم شیخ رحمہ اللہ کی عربی کتب کو دو

اقسام میں تقسیم کر سکتے ہیں:

(الف) مطبوع کتب (ب) مخطوطہ جات

(الف)۔ مطبوعات

اس سے مراد ایسی کتب ہیں جو اشاعت کے مراحل سے گزر کر مارکیٹ میں آچکی ہیں۔ ان کے نام یہ ہیں:

①۔ أنوار الصحیفة فی الاحادیث الضعیفة

②۔ الفتح المبین فی تحقیق طبقات المدلسین

③۔ تحفة الاقویاء فی تحقیق کتاب الضعفاء

④۔ تحقیق وتخریج جزء علی بن محمد الحمیری

⑤۔ تحقیق وتخریج سنن الترمذی

⑥۔ تحقیق و تخریج مناقب علی والحسین وامهما فاطمة الزهراء

⑦۔ تخریج وتحقیق حصن المسلم

⑧۔ تسهیل الحاجة فی تحقیق وتخریج سنن ابن ماجه

⑩۔ تحقیق وتخریج بلوغ المرام

⑩۔ عمدة المساعی فی تحقیق وتخریج سنن النسائی

⑪۔ فی ظلال السنن (الحدیث وفقهه)

(ب)۔ مخطوطہ جات

مخطوطہ جات سے مراد آپ کی وہ کتب ہیں جو ابھی اشاعت کے مراحل سے نہیں گزریں یعنی غیر مطبوعہ ہیں۔ ان کی فہرست درج ذیل ہے:

۱۔ التقبیل والمعانقة لابن الاعرابی تحقیق وتخریج

۲۔ أضواء المصابیح فی تحقیق مشکوۃ المصابیح

۳۔ الأسانید الصحیحة فی أخبار الامام ابی حنیفة

۴۔ السراج المنیر فی تخریج تفسیر ابن کثیر

۵۔ أنوار السبیل فی میزان الجرح والتعدیل

۶۔ أنوار السنن فی تخریج وتحقیق آثار السنن

۷۔ العقد التمام فی تحقیق السیرة لابن هشام

۸۔ تحقیق مسائل محمد بن عثمان بن أبی شیبة

۹۔ تحقیق وتخرج أحادیث اثبات عذاب القبر للبیهقی

۱۰۔ تحقیق وتخریج کتاب الاربعین لابن تیمیة

۱۱۔ تحقیق وتخریج مسند الحمیدی

۱۲۔ تحقیق وتخریج موطا امام مالك برواية يحيى بن يحيى

۱۳۔ تحقیق الانوار فی شمائل النبی المختار

۱۴۔ تخریج شعار أصحاب الحدیث لا بی احمد الحاکم

۱۵۔ تخریج کتاب الجهاد لابن تیمیة

۱۶۔ تخریج کتاب النهاية فی الفتن والملاحم

۱۷۔ تخریج وتحقیق المعجم الصغیر للطبرانی (غیر کامل)

۱۸۔ تخریج أحادیث منهاج المسلم

۱۹۔ تخریج جزء رفع الیدین للبخاری

۲۰۔ تخریج فضل الاسلام للشیخ محمد بن عبد الوهاب

۲۱۔ تلخیص الکامل لابن عدی

۲۲۔ تلخیص تاریخ بغداد للخطیب

۲۳۔ تلخیص الجرح والتعدیل لابن ابی حاتم

۲۴۔ تلخیص الثقات لابن حبان

۲۵۔ تلخیص کتاب المجروحین لابن حبان

۲۶۔ صحیح التفاسیر (غیر کامل)

۲۷۔ کلام دارقطنی فی سننه فی اسماء الرجال

۲۸۔ نیل المقصود فی تحقیق وتخریج سنن ابی داود.[1]

---

[1] شیخ زبیر علی زئی کی کتب کی فہرست بنانے میں درج ذیل کتب، مجلّات، مضامین اور ویب سائٹس سے استفادہ کیا ہے۔

۱۔ نور العینین از حافظ زبیر علی زئی

۲۔ مجلہ الحدیث، حضرو

۳۔ ماہنامہ محدث لاہور

۴۔ حافظ عبداللہ دامانوی کا مضمون ''حافظ زبیر علی زئیؒ کی شخصیت میری نظر میں''

۵۔ گلستانِ حدیث از اسحاق بھٹیؒ

۶۔ www.ishaatulhadith.com

باب دوم

تحقیق حدیث میں شیخ البانی رحمۃ اللہ علیہ اور حافظ زبیر علی زئی رحمۃ اللہ علیہ کے معیارات

پہلی فصل

تحقیق حدیث میں شیخ البانی رحمہ اللہ کا منہج

دوسری فصل

تحقیق حدیث میں حافظ زبیر علی زئی رحمہ اللہ کا منہج

فصل اوّل

تحقیق حدیث میں شیخ البانی رحمہ اللہ کا منہج

شیخ البانی رحمہ اللہ محدثانہ طرز فکر کے حامل تھے۔اس لیے آپ نے تحقیق حدیث میں محدثین کے منہج کو ہی مدنظر رکھا ہے۔یہی وجہ ہے کہ اکثر اہل علم نے آپ رحمہ اللہ کو محدث العصر کہا ہے جیسا کہ:

مفتی اعظم شیخ ابن باز رحمہ اللہ نے فرمایا:

((مارأیت تحت أدیم السماء عالمًا بالحدیث فی العصر الحدیث مثل الجلالة محمد ناصر الدین الالبانی.))[1]

''اس زمانے میں مَیں نے اس آسمان کی چھت کے نیچے علامہ محمد ناصر الدین البانی رحمہ اللہ جیسا محدث نہیں دیکھا۔''

شیخ ابن عثیمین نے فرمایا:

((وقال الشیخ العلامة محدث العصر محمد ناصر الدین الالبانی.))[2]

''اور شیخ علامہ محدث العصر محمد ناصر الدین البانی نے فرمایا۔''

شیخ ابو اسحاق الحوینی لکھتے ہیں:

''لیکن میں نے اپنے شیخ محدث عصر ناصر الدین البانی کو دیکھا۔''[3]

ان اقوال سے پتہ چلتا ہے کہ شیخ البانی رحمہ اللہ محدث العصر تھے مزید آپ کا سارا تحقیقی کام بھی اس کا ثبوت ہے کہ آپ کا منہج خالصاً محدثانہ ہے۔آپ نے کسی جگہ پر بھی محدثین کے اصولِ حدیث کو صرف نظر نہیں کیا۔ بلکہ ہمیشہ نقد سند ومتن میں محدثین کے اصولوں کو ہی مدنظر رکھا ہے۔محدثین نے حدیث کو پرکھنے کے لیے کڑے اصول مقرر کیے ہیں تا کہ کوئی بھی رطب ویابس حدیث کا حصہ نہ بن سکے۔محدثین کے بیان کردہ اصولوں کی روشنی میں کسی بھی حدیث کو جانچنے، پرکھنے اور تحقیق کرنے کے دو طریقے ہیں:

① ۔سند کے اعتبار سے ② ۔متن کے اعتبار سے

محدثین نے سند کے اعتبار سے حدیث کو جانچنے کے تین اصول مقرر کیے ہیں:

[1]......عدالت راوی [2]......ضبط راوی [3]......اتصال سند

اس طرح متن کے ذریعے حدیث کو پرکھنے کے دو اصول مقرر کیے ہیں:

① ۔متن شاذ نہ ہو ② ۔متن میں علت نہ ہو

---

[1] www.daawah.net/library

[2] ابن سلیمان، فهد بن ناصر بن ابراهیم، مجموع فتاوی ورسائل فضیلة الشیخ محمد بن صالح العثمین، ناشر: دار الثریا، ریاض، ۱۲/۱۸۵

[3] الحوینی، ابو اسحاق، النافلة فی الاحادیث الباطلة، ناشر: دار الصحابة للتراث بیروت، ص: ۴۶

انہیں پانچ اصولوں کا ذکر شیخ البانی نے بھی کیا ہے۔

((الحدیث المسند الذی یتصل اسنادہ بنقل العدل الضابط عن العدل الضابط الی منتھاہ ولا یکون شاذًا ولا معلاً.))[1]

''صحیح حدیث وہ ہے جس کی سند متصل ہو، اس کو نقل کرنے والے تمام راوی عادل وضابط ہوں، اس میں شذوذ اور علت نہ ہو۔''

آئندہ اوراق میں انہیں اصولوں کی روشنی میں شیخ البانی رحمہ اللہ کے منہج کی توضیح مثالوں کے ساتھ کی جائے گی۔

نقد سند میں شیخ البانی رحمہ اللہ کا منہج

کسی بھی حدیث کی صحت کا انحصار اس کی سند پر ہوتا ہے۔ گزشتہ صفحہ میں یہ بتایا گیا ہے کہ سند کو جانچنے کے لیے انسان کے پاس تین اصولوں کا علم ہونا ضروری ہے۔

① ۔اتصال سند ② ۔عدالت راوی ③ ۔ضبط راوی

① اتصال سند اور شیخ البانی رحمہ اللہ

اصولِ حدیث میں اتصال سند سے مراد یہ ہے کہ حدیث کی سند میں کوئی راوی بھی ساقط نہ ہو اور ہر راوی نے اپنے شیخ سے سماع کیا ہو۔[2] اگر سند میں کسی بھی جگہ سقوط واقع ہو جائے تو سند متصل نہیں رہتی بلکہ اس میں انقطاع واقع ہو جاتا ہے۔ تو محدثین اس انقطاع (راوی کے چھوٹنے) کو سقوط کہتے ہیں۔ منقطع، معضل، معلق، مرسل اور مدلس سقوط کی اقسام ہیں۔ شیخ البانی رحمہ اللہ نے اتصال سند میں انہی اقسام کو مدنظر رکھ کے احادیث کی تحقیق کی ہے۔ جیسا کہ درج ذیل ہے۔

i۔ شیخ البانی رحمہ اللہ کے نزدیک انقطاع اسباب ضعف میں شامل ہے۔

منقطع سے مراد ایسی روایت ہے جس کی سند سے ایک یا ایک سے زیادہ راوی مسلسل نہیں بلکہ مختلف مقامات سے حذف ہوں۔[3]

شیخ البانی رحمہ اللہ کے نزدیک منقطع روایت ضعیف ہوتی ہے۔ جیسا کہ آپ نے اس کی وضاحت ''تمام المنہ'' میں حدیث انس کو نقل کرنے کے بعد کی ہے۔

قال انس رضی اللہ عنہ اتی رجل من تمیم رسول اللہ ﷺ فقال کیف اصنع ؟ وکیف انفق ؟ فقال رسول اللہ ﷺ :((تخرج الزکاۃ من مالك فانّھا طھرۃ تطھرك وتصل اقر بائك،

---

[1] الالبانی، علامہ محمد ناصر الدین، تمام المنۃ فی التعلیق علی فقہ السنۃ، دار الرایۃ للنشر والتوزیع، ص: ۱۵

[2] ابن حجر، عسقلانی، ابو الفضل شہاب الدین احمد بن علی، نزھۃ النظر شرح نخبۃ الفکر، مکتبہ الغزالی دمشق، ص: ۱۲۵

[3] نزھۃ النظر، ص: ۸۱-۸۰

وتعرف حق المسکین، والجار والسائل.))[1]

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ بنو تمیم سے ایک آدمی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا اور کہنے لگا کہ میں کیسے خرچ کروں؟ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ''اپنے مال سے زکوۃ نکال کیونکہ بلاشبہ یہ زکوۃ دینا ایک پاکیزہ عمل ہے یہ تجھے بھی گناہوں سے پاک کردے گا۔ اپنے رشتہ داروں سے صلہ رحمی کر اور مسکین، ہمسایہ اور سائل کے حق کو ادا کر۔''

اس کے آخر میں شیخ البانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

((فان شرط الاتصال فیه مفود فالحدیث فی المسند من طریق سعید بن ابی هند عن انس رضی اللہ عنہ وسعید هذا لم یسمع من انس کما فی التهذیب، فهو منقطع والمنقطع من اقسام الحدیث الضعیف.))[2]

''اتصال سند والی شرط اس حدیث میں موجود نہیں ہے۔ مسند احمد میں یہ حدیث سعید بن ابی ہند عن انس کے واسطے سے موجود ہے۔ مگر سعید کی حضرت انس رضی اللہ عنہ سے سماعت ثابت نہیں ہے۔ جیسا کہ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے تہذیب میں اس کی وضاحت کی ہے۔ لہٰذا یہ منقطع ہے اور منقطع ضعیف حدیث کی اقسام میں سے ایک ہے۔''

اس اصول کی وضاحت کے لیے دوسری مثال بھی پیش خدمت ہے۔ شیخ البانی رحمہ اللہ سلسلة الضعیفة میں ایک روایت نقل کرتے ہیں کہ:

((المجالس وسط الحلقة ملعون.))[3]

''کسی مجلس کے درمیان میں آکر بیٹھنے والا شخص لعنتی ہے۔''

اس کو نقل کرنے کے بعد شیخ لکھتے ہیں کہ میں کہتا ہوں اس روایت کی سند ضعیف ہے اور اس کی دو علتیں ہیں:

پہلی علت یہ ہے کہ شریک ابن عبداللہ القاضی حافظ ابن حجر رحمہ اللہ کے نزدیک بہت زیادہ خطا کیا کرتا تھا اور جب یہ کوفہ کا قاضی بنا تو اس کا حافظہ بھی خراب ہو گیا تھا۔

دوسری علت یہ ہے کہ اس روایت کی سند میں ابی مجلز اور حذیفہ کے درمیان انقطاع ہے۔ کیونکہ ابو مجلز نے حذیفہ سے سماع نہیں کیا۔ یہی بات امام ابن معین اور امام احمد نے کی ہے۔[4]

مذکورہ دو مثالوں سے پتہ چلتا ہے کہ منقطع روایت شیخ کے نزدیک ضعیف کی اقسام میں شامل ہے اور حجت نہیں ہے۔

---

[1] احمد بن حنبل، ابو عبداللہ، مسند احمد، مسند انس بن مالک، مطبوعه بیت الفکر الافکار الدولیه، ریاض، رقم الحدیث: ۱۲۳۹۴

[2] تمام المنة فی التعلیق علی فقه السنة، ص: ۳۵۸

[3] الالبانی، محمد ناصر الدین، سلسله الاحادیث الضعیفة الموضوعة واثرها الیسیء فی الامة، مکتبه المعارف، ریاض، رقم الحدیث: ۶۳۸

[4] سلسلة الضعیفة، للالبانی، رقم الحدیث: ۶۳۸

ii۔شیخ البانی رحمہ اللہ مرسل روایت کو بھی ضعیف ہی شمار کرتے ہیں۔

مرسل سے مراد وہ روایت ہے جس کی سند کو آخر سے حذف کر دیا گیا ہو۔یعنی تابعی صحابی کے واسطے کے بغیر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرے۔[1] شیخ البانی رحمہ اللہ مرسل روایت کی حجیت کے انکاری ہیں یہی وجہ ہے کہ آپ نے ''ضعیف ابوداؤد'' میں ایک روایت نقل فرمائی ہے کہ:

قال ابو داؤد: قال الشعبي وأبو مالك وقتادة وثابت بن عمارة ((ان النبي ﷺ لم يكتب (بسم الله الرحمن الرحيم) حتى نزلت سورة النمل.))[2]

امام ابوداؤد رحمہ اللہ نے فرمایا'' کہ امام شعبی رحمہ اللہ، ابو مالک رحمہ اللہ، قتادہ رحمہ اللہ اور ثابت بن عمارہ رحمہ اللہ نے فرمایا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ نہیں لکھی حتیٰ کہ سورۂ نمل نازل ہوگئی۔''

اس کے تحت نقل فرماتے ہیں کہ:

قلت: ((هو مرسل معلق ، لم يذكر اسناده وانما هو معلق كما ترى ، ثم هو مرسل لاتقوم به حجة))

''میں کہتا ہوں کہ یہ روایت مرسل اور معلق ہے۔انہوں نے اس کی سند ذکر نہیں کی (لہٰذا) بلاشبہ یہ معلق ہے جیسا کہ آپ دیکھ رہے ہیں۔پھر بھی یہ مرسل ہے اور ایسی روایت حجت نہیں ہوتی۔''

اسی سے متعلقہ مزید ایک اور مثال درج ذیل ہے:

شیخ البانی رحمہ اللہ نے ارواء الغلیل میں ایک روایت نقل کی ہے کہ امام بیہقی رحمہ اللہ نے اسماعیل عن الحسن کے طریق سے یہ روایت نقل فرمائی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک سفر میں بلال رضی اللہ عنہ کو اذان کا حکم دیا تو انہوں نے اپنی سواری پر اذان کہہ دی، پھر صحابہ نے پڑاؤ کیا اور دو دو رکعت نفل نماز ادا کی، پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم سے بلال رضی اللہ عنہ نے اقامت کہی تو آپ نے انہیں نماز فجر پڑھائی۔[3]

اس کے بعد شیخ نے نقل فرمایا ہے کہ:

قلت: ((اسناده ضعيف لارساله ولضعيف اسماعيل بن مسلم وهو البصري المكي.))

''میں کہتا ہوں کہ اس کی سند ضعیف ہے کیونکہ یہ مرسل ہے اور اس میں اسماعیل بن مسلم مکی راوی ضعیف ہے۔''

مذکورہ مثالوں سے پتہ چلا کہ شیخ البانی رحمہ اللہ مرسل روایت کو ضعیف حدیث میں شمار کرتے ہیں اور اسے حجت نہیں سمجھتے ہیں۔

---

[1] حاکم، ابوعبداللہ محمد بن عبداللہ، معرفۃ علوم الحدیث، دار احیاء العلوم، بیروت، ص: ۲۵

[2] الالبانی، محمد ناصر الدین، ضعیف سنن ابی داؤد، کتاب الصلاۃ، باب من جھر بابسلمہ، مؤسسۃ غراس للنشر والتوزیع الکویت، رقم الحدیث: ۱۴۱

[3] الالبانی، محمد ناصر الدین، ارواء الغلیل فی تخریج احادیث منار السبیل، المکتب الاسلامی بیروت، تحت الحدیث: ۲۲۶

iii۔شیخ البانی رحمہ اللہ معضل روایت کو ضعیف کی قسم گردانتے ہیں۔

معضل سے مراد ایسی روایت ہے جس کی سند کے درمیان دو یا دو سے زیادہ راوی پے در پے ساقط ہوں۔(۱)

شیخ البانی رحمہ اللہ معضل روایت کو حجت نہیں سمجھتے جیسا کہ آپ نے ''ضعیف ابوداؤد'' میں یہ روایت نقل فرمائی ہے کہ

روی الأوزاعی عن یزید بن ابی مالك عن عبدالحمید بن عبدالرحمن عن النبیﷺ قال((امرہ ان یتصدق بخمسی دینار.))(۲)

''عبدالحمید بن عبدالرحمن بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ میں اسے حکم دیتا ہوں کہ وہ ایک دینار کا دو خمس حصہ صدقہ کرے۔''

شیخ رحمہ اللہ نے اس کے بعد نقل فرمایا ہے کہ:

((قلت وھو ضعیف لاعضالہ))

''میں کہتا ہوں کہ یہ روایت معضل ہونے کی وجہ سے ضعیف ہے۔''

اسی طرح شیخ البانی رحمہ اللہ نے ظلال السنہ میں ایک روایت نقل فرمائی ہے:

حدثنا محمد بن المثنی حدثنا کثیر بن ھشام حدثنا جعفر بن یرقان قال بلغنی ان رسول اللہﷺ قال: ((ان سالکم الناس عن ذلك فقولو اللہ کان قبل کل شیء واللہ خالق کل شیءٍ واللہ کان بعد کل شیءٍ.))(۳)

''جعفر بن یرقان کا بیان ہے کہ مجھے رسول ﷺ کا یہ فرمان پہنچا ہے کہ اگر لوگ تم سے اس بارے میں (کہ اللہ کو کس نے پیدا کیا؟) سوال کریں۔تو کہو اللہ ہر چیز سے پہلے تھا۔اللہ ہر چیز کا خالق ہے اور اللہ ہی ہر چیز کے بعد ہوگا۔''

اس کے تحت نقل فرماتے ہیں کہ:

((اسنادہ ضعیف لا عضالہ فان جعفر بن یرقان من اتباع التابعین.))

''اس روایت کی سند اعضال کی وجہ سے ضعیف ہے۔کیونکہ جعفر تبع تابعی ہے وہ دو واسطے چھوڑ کر رسول ﷺ سے روایت کر رہا ہے۔''

اسی طرح سلسلہ ضعیفہ میں شیخ نے ایک اور روایت نقل فرمائی ہے:

---

(۱) نزھۃ النظر، ص: ۸۰، ابن الصلاح، ابو عمرو عثمان بن عبدالرحمان شھرزوری، مقدمہ علوم الحدیث، مکتبہ الفارابی، ص: ۵۹

(۲) ضعیف ابوداؤد، کتاب الطھارۃ، باب اتیان الحائض، رقم الحدیث: ۴۳

(۳) الالبانی، محمد ناصر الدین، ظلال الجنۃ فی تخریج السنۃ، المکتب الاسلامی، بیروت، رقم الحدیث: ۶۴۵

((بسم الله الرحمن الرحيم مفتاح كل كتاب.))[1]

اس کو ذکر کرنے کے بعد شیخ البانی نے اس کے چار راویوں پر جرح کی ہے۔ پھر آخر میں اس پر حکم لگاتے ہوئے لکھتے ہیں:

((هذا اسناد ضعيف جدًا مسلسل بالضعفاء والعلل فانه مع كونه مرسلا اومعضلاً سقط من اسناده الصحابي والتابعي على الاقل))

''اس کی سند انتہائی ضعیف ہے بلکہ ضعیف راویوں اور علتوں کی ایک لڑی ہے۔ اس کے ساتھ ساتھ یہ مرسل اور معضل بھی ہے کیونکہ اس کی سند سے صحابی و تابعی گرے ہوئے ہیں۔''

ان مثالوں کی روشنی سے پتہ چلا کہ شیخ البانی رحمہ اللہ معضل روایت کو حجت نہیں سمجھتے ہیں۔ ان کے نزدیک معضل روایت ضعیف روایات میں شامل ہوتی ہے۔

iv۔ شیخ البانی رحمہ اللہ مدلس راوی کی روایت کو بھی ضعیف سمجھتے ہیں۔[2]

تدلیس سے مراد یہ ہے کہ کوئی راوی سند کا عیب چھپا کر اس کی تحسین کرے۔ تو شیخ البانی رحمہ اللہ کے نزدیک تدلیس کی تین قسمیں ہیں:

① ۔تدلیس الاسناد: ہم عصر سے روایت کرنا مگر ملاقات یا سماعت ثابت نہ ہو۔

② ۔تدلیس الشیوخ: راوی کا اپنے شیخ کے غیر معروف نام سے روایت کرنا۔

③ ۔تدلیس التسویۃ: راوی ضعیف شیخ کا نام حذف کر کے ثقہ سے روایت ہوئے۔[3]

شیخ البانی رحمہ اللہ کے نزدیک مدلس راوی کی روایت ناقابل احتجاج ہے جیسا کہ آپ رحمہ اللہ نے ارواء الغلیل میں ایک روایت نقل کی ہے:

حديث قتادة عن عبدالله بن سرجس: ((نهى رسول الله ﷺ ان يبال الحجر قالوا لقتادة: مايكره من البول فى الحجر؟ قال: يقال انها مساكن الجن.))[4]

''عبداللہ بن سرجس سے روایت ہے وہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سوراخ میں پیشاب کرنے سے منع کیا ہے۔ تو قتادہ سے پوچھا گیا کہ سوراخ میں پیشاب کرنا منع کیوں ہے؟ تو قتادہ نے جواب دیا کہ کہتے ہیں کہ وہ جنات کی رہائش گاہ ہوتی ہے۔''

اس حدیث کے تحت شیخ البانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

---

[1] سلسلة الضعيفة، رقم الحديث: ۱۷۴۱

[2] مقدمه تمام المنة فى التعليق على فقه السنة، ص: ۱۸

[3] مقدمه تمام المنة فى التعليق على فقه السنة، ص: ۱۸

[4] ارواء الغليل فى تخريج احاديث منار السبيل، رقم الحديث: ۵۵

''کہ یہ حدیث تین وجوہات کی وجہ سے محل نظر ہے۔جن میں سے تیسری وجہ یہ ہے کہ قتادہ مدلس راوی ہیں اور تدلیس میں کافی معروف ہیں۔جیسا کہ اس بات کا ذکر حافظ برہان الدین ابن العجمی رحمہ اللہ اور حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے بھی کیا ہے۔''

اسی اصول سے متعلقہ ارواء الغلیل میں ایک اور روایت بھی ملتی ہے۔

((من استنجیٰ من الریح فلیس منا.))[1]

''جو ہوا سے استنجاء کرتے وہ ہم میں سے نہیں ہے۔''

اس حدیث کو نقل کرنے کے بعد شیخ فرماتے ہیں کہ تین علتوں کی وجہ سے اس کی سند انتہائی کمزور ہے جن میں سے پہلی علت یہ ہے۔

((عنعنة ابی الزبیر واسمه محمد بن مسلم وقد کان یدلس کما قال ابن حجر وغیرہ. والمدلس لا یقبل حدیثه حتی یصرح بالسماع عند الجمهور من علماء الاصول خلافًا لابن حزم، فانه یقول لا یقبل حدیثه مطلقًا ولو صرح به))

''اس کی سند میں ابوزبیر محمد بن مسلم ایک راوی ہے۔ جو عن سے روایت کرتا ہے اور یہ تدلیس بھی کرتا ہے جیسا کہ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ وغیرہ نے بتایا ہے۔اور جمہور علماء اصول کے نزدیک مدلس راوی کی روایت کو اس وقت تک قبول نہیں کیا جاتا جب تک وہ اپنی سماعت کی صراحت نہ کرے۔مگر ابن حزم نے جمہور کی مخالفت کی ہے۔وہ کہتے ہیں کہ اس مدلس کی روایت کبھی بھی قبول نہیں کی جائے گی اگرچہ وہ صراحت بھی کر دے۔''

مندرجہ بالا دونوں مثالوں سے یہ بات علم میں آتی ہے کہ شیخ البانی مدلس کی 'عن' والی روایت کو قبول نہیں کرتے ہیں۔

v۔شیخ البانی رحمہ اللہ سماع کی صراحت کے بعد مدلس راوی کی روایت کو قبول کر لیتے ہیں۔

شیخ البانی رحمہ اللہ مدلس کی ہر اس روایت کو قبول کر لیتے ہیں جس میں سماع یا تحدیث کے ذریعے صیغہ تمریض (تدلیس) کا ازالہ ہو جائے جیسا کہ آپ نے ارواء الغلیل میں ایک بقیہ نامی مدلس راوی کی روایت کو تحدیث کی صراحت کے بعد قبول کیا ہے۔

((حدیث خالد بن همدان ان النبیﷺ رای رجلاً یصلی وفی ظهر قدمه لحة قدر الدرهم لم یصبها الماء فامره ان یعید الوضوء والصلاۃ.))[2]

''نبی ﷺ نے ایک شخص کو نماز پڑھتے دیکھا اس کے پاؤں کے اوپر والے حصے میں ایک درہم کے برابر حصہ خشک رہ گیا تھا وہاں پانی نہیں پہنچا تھا تو نبی کریم ﷺ نے اسے وضو اور نماز دونوں کو لوٹانے کا حکم دیا۔''

اس روایت کو نقل کرنے کے بعد شیخ البانی رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

صحیح رواۃ ابو داؤد. من طریق بقیة عن بحیر بن سعد عن خالد عن بعض اصحاب

---

[1] ارواء الغلیل فی تخریج احادیث منار السبیل، رقم الحدیث: ۴۹

[2] ارواء الغلیل فی تخریج احادیث منار السبیل، رقم الحدیث: ۸۶

النبی ﷺ قلت: ((هذا اسناد رجاله ثقات غير ان بقية مدلس وقد عنعنة لكن صرح بالتحديث فى المسند والمستدرك.))[1]

''یہ صحیح روایت ہے اس کو ابوداؤد نے مذکورہ سند سے روایت کیا ہے میں کہتا ہوں اس سند کے تمام راوی ثقات ہیں مگر بقیہ مدلس ہے اور وہ بلاشبہ عن سے روایت کرتا ہے لیکن اس روایت میں بقیہ کی تحدیث کی صراحت مسند احمد اور مستدرک حاکم میں موجود ہے۔''

مذکورہ مثال سے پتہ چلا کہ شیخ البانی رحمہ اللہ مدلس راوی کی روایت کو سماع یا تحدیث کی صراحت کے بعد قبول کر لیتے ہیں۔

vi۔ شیخ البانی رحمہ اللہ معلق روایت کو مردود کی اقسام میں شامل کرتے ہیں۔

معلق روایت سے مراد ایسی روایت ہے جس کی سند کا ابتدائی حصہ (مؤلف کی طرف سے) حذف ہو یا ساری سند حذف کر کے فرمان نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بیان کر دیا جائے۔[2] اس اصول میں شیخ البانی رحمہ اللہ کا منہج یہ ہے کہ آپ معلق روایت کی سند دوسری کتب حدیث میں دیکھتے ہیں۔ اگر دیگر کتب سے صحیح سند مل جائے تو ٹھیک ورنہ اس پر ضعف کا حکم لگاتے ہیں۔ جیسا کہ مثال سے واضح ہے۔

شیخ البانی رحمہ اللہ نے ضعیف ابوداؤد میں ایک روایت نقل کی ہے۔

وروى العلاء بن المسيب عن الحكم عن ابى جعفر قال: ان سودة استحيضت، فامرها النبى ﷺ: ((اذا حضت ايامها اغتسلت وصلت.))[3]

''ابوجعفر فرماتے ہیں کہ بلاشبہ حضرت سودۃ رضی اللہ عنہا کو استحاضہ کی بیماری تھی تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کو حکم دیا کہ جب تیرے حیض کے ایام گزر جائیں تو غسل کر کے نماز پڑھ لے۔''

اس روایت کے تحت شیخ البانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

((اسناده معلق وقد رواه البيهقى من طريق المولف.....))

''اس کی سند معلق ہے اور البتہ امام بیہقی نے اس روایت کو امام ابوداؤد کے طرق سے مکمل سند سے روایت کیا ہے۔ اور وہ سند ابن خزیمہ عن العطار عن حفص بن غیاث عن العلاء سے ہے۔'' پھر مزید شیخ البانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ''کہ یہ سند بھی دو وجوہات کی بنا پر ضعیف ہے۔ پہلی وجہ یہ ہے کہ العطار روای ضعیف ہے۔ دوسری وجہ یہ کہ ابوجعفر دراصل امام باقر ہیں۔ اور یہ حضرت سودہ کی وفات کے بعد پیدا ہوئے یہ تابعی ہیں اور صحابی کا ذکر نہیں کرتے۔ گویا یہ روایت معلق ہی ہے۔''

اسی طرح شیخ البانی رحمہ اللہ نے ضعیف ابی داؤد میں ایک اور روایت نقل کی ہے:

---

[1] ارواء الغليل فى تخريج احاديث منار السبيل، تحت الحديث: ٨٦

[2] نزهة النظر شرح نخبة الفكر، ص: ٦١

[3] ضعيف ابى داؤد، كتاب الطهارة، باب فى المراة تستحاض، رقم الحديث: ٤٦

قال ابوداؤد: وکذلك حدیث جعفر بن سلیمان عن ابن ابی محذورۃ عن عمه عن جدہ الا انه قال:((ثم ترجع فترفع صوتك: الله اکبر الله اکبر.))[1]

''اسی طرح جعفر بن سلیمان کی حدیث ہے جو انہوں نے ابو محذورہ کے لڑکے سے، انہوں نے اپنے چچا سے انہوں نے ان کے دادا سے روایت کی ہے مگر اس روایت میں یہ ہے کہ پھر تم ترجیع کرو اور بلند آواز سے 'اللہ اکبر اللہ اکبر' کہو۔''

اس کے تحت شیخ البانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

((اسنادہ معلق کما تری، ولم اجدمن وصله ومن فوق جعفر بن سلیمان لم اعرفھما.))

''اس کی سند دیکھنے میں ہی معلق ہے اور مجھے نہیں پتہ کہ امام ابوداؤد کو یہ روایت کہاں سے ملی۔ اور جعفر بن سلیمان کے اوپر کے دو راویوں کو میں نہیں جانتا۔''

ان مثالوں سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ شیخ البانی رحمہ اللہ کے نزدیک معلق روایت بھی ضعیف ہوتی ہے۔ الا یہ کہ اس کی کوئی صحیح سند مل جائے۔

② ضبط راوی اور شیخ البانی رحمہ اللہ

''ضبط'' قوت حافظہ، غور وفکر اور دقت نظر کا نام ہے۔ ضبط راوی سے مراد یہ ہے کہ راوی حدیث قوت حافظہ کے لحاظ سے مضبوط ہو۔ یعنی وہ حدیث کو سننے، سمجھنے، محفوظ کرنے اور اس کے آگے پہنچانے کی صلاحیت رکھتا ہو۔[2]

صحت حدیث کے لیے جہاں سند کا متصل ہونا اور راوی کا عادل ہونا ضروری ہے۔ وہاں راوی کا ضابط ہونا بھی بے حد ضروری ہے کیونکہ اگر کسی حدیث کے کسی بھی راوی کے ضبط میں سقم ہو تو اس حدیث کی صحت مشکوک پڑ جاتی ہے۔ بلکہ محدثین ایسی روایت کو مردود کی قسم میں سے گردانتے ہیں۔[3]

راوی کے ضبط کو مجروح کرنے والی اشیاء درج ذیل ہیں:

① ۔فاش غلطی　② ۔سوء حفظ　③ ۔غفلت

④ ۔کثرت اوھام　⑤ ۔مخالفت ثقات

اگر کوئی راوی مندرجہ بالا امور میں سے کسی ایک کا مرتکب ہو جائے تو وہ ضابط نہیں رہتا۔ تو شیخ البانی رحمہ اللہ نے تحقیق اسناد میں

---

[1] ضعیف ابی داؤد، کتاب الصلاۃ، باب کیف الاذان، رقم الحدیث: ۸۰

[2] سند و متن کے نقد میں شیخ البانی کا معیار تحقیق، ص: ۶۵

[3] نزھۃ النظر، ص: ۸۹

راوی کے ضبط کو مجروح کرنے والے انہی امور کو مدنظر رکھا ہے جیسا کہ درج ذیل ہے۔

i۔ شیخ البانی ﷫ فاش غلطیاں کرنے والے راوی کی روایت کو مردود گردانتے ہیں۔

فاش غلطی سے مراد یہ ہے کہ راوی کی غلطیاں اس کی درستگی سے زیادہ ہوں۔ ایسا راوی غیر ضابط کے دائرے میں آتا ہے اور اس کی حدیث کو منکر کہتے ہیں۔[1] شیخ البانی ﷫ بھی فحش الغلط راوی کی روایت کو قبول نہیں کرتے جیسا کہ آپ ﷫ نے سلسلہ ضعیفہ میں ایک روایت ذکر کی ہے۔

((ان من سعادة المرء استخارته لربه ورضاه بما قضى، وان من شقاوة العبد تركه الاستخارة وسخطه بما قضى))[2]

''آدمی کی خوش بختی کی علامت ہے کہ وہ اپنے ربّ سے استخارہ کرتا رہے اور اس کے فیصلے پر راضی رہے۔ اور بندے کی بدبختی کی علامت ہے کہ وہ استخارہ چھوڑ دے اور پروردگار کے فیصلے پر ناراض رہے۔''

اس کے بعد نقل فرماتے ہیں کہ:

''اسے ابویعلی نے مسند میں (اور یہ الفاظ اسی کے ہیں) اور بزار نے عمر بن علی بن عطاء بن مقدم عن عبدالرحمن بن ابی بکر بن عبیداللہ عن اسماعیل بن محمد عن ابیہ عن جدہ کے طریق سے روایت کیا ہے۔ میں کہتا ہوں کہ یہ سند ضعیف ہے۔ اس کے راوی تو شیخین کے راوی ہیں مگر عبدالرحمن ابن ابی بکر جو کہ ملیکی ہے، بالاتفاق ضعیف ہے۔ بلکہ ائمہ کی ایک جماعت نے اسے بہت زیادہ ضعیف قرار دیا ہے، جن میں امام بخاری ﷫ بھی شامل ہیں۔ چنانچہ وہ اپنی ''تاریخ'' میں نقل فرماتے ہیں کہ یہ منکر الحدیث ہے۔ اسی طرح امام نسائی ﷫ نے اسے غیر ثقہ کہا ہے۔ امام ابن حبان ﷫ نے ''ضعفاء'' میں ذکر فرمایا ہے کہ یہ منکر الحدیث ہے.... اس کی روایت کا دارومدار اس کے بیٹے پر ہے اور وہ فاش غلطیاں کرنے والا ہے، جس وجہ سے اس کا معاملہ مشتبہ ہے اور اسے ترک کرنا واجب ہے۔''

اسی طرح علامہ البانی ﷫ نے سلسلہ ضعیفہ میں ایک اور روایت نقل کی ہے:

((اطعموا نفساء كم الرطب: قالوا ليس فى كل حين يكون الرطب قال: فتمر، قالوا: كل التمر طيب فاى التمر خير؟ قال: ان خير تمراتكم البرنى يدخل الشفاء ، ويخرج الداء لا داء فيه اشبعة للجائع، وادفاة للمقرور.))[3]

''تم اپنی نفاس والی عورتوں کو تازہ کھجوریں کھلاؤ، تو صحابہ نے سوال اٹھایا کہ ہر وقت تو تازہ کھجوریں دستیاب نہیں ہوتیں۔ تو آپ ﷺ نے فرمایا پھر خشک کھجور کھلاؤ۔ تو انہوں نے پھر پوچھا جب ہر خشک کھجور عمدہ ہے تو کون سی

---

[1] نزھۃ النظر، ص: ۸۹

[2] سلسلۃ الضعیفۃ، رقم الحدیث: ۶۲۱۲

[3] سلسلۃ الضعیفۃ، رقم الحدیث: ۲۶۰

خشک کھجور بہتر ہے؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا: سب سے بہتر کھجور برنی ہے جو شفاء عطاء کرتی ہے اور بیماری کو دور کرتی ہے۔ اس میں کوئی بیماری نہیں ہے اس کے استعمال سے بھوکا سیر ہوتا ہے اور جسے ٹھنڈک ہو اسے گرمی حاصل ہوتی ہے۔''

اس روایت کو نقل کرنے کے بعد فرماتے ہیں:

''میں کہتا ہوں اس کی سند ضعیف ہے اس کے سبھی راوی ثقہ اور مشہور ہیں۔ البتہ ایک راوی قاسم بن اسماعیل کے حالات مجھے نہیں ملے۔ جبکہ شہر بن حوشب ضعیف ہے اور قابل حجت بھی نہیں ہے کیونکہ وہ کثرت کے ساتھ غلطیاں کرتا تھا۔ اسی وجہ سے امام مسلم نے اس کی روایت کو دوسرے راوی کے ساتھ ملا کر ذکر کیا ہے۔''

مندرجہ بالا دونوں مثالوں سے پتہ چلا کہ شیخ البانی رحمہ اللہ کے نزدیک فحش الغلط (کثرت سے غلطیاں کرنے والا) راوی کی روایت قابل حجت نہیں ہے۔ اور آپ ایسے راوی کی روایت کو مردود قرار دیتے ہیں۔

ii۔ شیخ البانی رحمہ اللہ سیئ الحفظ راوی کی روایت کو بھی ضعیف ہی شمار کرتے ہیں۔

سوء حفظ سے مراد حافظہ اور یادداشت کی خرابی ہے۔ جس راوی میں یہ وصف ہو اسے سیئ الحفظ کہتے ہیں۔[1] یہ سوء حفظ پیدائشی بھی ہوتا ہے اور اتفاقی بھی، اتفاق سے مراد راوی کا حافظہ پہلے ٹھیک تھا مگر کسی حادثاتی عوارض کی وجہ سے حافظہ خراب ہو گیا۔ تو ایسے راوی کو مختلط کہتے ہیں۔ جس کا حافظہ پیدائشی یا ابتداء سے ہی حافظہ خراب ہو اس کی روایت ضعیف ہوتی ہے۔ البتہ مختلط کی روایت کی روایت کو دیکھا جاتا ہے اختلاط سے قبل والی قبول اور بعد از اختلاط والی ناقابل قبول ہے۔ اور جس میں تمیز نہ ہو سکے اس میں توقف اختیار کیا جائے گا۔[2] تو شیخ البانی رحمہ اللہ کے نزدیک سیئ الحفظ اور مختلط راوی کی روایت ضعیف ہوتی ہے جیسا کہ آپ نے ارواء الغلیل میں ایک روایت نقل کی ہے۔

حدیث ابن عباس مرفوعًا: ((من وطئ أمته فولدت فهي معتقة عن دبر منه.))[3]

''جس نے اپنی لونڈی سے ہمبستری کی اور اس نے بچے کو جنم دیا تو وہ لونڈی اس کی وفات کے بعد آزاد ہو جائے گی۔''

اس کے تحت فرماتے ہیں میں کہتا ہوں ''اس کی سند ضعیف ہے۔ اس میں دو علتیں ہیں: پہلی علت: حسین راوی ضعیف ہے جیسا کہ ''تقریب'' میں حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے کہا ہے اور امام بوصیری نے ''الزوائد'' میں ذکر کیا ہے۔

دوسری علت: شریک اور یہ ابن عبداللہ القاضی ہیں یہ سیئ الحفظ ہیں۔''

اسی طرح آپ نے سلسلہ ضعیفہ میں ایک اور روایت نقل فرمائی ہے۔

((اذا عطس احدکم فقال: الحمدلله قالت الملائكة: ربّ العلمين، فاذا قال ربّ

---

[1] سند و متن کے نقد میں شیخ البانی کا معیار تحقیق، ص:٦٧

[2] نزھۃ النظر، ص:٢٧

[3] ارداء الغلیل، رقم الحدیث:١٧٧

العلمین، قالت الملائکة: رحمك الله.))[1]

''جب تم میں سے کسی ایک کو چھینک آئے تو وہ الحمدللہ کہتا ہے تو فرشتے ربّ العالمین کہتے ہیں اور جب وہ ربّ العالمین کہتا ہے تو فرشتے کہتے ہیں اللہ تجھ پر رحم کرے۔''

اس روایت کے تحت فرماتے ہیں:

قلت ((وھذا اسناد ضعیف جدا، فیه علل: الاولی، عطابن السائب کان اختلط))

''میں کہتا ہوں یہ سند ضعیف ہے اس کی کئی علتیں ہیں۔ پہلی علت یہ ہے کہ عطاء بن السائب راوی کو اختلاط ہو گیا تھا۔''

ان امثلہ سے پتہ چلا کہ شیخ البانی رحمہ اللہ سیئ الحفظ اور مختلط راوی کی روایت کو ضعیف ہی شمار کرتے ہیں۔

iii۔ شیخ البانی رحمہ اللہ کے نزدیک غفلت کا شکار ہونے والے راوی پر اعتماد کرنا درست نہیں ہے۔

غافل راوی سے مراد ایسا راوی ہے جو اس قدر غفلت کا شکار ہو کہ صحیح اور غلط میں تمیز نہ کر سکے۔ اور حدیث سننے اور بیان کرنے میں تساہل سے کام لیتا ہو۔[2] ایسے راوی کی بیان کردہ روایت محدثین کے نزدیک ردّ کر دی جاتی ہے۔ تحقیق حدیث میں شیخ البانی رحمہ اللہ نے بھی یہی منہج اپنایا ہے۔ جیسا کہ درج ذیل مثالوں سے واضح ہے:

شیخ رحمہ اللہ نے سلسلہ ضعیفہ میں طبرانی کی ایک روایت نقل کرتے ہوئے اس کی سند میں موجود تین راویوں پر جرح کی ہے۔ ان میں سے آخری راوی ابراہیم بن یحییٰ الشجری پر تبصرہ کرتے ہوئے فرمایا:

قال ابو اسماعیل الترمذی ((لم أر اعمی قلبا منه، قلت له: حدثکم ابراھیم بن سعد؟ فقال حدثکم ابراھیم بن سعد.))

ابو اسماعیل امام ترمذی نے اس کے متعلق فرمایا ہے کہ ''میں نے ابراہیم بن یحییٰ سے بڑھ کر کوئی اندھے دل والا نہیں دیکھا۔ کیونکہ ایک بار میں نے اس سے پوچھا کہ تمہیں ابراہیم بن سعد نے حدیث بیان کی ہے؟ تو اس نے جواب میں (وہی الفاظ کہے) تمہیں ابراہیم بن سعد نے حدیث بیان کی ہے۔''

اس کے بعد لکھتے ہیں:

قلت:((فمثله فی الغفلة ممالا یصلح للاستشھادبه.))

''میں کہتا ہوں اس جیسے غفلت کے شکار راوی سے استشہاد لینا درست نہیں۔''

اسی طرح آپ نے سلسلہ ضعیفہ میں ایک اور روایت نقل کی ہے:

((مامن نبی یموت، فیقیم فی قبرہ الا اربعین صباحًا، حتی تردَ الیه روحه، ومررت

---

[1] سلسلة الضعيفة، رقم الحدیث: ۲۵۷۷

[2] السخاوی، شمس الدین محمد بن عبدالرحمن، فتح المغیث شرح الفیة الحدیث، دار الکتب العلیمة بیروت، ۱/۳۵۴

بموسی لیلة اسری بی وهو قائم فی قبره بین عائلة وعویلة.))[1]

''جو بھی پیغمبر فوت ہوتا ہے تو وہ اپنی قبر میں چالیس روز گزارتا ہے تو اس کی روح اس کے جسم میں واپس کر دی جاتی ہے۔اور جس رات مجھے اسراء کرایا گیا میرا گزر موسیٰ علیہ السلام کے پاس سے ہوا تو موسیٰ علیہ السلام عائلہ اور عویلہ جگہ کے درمیان اپنی قبر میں کھڑے تھے۔''

اس کو نقل کرنے کے بعد اس کے راوی پر جرح کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

قلت: ((والخشنی هذا متروك كا التقدم فی الحدیث قبله.))

مزید کہتے ہیں:

''حسن بن یحییٰ الخشنی متروک اور منکر الحدیث ہے۔لیکن اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ اس کو کذاب میں شمار کیا جائے۔یہ عمداً کذب بیانی نہیں کرتا بلکہ اس سے کذب بیانی غفلت یا سوءِ حفظ کی وجہ سے وقوع ہوئی ہے۔''

مذکورہ مثالوں سے پتہ چلا کہ شیخ البانی رحمہ اللہ کثرۃ الغفلۃ کے حامل راوی کی مرویات پر اعتماد نہیں کرتے بلکہ اسے ضعیف کے دائرے میں شامل کرتے ہیں۔

iv۔شیخ البانی رحمہ اللہ کے نزدیک کثیر الوھم راوی کی روایت بھی ضعیف ہوتی ہے۔

کثیر الوھم سے مراد ایسا راوی ہے جو بہت زیادہ وھم کا شکار ہو۔جس کی وجہ سے وہ منقطع روایت کو موصول بیان کرے یا ایک حدیث کو دوسری کے ساتھ خلط ملط کر دے۔محدثین کے نزدیک ایسا راوی بھی قابل حجت نہیں ہے۔[2]

شیخ البانی رحمہ اللہ بھی ایسے راوی کو حجت نہیں سمجھتے جیسا کہ سلسلہ صحیحہ میں ایک روایت موجود ہے۔

عن یعقوب بن محمد الزهری: حدثنا ادریس بن محمد بن یونس بن محمد بن انس بن فضالة الانصاری ثم الظفری قال حدثنی جدی عن ابیه قال:((قدم النبی ﷺ المدینة وأنا ابن اسبوعین فأتی بی معه فمسح علی رأسی وقال: سموه باسمی ولا تکنوه بکنیتی.))[3]

''یعقوب بیان کرتے ہیں کہ ہمیں ادریس بن محمد بن یونس نے حدیث بیان کی، وہ کہتے ہیں کہ مجھے میرے دادا نے اپنے والد سے حدیث بیان کی ہے کہ نبی کریم ﷺ جب مدینہ تشریف لائے تو میری عمر دو ہفتے تھی۔ مجھے آپ ﷺ کے پاس لایا گیا تو آپ ﷺ نے میرے سر پر ہاتھ پھیرا اور فرمایا کہ اس کا نام میرے نام پر رکھ لو

---

[1] سلسلة الضعيفة، رقم الحدیث: ۲۰۱

[2] مقالہ سند و متن میں شیخ البانی کا معیارِ تحقیق، ص: ۶۸

[3] الالبانی، علامہ محمد ناصر الدین، سلسلة الاحادیث الصحیحة وسئی، من فقهها وفوائدها، مکتبه المعارف ریاض، تحت الحدیث: ۲۹۴۶

مگر اس کی کنیت میری کنیت پر مت رکھنا۔"

اس کے بعد شیخ رحمہ اللہ نے نقل فرمایا کہ:

((أخرجه البخاري في "التاريخ" (١/١٦) والدولابي في "الكنى" (١/٥) والطبراني في "المعجم الكبير" (١٩/ ٢٤٤/ ٥٤٧)قلت : وهذا اسناد ضعيف، يعقوب هذا قال الحافظ: صدوق كثير الوهم والرواية عن الضعفاء.))

"اسے بخاری نے "تاریخ"، میں، دولابی نے "کنی" میں اور طبرانی نے "المعجم الکبیر" میں روایت کیا ہے۔ میں کہتا ہوں کہ یہ سند ضعیف ہے کیونکہ اس (سند میں موجود) یعقوب کے بارے میں حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے فرمایا ہے کہ یہ صدوق، کثیر الوھم اور ضعفاء سے بکثرت روایت کرنے والا ہے۔"

اسی سے متعلقہ ایک اور مثال سلسلہ ضعیفہ میں موجود ہے:

((من تمسك بسنتي عند فساد امتي فله اجر مائة شهيد.))[1]

"جس شخص نے میری سنت کے ساتھ تمسک اختیار کیا جب کہ میری امت فساد میں مبتلاء ہو تو اس کے لیے ایک سو شہیدوں کا ثواب ہے۔"

اس کو نقل کرنے کے بعد شیخ البانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

((قلت: هذا سند ضعيف جدًا ، وعلته الحسن بن قتيبة قال الذهبي في الميزان (هالك) وقال الدارقطني(متروك الحديث) قال ابوحاتم (ضعيف) وقال الازدي: (واهي الحديث) وقال العقيلي : (كثير الوهم)).

"میں کہتا ہوں اس کی سند غایت درجہ کی ضعیف ہے اور اس کے ضعف کا سبب حسن بن قتیبہ ہے۔ امام ذہبی نے المیز ان میں اس کو ھالک کہا ہے۔ کہ وہ تباہ ہو گیا۔ امام دارقطنی نے اسے متروک الحدیث کہا ہے۔ اور ابو حاتم نے ضعیف کہا ہے جب کہ الازدی نے اسے کمزور حدیث بیان کرنے والا کہا ہے اور عقیلی نے کہا ہے یہ بہت زیادہ وھم والا ہے۔"

مذکورہ مثالوں سے یہ بات واضح ہو گی ہے کہ کثیر الوھم راوی کی روایت امام البانی کے نزدیک ضعیف ہوتی ہے۔

۷۔ شیخ البانی رحمہ اللہ اگر ضعیف راوی ثقہ کی مخالفت کرے تو اس کی روایت قبول نہیں کرتے۔

جس روایت میں کوئی ضعیف راوی ثقہ کی مخالفت کرے اسے منکر کہتے ہیں۔[2] اور شیخ البانی رحمہ اللہ بھی ایسے راوی کی روایت کو حجت نہیں سمجھتے جیسا کہ مثال سے واضح ہے۔

"سلسلہ صحیحہ"، میں شیخ البانی رحمہ اللہ نے یہ روایت نقل فرمائی ہے کہ:

---

[1] سلسلة الضعيفة، رقم الحديث: ٣٢٦

[2] سند و متن میں شیخ البانی کا معیار تحقیق، ص: ٦٨

((ألا ان الفتنة ههنا ، ألا ان الفتنة ههنا من حيث يطلع قرن الشيطان الى المشرق.))[1]

''خبردار! فتنہ یہاں ہے، خبردار! فتنہ یہاں ہے، جہاں سے مشرق میں شیطان کا سینگ طلوع ہوتا ہے۔''

اس کے تحت شیخ رحمہ اللہ نے اس معنی کی مختلف روایات اور ان کی اسناد ذکر فرمائی ہیں، ایک جگہ نقل فرماتے ہیں کہ:

((ولمسلم من طريق عكرمة بن عمار عن سالم بلفظ: خرج رسول اللهﷺ من بيت عائشة فقال "رأس الكفر من ههنا ...." لكن عكرمة فيه ضعف من قبل حفظه، فلا يحتج به فيما يخالف الثقات.))

''اور مسلم میں عکرمہ بن عمار عن سالم کے طریق سے ان لفظوں کے ساتھ روایت موجود ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عائشہ رضی اللہ عنہا کے گھر سے نکلے تو فرمایا کہ ''کفر کی جڑ اس طرف ہے۔'' (اس سند میں موجود) عکرمہ راوی حافظے کے حوالے سے ضعیف ہے۔ لہٰذا اس کی وہ روایت قابل حجت نہیں ہوگی جس میں وہ ثقات کی مخالفت کرے گا۔''

گویا شیخ البانی رحمہ اللہ ضعیف راوی کی اس روایت کو بھی قبول نہیں کرتے جس میں وہ ثقہ کی مخالفت کرتا ہو۔

③ عدالت اور شیخ البانی رحمہ اللہ

عدالت سے مراد یہ ہے کہ حدیث کو بیان کرنے والا راوی مسلمان، عاقل، بالغ، اسباب فسق سے محفوظ اور اسلامی اخلاق وآداب کا پابند ہو۔[2] اور وہ راوی ان اخلاق وآداب کے برخلاف امور سے اجتناب کرنے والا ہو۔ برخلاف امور سے مراد وہ امور ہیں جن کی وجہ سے راوی کی عدالت مجروح اور روایت مردود ہوجاتی ہے۔ ان امور کے دائرے میں کفر، فسق، بدعت، کذب، اتہام بالکذب اور جہالت شامل ہیں۔[3] محدثین کا اصول ہے کہ اگر حدیث کا راوی مندرجہ بالا امور میں سے کسی ایک کا بھی مرتکب ہو جائے تو اس سے روایت کو قبول نہیں کیا جائے گا۔ شیخ البانی رحمہ اللہ نے بھی عدالت میں انہی امور کو مدنظر رکھتے ہوئے احادیث کی تحقیق کی ہے۔ شیخ البانی رحمہ اللہ کی تحقیقات کی روشنی میں عدالت سے متعلقہ چند اصول بمعہ امثلہ درج ذیل ہیں۔

i۔ شیخ البانی رحمہ اللہ مجہول راوی کی روایت کی قبول نہیں کرتے۔[4]

مجہول سے مراد یہ ہے کہ کسی بھی راوی کی شخصیت یا صفات وحالات غیر معروف ہوں۔[5] شیخ البانی رحمہ اللہ مجہول راوی کی

---

[1] سلسلة الصحيحة، رقم الحديث: ۲۴۹۴

[2] محمود الطحان، تيسر مصطلح الحديث، مركز الهدى للدراسات، ص: ۱۳۲

[3] نزهة النظر، ص: ۸۹

[4] تمام المنة في التعليق على فقه السنة، ص: ۱۹

[5] سند ومتن میں شیخ البانی معیار تحقیق، ص: ۶۳

روایت کو ضعیف میں ہی شمار کرتے ہیں۔ جیسا کہ آپ نے ''سلسلہ صحیحہ'' میں الادب المفرد کے حوالے سے یہ روایت نقل فرمائی ہے۔

عن ابن عمر انه سمع مولى له يقول الله وفلان، فقال ((لا تقل كذلك، لا تجعل مع الله احدًا ولكن قل: فلان بعد الله.))[1]

''حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ انہوں نے اپنے ایک آزاد کردہ غلام کو یہ کہتے ہوئے سنا کہ اللہ اور فلاں شخص۔ تو اس پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہا کہ اس طرح مت کہو۔ کسی کو بھی اللہ کے ساتھ شریک مت کرو۔ بلکہ یوں کہا کرو کہ فلاں شخص اللہ کے بعد۔''

اس روایت کو نقل کرنے کے بعد شیخ البانی فرماتے ہیں:

((رجاله ثقات غير مولى ابن عمر وهو مجهول.))

''اس روایت کے تمام راوی ابن عمر کے غلام (مغیث) کے سوا ثقہ ہیں۔ کیونکہ یہ غلام مجہول ہے۔''

اسی طرح شیخ البانی رحمہ اللہ نے دارقطنی کے حوالے ارواء الغلیل میں ایک روایت نقل کی ہے۔

وأما حديث علي: فهو من طريق ابي اسحاق القنسريني ثنا فرات بن سليمان عن محمد بن علوان عن الحارث عنه مرفوعًا بلفظ ((من اصل الدين الصلاة خلف كل بر وفاجر والجهاد مع اكل امير ولك اجرك والصلاة على كل من مات من اهل القبلة".))[2]

''دین کے اساسی مسائل میں سے ہے کہ ہر نیک وبد کے پیچھے نماز ادا کی جائے۔ ہر امیر کے ساتھ مل کر جہاد کیا جائے۔ تمہارے لیے تمہارا اجر ہے اور اہل قبلہ میں سے فوت ہونے والے ہر شخص کی نمازِ جنازہ ادا کی جائے۔''

اس روایت کو نقل کرنے کے بعد شیخ فرماتے ہیں کہ یہ روایت کئی اعتبار سے علت زدہ ہے۔ اس کی سند میں موجود راوی:

(الف) حارث اعور متہم بالکذب ہے۔

(ب) محمد بن علوان مجہول ہے۔

(ج) فرات بن سلیمان کو امام ابن حبان نے منکر الحدیث کہا ہے۔

(د) ابو اسحاق کے بارے میں امام ذہبی نے فرمایا کہ وہ مجہول ہے۔

گویا اس روایت میں محمد بن علوان اور ابو اسحاق مجہول ہیں مذکورہ مثالوں سے یہ بھی پتہ چلا کہ شیخ البانی رحمہ اللہ کے نزدیک وہ روایت نا قابل حجت ہے جس کی سند میں کوئی مجہول راوی موجود ہو۔

---

[1] سلسلة الصحيحة، تحت الحديث: ۱۳۸

[2] ارواء الغليل، تحت الحديث: ۵۲۷، ۱/۳۰۸

ii۔شیخ البانی رحمہ اللہ متروک روایت کو بھی قبول نہیں کرتے ہیں۔

ایسے راوی کی روایت کو متروک کہتے ہیں جو عام گفتگو میں لوگوں کے ساتھ جھوٹ بولتا ہو مگر حدیث نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں اس سے جھوٹ ثابت نہ ہو۔[1] حافظ ابن حجر رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

''وہ روایت جو راوی پر جھوٹ کے الزم کی وجہ سے ردّ کی جاتی ہے اسے متروک کہتے ہیں۔''[2]

گویا متروک روایت کی سند میں متہم باالکذب راوی موجود ہوتا ہے۔شیخ البانی رحمہ اللہ بھی محدثین کی طرح متہم بالکذب کی روایت کو قبول نہیں کرتے بلکہ ضعیف ہی گردانتے ہیں جیسا کہ شیخ نے ''سلسلہ ضعیفہ'' میں ایک روایت نقل کی ہے۔

((يتبع الدجال من امتي سبعون الفًا عليهم السيجان.))[3]

''میری امت کے ستر ہزار آدمی دجال کی اتباع کریں گے ان پر سبز چادریں ہوں گیں۔''

اس روایت کو نقل کرنے کے بعد آپ فرماتے ہیں کہ اس کی سند بہت زیادہ ضعیف ہے۔کیونکہ اس میں ابو ہارون عمارہ بن جوبن ایک راوی ہے جس کے بارے میں حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے تقریب میں کہا ہے:

((متروك ومنهم من كذبه.))

''یہ متروک راوی ہے یہ ان میں سے ہے جن کی تکذیب ہوئی ہے۔''

اسی طرح شیخ نے ''تمام المنۃ'' میں بھی ایک روایت نقل کی ہے۔

((كان ﷺ يصلي فاذا استفتح انسان الباب فتح الباب ما كان في القبلة أوعن يمينه أوعن شماله ولا يستدبر القبلة.))[4]

''جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم نماز ادا کر رہے ہوتے تو کوئی انسان دروازے پر دستک دیتا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم ایسے دروازے کو کھول دیتے تھے جو آ کے قبلہ رُخ، دائیں یا بائیں جانب ہوتا تھا۔آپ صلی اللہ علیہ وسلم قبلہ کی جانب پیٹھ نہیں کرتے تھے۔''

اس روایت کے تحت آپ لکھتے ہیں:

''یہ روایت ان لفظوں کے ساتھ بہت زیادہ ضعیف ہے کیونکہ امام دارقطنی نے یہ روایت محمد بن حمید الرازی کے طرق سے بیان کی ہے اور وہ متہم بالکذب ہے۔''

مذکورہ امثلہ سے یہ بات علم میں آتی ہے کہ شیخ البانی رحمہ اللہ کے نزدیک متہم بالکذب راوی کی روایت متروک ہوتی ہے اور آپ

---

[1] نزھۃ النظر، ص:۸۵

[2] نزھۃ النظر، ص:۸۹

[3] سلسلۃ الضعیفۃ، رقم الحدیث:۲۰۸۸

[4] تمام المنہ، ص:۳۱۰

اسے ضعیف ہی سمجھتے ہیں۔

iii۔شیخ البانی رحمہ اللہ کذاب راوی کی روایت کوموضوع شمار کرتے ہیں۔

راوی کی عدالت کو مجروح کرنے والا سب سے بڑا سبب کذب بیانی ہے۔جس راوی کی حدیث رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے کذب بیانی ثابت ہو جائے اس کی روایت کو موضوع کہتے ہیں۔[1] کذب سے مراد جھوٹ ہے۔جھوٹ بولنے والے راوی کو کذاب کہا جاتا ہے۔شیخ البانی رحمہ اللہ نے تحقیق کے میدان میں کذاب راوی کی روایت کو موضوع ہی شمار کیا ہے۔اوراس سے متعلقہ چند امثلہ درج ذیل ہیں:

آپ نے سلسلہ ضعیفہ میں ایک روایت لائے ہیں:

((صنعانِ من امتی اذا صلحا صلح الناس: الامراء والفقهاء))[2]

''میری امت میں دو قسم کے ایسے لوگ ہیں اگر وہ ٹھیک رہے تو دوسرے لوگ بھی ٹھیک رہیں گے۔وہ امراء اور فقہاء ہیں۔''

اس روایت کے تحت آپ لکھتے ہیں:

((وهذا سند موضوع محمد بن زیاد قال احمد: "کذاب اعور یضع الحدیث"))

''اس کی یہ سند موضوع ہے کیونکہ اس میں محمد بن زیادہ راوی ہے۔جس کے بارے میں امام احمد رحمہ اللہ نے فرمایا ہے ''یہ کذاب، اعور ہے اور احادیث گھڑا کرتا تھا۔''

سلسلہ ضعیفہ میں ایک اور ایسی روایت موجود ہے۔

((ما ترك عبد شیأ لِلّٰهِ ، لا یترکه الا لِلّه، الا عوَّضه منه ما هو خیر له فی دینه ودنیاه))

''جو بندہ بھی اللہ کی رضا کے لیے کوئی چیز ترک کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ بھی اسے دین و دنیا میں اس ترک کی ہوئی چیز سے بہتر عطا کرتے ہیں۔''

شیخ البانی رحمہ اللہ اس حدیث کو رقم کرنے کے بعد لکھتے ہیں:

((اقول: ان اسناده موضوع. فان من دون الزهری لا ذکرلهم فی شیءِ من کتب الحدیث غیر عبدالله بن سعد الرقی فانه معروف ولکن بالکذب))

''میں کہتا ہوں اس کی سند موضوع ہے کیونکہ امام زہری کے علاوہ اس کے بقیہ راویوں کا ذکر کسی بھی کتب حدیث میں نہیں ملتا سوائے عبداللہ بن سعد الرقی کے اور یہ معروف تو ہے مگر جھوٹ بولنے میں۔''

مندرجہ بالا دونوں مثالوں میں کذاب راوی موجود ہیں اس لیے شیخ البانی رحمہ اللہ نے مذکورہ روایات کو قبول نہیں کیا اور ان کی

---

[1] سند و متن میں شیخ البانی کا معیار تحقیق، ص:۶۲

[2] سلسلة الضعيفة، رقم الحدیث:۱۶

روایات پر موضوع کا حکم لگایا ہے۔

iv۔ شیخ البانی رحمہ اللہ غالی بدعتی کی روایت کو بھی قبول نہیں کرتے۔

بدعت سے مراد یہ ہے کہ دین اسلام میں کسی ایسی چیز کا اضافہ جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت نہ ہو۔ کسی بدعت کا ارتکاب کرنے والے راوی کے متعلق کچھ تفصیل ہے کہ وہ بدعت مکفرہ کا مرتکب ہے یا بدعت مفسقہ کا۔ بدعت مکفرہ سے مراد یہ ہے کہ وہ راوی دین اسلام کی مسلمات یا بنیادی عقائد کا انکار کرے۔ یا اس کے برعکس کسی عقیدہ کا مرتکب ہو: جیسے خوارج۔ ایسی بدعت کے مرتکب شخص کی روایت مطلقاً قبول نہیں۔ بدعت مفسقہ سے مراد ایسی بدعت ہے جس سے کفر تو لازم نہ آئے مگر اس کے مرتکب کی عدالت بھی برقرار نہ رہے۔ جیسے شیعہ وغیرہ۔ ایسے بدعتی کی روایت کو قبول کرنے کے لیے جمہور کی دو شرطیں لگائی ہیں:

۱۔ ......اپنی بدعت کا داعی نہ

۲۔ ......اس کی بیان کردہ روایت اس کی بدعت کی مؤید نہ ہو۔

محدثین دو شرطوں کے تحت بدعتی کی روایت کو قبول کر لیتے ہیں۔[1]

چنانچہ شیخ البانی رحمہ اللہ بھی انہی شرائط کو مدنظر رکھتے ہوئے بعض بدعتی راوی کی روایت کو قبول کیا ہے جیسا کہ آپ نے سلسلہ صحیحہ میں ایک روایت نقل کی ہے۔

((ما تریدون من علی؟ ان علیًا منی، وانا منہ، وھو ولی کل مومنٍ و مِن بعدی.))[2]

''تم لوگ علی سے کیا چاہتے ہو؟ بلاشبہ علی مجھ سے ہے اور میں علی سے ہوں۔ اور علی میرے بعد ہر مومن کا دوست ہے۔''

شیخ البانی رحمہ اللہ نے اس روایت کو سلسلہ صحیحہ میں ذکر کیا ہے حالانکہ اس کی سند میں ایک راوی شیعہ ہے جس کا نام جعفر بن سلیمان الضبعی ہے۔ تو اس پر بحث کرتے ہوئے شیخ لکھتے ہیں:

((لأن العبرة فی روایة الحدیث انما ھو الصدق والحفظ واما المذھب فھو بینه وبین ربه فھو حسبه.))

''کیونکہ حدیث کو روایت کرنے میں صرف سچائی اور حفظ کا اعتبار کیا جائے گا۔ اور جو مسئلہ مذہب کا ہے وہ اس کے اور اس کے ربّ کے درمیان معاملہ ہے اللہ تعالیٰ ہی اس کا محاسبہ کرے گا۔''

اس روایت اور بحث سے پتہ چلا کہ شیخ البانی رحمہ اللہ بدعتی کی روایت قبول کر لیتے ہیں مگر غالی بدعتی کی نہیں کرتے جیسا کہ آپ نے ارواء الغلیل میں اسماعیل نامی ایک راوی کی روایت کو قبول نہیں کیا ہے۔

((من اراد الحج فلیتعجل فانه قد یمرض المریض، وتضل الضالة وتعرض الحاجة.))

---

[1] مقدمہ ابن صلاح، ص: ۱۰۴

[2] سلسلة الصحیحة، رقم الحدیث: ۲۲۲۳

''تم میں سے جس کسی کا حج کا ارادہ ہو وہ جلدی کرے کیونکہ (تاخیر کے سبب) وہ بیمار ہی ہوسکتا ہے، اسے کوئی گمراہ بھی کرسکتا ہے اور اسے کوئی حاجت بھی پیش آسکتی ہے۔''

اس کے تحت لکھتے ہیں:

((قلت:وھذا سند ضعیف اسماعیل ھذا ھو ابن خلیفة العبسی ابواسرائیل الملائی قال الحافظ فی التقریب: صدوق سئ الحفظ، نسب الی الغلو فی التشیع.))[1]

''میں کہتا ہوں اس کی سند ضعیف ہے کیونکہ اس میں اسماعیل جو ابن خلیفہ العبسی ہے اس کے بارے میں حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے کہا ہے یہ سچا ہے سوء الحفظ کے ساتھ البتہ یہ تشیع میں غلو کرتا تھا۔''

مذکورہ مثالوں سے پتہ چلا کہ شیخ داعی اور غالی بدعتی کی روایت کو قبول نہیں کرتے۔ البتہ جو راوی داعی اور غالی نہ ہو تو ایسے بدعتی کی روایت قبول کر لیتے ہیں۔

نقد متن میں شیخ البانی رحمہ اللہ کا منہج

حدیث کی تصحیح کے لیے جہاں سند اور راوی کی تحقیق ضروری ہے وہاں متن کی جانچ پڑتال کرنا بھی انتہائی ضروری ہے۔ متن حدیث کی تحقیق کے اولین بانی صحابہ کرام رضی اللہ عنہم ہیں۔ جیسا کہ ذیل کی دو مثالوں سے واضح ہے۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے جب ابن عمر رضی اللہ عنہما کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ ''میت کو اس کے گھر والوں کے رونے کی وجہ سے عذاب دیا جاتا ہے۔'' تو انہوں نے اسے یہ کہتے ہوئے رد کر دیا کہ ''یہ بات تو رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک یہودی کے بارے میں فرمائی تھی۔ جب آپ اس کے جنازے کے پاس سے گزرے تو (اس کے گھر کے) لوگ اس پر رو رہے تھے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم رو رہے ہو اور اسے تو (تمہارے رونے کی وجہ سے) عذاب دیا جا رہا ہے۔''[2]

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا قول بھی اسی نوعیت کا ہے کہ ''ہم ایک عورت کی وجہ سے اپنے ربّ کی کتاب اور اپنے نبی کی سنت کو ترک نہیں کریں گے۔ پتہ نہیں اسے یہ بات یاد بھی ہے یا بھول گئی ہے''۔ دراصل سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کا یہ قول حضرت فاطمہ بنت قیس کی اس حدیث پر نقد ہے۔ جس میں انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بیان کیا کہ ''مطلقہ کے لیے نہ خرچہ ہے اور نہ رہائش''[3] جبکہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ

---

[1] ارواء الغلیل، تحت الحدیث: ۹۹۰

[2] مسلم، مسلم بن حجاج القشیری، صحیح مسلم، کتاب الجنائز، باب المیت یعذب ببکاء اھله علیه، ناشر: مکتبه دار السلام، لاهور، رقم الحدیث: ۹۳۲

[3] ابن عبدالبر، ابوعمر یوسف بن عبداللّٰه الاندلسی، الاستذکار، باب ماجاء فی نفقة المطلقة، بتحقیق سالم محمد عطاء، دار الکتب العلمیة بیروت، ۶/۱۳۰

کے پیش نظر قرآن کی وہ آیت تھی جس میں مذکور ہے کہ مطلقہ کو رہائش دو۔''[1]

ان امثلہ سے پتہ چلتا ہے کہ حدیث کی تصحیح کے لیے متن کی تحقیق کا سلسلہ عہد صحابہ سے ہی شروع ہوا اور آج تک جاری وساری ہے۔ حتی کہ محدثین نے صحیح حدیث کی تعریف میں بھی یہ بات شامل کر دی۔ جیسا کہ علامہ جمال الدین قاسمی سے نقل کیا ہے:

قال ائمة الفن:((الصحیح ما اتصل سنده بنقل العدل الضابط عن مثله وسلم عن شذوذ وعلة.))[2]

''آئمہ فن کا کہنا ہے کہ صحیح حدیث وہ ہے جس کی سند متصل ہو اسے نقل کرنے والے راوی عادل وضابط ہوں اور اپنے جیسوں سے ہی روایت کریں اور وہ روایت شذوذ اور علت سے بھی پاک ہو۔''

اس سے معلوم ہوا کہ صحیح حدیث وہی ہوگی جس میں یہ پانچ اوصاف موجود ہوں:

① ۔اتصال سند ② ۔عادل راوی ③ ۔ضابط راوی ④ ۔عدم شذوذ ⑤ ۔عدم علت

ان میں پہلے تین اوصاف کا تعلق سند کے ساتھ ہے جبکہ آخری دو کا تعلق متن کے ساتھ ہے۔ تاہم کبھی کبھی ان پانچوں کا تعلق سند کے ساتھ بھی ہوتا ہے۔ چونکہ ہم پہلے تین اوصاف کی وضاحت نقد سند میں کر چکے ہیں۔ لہٰذا بقیہ دو اوصاف کی وضاحت نقد متن میں کی جائے گی۔ تاکہ شیخ البانی رحمہ اللہ کے منہج کو اچھے طریقہ سے واضح کیا جا سکے۔ نقد متن میں شیخ البانی رحمہ اللہ نے شذوذ وعلل کو مدنظر رکھا ہے اور متن میں اکثر وبیشتر ان ہی اوصاف کو دیکھ کر احادیث پر صحت وضعف کا حکم لگایا ہے۔

شذوذ اور شیخ البانی رحمہ اللہ:

شذوذ سے مراد یہ ہے کہ جب کوئی ثقہ راوی اپنے سے زیادہ ثقہ راوی یا ثقہ جماعت کی مخالفت کرے۔[3] ایسے راوی کی روایت شاذ اور جن کی یہ مخالفت کر رہا ہے ان کی روایت محفوظ کہلاتی ہے۔[4] محدثین کے ہاں شاذ روایت مردود کی ایک قسم ہے۔ شاذ المتن کی چار قسمیں ہیں:

① ۔ مضطرب ② ۔مدرج ③ ۔مقلوب ④ ۔مصحف

شیخ البانی رحمہ اللہ نے بھی انہیں چار اقسام کو تحقیق المتن فی الحدیث میں مدنظر رکھا ہے جیسا کہ درج ذیل ہے:

i۔ شیخ البانی رحمہ اللہ شاذ روایت کو قبول نہیں کرتے بلکہ اسے ضعیف ہی سمجھتے ہیں۔[5]

شاذ روایت شیخ البانی رحمہ اللہ کے نزدیک مردود کی ہی ایک قسم ہے۔ جیسا کہ آپ نے تمام المنہ میں ایک روایت نقل کی ہے:

---

[1] سورۃ الطلاق:٦

[2] القاسمی، محمد جمال الدین، قواعد التحدیث، دار النفائس بیروت، ص: ٣٣

[3] نزھۃ النظر، ص: ١٦٥

[4] سند ومتن میں شیخ البانی کا معیار تحقیق، ص:١٠٨

[5] ارواء الغلیل، رقم الحدیث: ٣٥

((ان النبیﷺ اضافہ یھودی بخبز وإھالۃ سنخۃ.))[1]

''ایک یہودی نے روٹی اور بدبودار چربی کے ساتھ نبی کریم ﷺ کی ضیافت کی۔''

اس کے بعد نقل فرماتے ہیں:

((شاذ بھذا اللفظ.))

''یہ روایت ان لفظوں کے ساتھ شاذ ہے۔''

دوسری جگہ ارواء الغلیل میں ہی نقل کیا ہے:

((ان النبیﷺ صلی بھم فسھا فسجد سجدتین ثم تشھد ثم سلم.))[2]

''نبی کریم ﷺ نے صحابہ کو نماز پڑھائی اور بھول گئے تو آپ نے دو سجدے کیے پھر تشہد پڑھا اور پھر سلام پھیرا۔''

اس کے بعد نقل فرمایا ہے:

((ضعیف شاذ.))

''یہ روایت ضعیف شاذ ہے۔''

مذکورہ مثالوں سے پتہ چلا کہ آپ کے نزدیک شاذ روایت ضعیف ہی ہوتی ہے۔

ii۔شیخ البانی ؒ کے نزدیک مضطرب روایت ضعیف ہوتی ہے۔[3]

مضطرب سے مراد ایسی روایت ہے جس میں راوی حدیث کو حدیث کا اصل متن یا راوی بالترتیب یاد نہ ہوں۔شیخ البانی ؒ ایسی روایت کو قبول نہیں کرتے جیسا کہ آپ نے ''ارواء الغلیل'' میں یہ روایت نقل فرمائی ہے کہ:

روی من غیر وجہ بأسانید حسان من حدیث سمرۃ والنعمان بن بشیر وعبداللہ بن عمرو ((انہ صلاھا رکعتین کل رکعۃ برکوع، رواھا احمد والنسائی.))[4]

''متعدد طرق سے حسن سندوں کے ساتھ سمرہ رضی اللہ عنہ،نعمان بن بشر رضی اللہ عنہ اور عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما کی یہ حدیث روایت کی گئی ہے کہ آپ ﷺ نے نماز کسوف کی دو رکعتیں پڑھائیں اور ہر رکعت میں ایک رکوع کیا۔''

اس کے تحت نقل فرماتے ہیں کہ:

((ضعیف لا یصح منھا شیء اما لعلۃ أو شذوذ.... أما حدیث النعمان بن بشیر فانہ مضطرب الاسناد والمتن ، أما الاسناد فانہ من طریق ابی قلابۃ عن النعمان وأبو

---

[1] تمام المنہ، ص: ۱۵۱

[2] ارواء الغلیل، رقم الحدیث: ۴۰۳

[3] تمام المنہ، ص: ۱۷

[4] ارواء الغلیل، رقم الحدیث: ۶۶۲

قلابة مدلس وقد عنعنه فی کل الطرق .... وأما الاضطراب فی المتن ففی روایة أنه لم یزل یصلی حتی انجلت وأنه خطب بعد الصلاة .... وفی أخری بلفظ: صلی مثل صلاتنا یرکع ویسجد مرتین.... فهذا الاضطراب الشدید فی السند والمتن مما یمنع القول بصحة الحدیث والاستدلال به علی الرکوع الواحد کما هو ظاهر.))

''یہ روایت ضعیف ہے، اس میں کچھ بھی صحیح نہیں یا تو علت کی وجہ سے یا شذوذ کی وجہ سے۔نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ کی حدیث سند و متن دونوں لحاظ سے مضطرب ہے۔سند میں اضطراب اس وجہ سے ہے کہ اسے ابوقلابہ عن النعمان کے طریق سے روایت کیا گیا ہے اور ابوقلابہ مدلس راوی ہے اور اس نے تمام طرق میں عن سے روایت بیان کی ہے۔ اور متن میں اضطراب اس وجہ سے ہے کہ ایک روایت میں مذکور ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نماز پڑھاتے رہے حتیٰ کہ سورج روشن ہو گیا (یعنی آپ نے طویل نماز پڑھائی) اور پھر نماز کے بعد آپ نے خطبہ بھی دیا۔ ایک دوسری روایت میں یہ لفظ ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہماری (عام) نماز کی طرح ہی نماز کسوف پڑھائی، آپ رکوع اور سجدے دو مرتبہ کرتے تھے۔پس یہ سند و متن میں شدید اضطراب اس حدیث کے صحیح ہونے اور اس کے ذریعے ایک رکوع پر استدلال کرنے سے مانع ہے جیسا کہ یہ ظاہر ہے۔''

اسی طرح ''ریاض الصالحین'' میں ایک اور روایت نقل کی گئی ہے کہ:

عن ابی هریرة رضی اللہ عنہ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم: ((کل أمر ذی بال لایبد أفیه بالحمدلله فهو أقطع))

حدیث حسن رواه ابوداؤد وغیره.[1]

''حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ'ہر اچھا کام جس کی ابتداء میں الحمدللہ نہ پڑھی جائے، برکت سے خالی ہوتا ہے'۔حسن حدیث ہے اسے ابوداؤد وغیرہ نے روایت کیا ہے۔''

اس کی تحقیق میں شیخ البانی رحمہ اللہ نے فرمایا ہے کہ:

قلت: ((والحدیث ضعیف الاسناد مضطرب المتن کما شرحته فی أول "الارواء".))

''میں کہتا ہوں کہ یہ حدیث ضعیف الاسناد اور مضطرب المتن ہے جیسا کہ میں نے (اپنی کتاب) ارواء الغلیل کی ابتداء میں اس کی تشریح کی ہے۔''

معلوم ہوا کہ شیخ البانی رحمہ اللہ کے نزدیک مضطرب روایت (جو شاذ کی ہی ایک قسم ہے) صحیح اور قابل حجت نہیں۔ یہ بھی معلوم ہوا کہ بعض اوقات اضطراب سند و متن دونوں میں بھی واقع ہوتا ہے۔

iii۔شیخ البانی رحمہ اللہ مدرج الفاظ کو بھی قبول نہیں کرتے۔

مدرج سے مراد ایسی روایت ہے جس کی سند یا متن میں ایسا اضافہ ہو جو دراصل اس روایت کا حصہ نہ ہو۔ یہ راوی کا اپنا اضافہ ہوتا ہے چنانچہ شیخ البانی رحمہ اللہ نے ایسی روایت کو قبول نہیں کیا۔جیسا کہ سنن نسائی میں ایک روایت مذکور ہے۔شیخ نے اس کو تمام المنہ

---

[1] النووی، محی الدین، ریاض الصالحین، کتاب حمد اللہ تعالیٰ، باب وجوب الشکر، المکتب الاسلامی بیروت، ص:۱۴۰۲

میں نقل کیا ہے:

أخبرنا أبو عبدالرحمن قال أنبأنا محمد بن منصور قال حدثنا سفیان قال حدثنا أبو اسحق الشیبانی قال سمعت ابن ابی أوفی یقول ((نهی رسول اللهﷺ عن نبیذ الجر الأخضروالأبیض.))[1]

''ابن ابی اوفی نے ذکر فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سبز اور سفید مٹکے کے نبیذ سے منع فرمایا ہے۔''

اس کے بعد نقل فرماتے ہیں کہ:

((صحیح دون قوله: والأبیض فانه مدرج.))

''یہ روایت صحیح ہے سوائے ''سفید'' کے لفظ کے کیونکہ یہ لفظ مدرج ہیں۔''

اسی طرح شیخ البانی رحمہ اللہ نے ''تمام المنہ'' میں ہی سنن نسائی کی ایک اور روایت نقل فرمائی ہے کہ:

((ان امتی یأتون یوم القیامة غرًا محجلین من آثار الوضوء فمن استطاع منکم ان یطبل غرته فلیفعل.))[2]

''بلاشبہ میری امت کے افراد روزِ قیامت اس حال میں آئیں گے کہ وضوء کے اثرات کی وجہ سے ان کے ہاتھ، پاؤں اور چہرے چمکتے ہوں گے۔ لہٰذا تم میں سے جو شخص اس چمک کو زیادہ کرنے کی طاقت رکھتا ہو تو اسے ایسا کرنا چاہیے۔''

اس کے تحت نقل فرماتے ہیں کہ:

((قلت: قوله فی الحدیث ''فمن استطاع....'' مدرج فیه من أحد رواته لیس من کلام النبیﷺ کما ذکره غیره واحدمن الحفاظ کما قال المنذری فی الترغیب (۱/ ۹۲) والحدیث عندهم من روایة نعیم بن محمر عن ابی هریرة وقد بین احمد فی روایة له (۲/ ۳۳۴۔ ۵۲۳) أنه مدرج ، فقال فی آخر الحدیث : فقال نعیم لا أدری قوله: ''من استطاع أن یطیل غرته فلیفعل'' من قوله رسول اللهﷺ أو من قول أبی هریرة؟ وقال الحافظ فی الفتح ''لم أرهذه الجملة فی روایة أحد ممن روی هذا الحدیث من الصحابة وهم عشرة ولا ممن رواه عن ابی هریرة غیر روایة نعیم هذه.'' وکان ابن تیمیة یقول : هذا اللفظة لا یمکن أن تکون من کلامه فان الغرة لاتکون فی الید، لا تکون الا فی الوجه واطالته غیر ممکنة اذتدخل فی الرأس فلا تسمی تلك غرة کذا فی

---

[1] نسائی، احمدبن شعیب النسائی، سنن نسائی، کتاب الاشربة، باب الجر الاخضر، بتحقیق البانی، رقم الحدیث: ۵۶۲۲

[2] تمام المنہ، ص: ۹۲

"اعلام الموقعين" (٦/٣١٦).))

''میں کہتا ہوں کہ یہ لفظ ''جو چاہے اپنی سفیدی کو لمبا کرلے'' حدیث میں کسی راوی کی طرف سے درج کیے گئے ہیں۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا کلام نہیں جیسا کہ متعدد حفاظ نے یہ بات ذکر فرمائی ہے۔ چنانچہ امام منذری رحمہ اللہ نے ''الترغیب'' میں فرمایا کہ یہ حدیث محدثین کے ہاں نعیم بن محمر کی ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مرویات میں سے ہے، امام احمد رحمہ اللہ نے اس کی ایک روایت میں یہ وضاحت کی ہے کہ یہ لفظ مدرج ہیں اور حدیث کے آخر میں فرمایا ہے کہ نعیم نے کہا ہے کہ مجھے علم نہیں یہ الفاظ ''جو چاہے اپنی سفیدی کو لمبا کرلے'' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے یا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کا۔ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے ''فتح الباری'' میں نقل فرمایا ہے کہ میں نے اس حدیث کو نقل کرنے والے کسی بھی صحابی کی روایت میں یہ جملہ نہیں دیکھا ''اور وہ دس ہیں'' اور نہ ہی اس کی روایت میں دیکھا ہے جس نے اسے ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے بیان کیا ہے سوائے اس نعیم کی روایت کے۔ اور ابن تیمیہ رحمہ اللہ فرمایا کرتے تھے کہ یہ ممکن نہیں کہ یہ لفظ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا کلام ہوں کیونکہ ''غرہ'' ایسی سفیدی کو کہتے ہیں جو ہاتھ میں نہیں بلکہ صرف چہرے میں ہوتی ہے اور چہرے کی سفیدی کو لمبا کرنا ممکن ہی نہیں اور اگر (بفرض محال اس سفیدی کو لمبا کرنے کی غرض سے) سر کو بھی دھویا جائے تو پھر اس پر ''غرہ'' کا لفظ نہیں بولا جا سکتا، اسی طرح ''اعلام الموقعین'' میں مذکور ہے۔''

مذکورہ مثالوں سے پتہ چلا کہ شیخ البانی رحمہ اللہ کے نزدیک مدرج الفاظ صحیح نہیں ہوتے۔ اور ان الفاظ سے احتجاج بھی نہیں کیا جا سکتا۔

iv۔ شیخ البانی رحمہ اللہ مقلوب روایت کو بھی ضعیف کی ایک قسم گردانتے ہیں۔

مقلوب سے مراد وہ روایت ہے جس کے راوی نے غلطی کی وجہ سے حدیث کے جملوں، لفظوں یا راویوں کو آگے پیچھے کر دیا ہو شیخ البانی رحمہ اللہ بھی ایسی روایت کو ضعیف سمجھتے ہیں۔ اسی لیے آپ نے ''سلسلہ ضعیفہ'' میں یہ روایت نقل فرمائی ہے کہ:

((زينو أصواتكم بالقرآن.))[1]

''قرآن کے ساتھ اپنی آوازوں کو مزین کرو۔''

پھر اس کے بارے میں نقل فرماتے ہیں کہ:

((منكر مقلوب.))

''یہ منکر و مقلوب ہے۔''

اسی طرح شیخ البانی رحمہ اللہ نے ''سلسلہ صحیحہ'' میں ایک اور روایت نقل فرمائی ہے کہ:

((من كف غضبه كف الله عنه عذابه.))[2]

---

[1] سلسلة الضعيفة، رقم الحديث: ٥٣٢٦

[2] سلسلة الصحيحة، رقم الحديث: ٢٣٦٠

''جو اپنا غصہ روک لیتا ہے اللہ تعالیٰ اس سے اپنا عذاب روک لیتا ہے۔''

اس حدیث پر بحث کرتے ہوئے ایک جگہ ذکر فرماتے ہیں کہ:

((أورده ابن أبي حاتم في العلل (۲/۱۴۱) من طريق زيد بن الحباب لكنه قال عن سليمان أبي الربيع (وفي الميزان واللسان: ابن الربيع) (عن) مولى انس به، وهذا مقلوب، والصواب، الربيع بن سليمان لو سليم.))

''اس روایت کو ابن ابی حاتم نے ''علل'' میں زید بن حباب کے طریق سے نقل فرمایا ہے۔لیکن اس نے یہ ذکر بھی کیا ہے کہ عن سلیمان ابی الربیع عن مولی انس بہ (جبکہ میزان الاعتدال اور لسان المیز ان میں ابن الربیع کا ذکر ہے) یہ مقلوب ہے اور درست (سلیمان ابی الربیع کے بجائے) الربیع بن سلیمان یا ربیع بن سلیم ہے۔''

اوپر بیان کی گئی مثالوں سے پتہ چلا کہ شیخ البانی رحمہ اللہ کے نزدیک مقلوب روایت صحیح نہیں ہوتی۔اور وہ الفاظ نا قابل احتجاج ہوتے ہیں۔اور ان سے یہ بات بھی علم میں آتی ہے کہ مقلوب جہاں متن میں واقع ہوتا ہے وہاں سند میں بھی ہوسکتا ہے۔

۷۔شیخ البانی رحمہ اللہ نے نزدیک متن وسند کو مجروح کرنے والی چیزوں میں تصحیف اور تحریف بھی شامل ہیں۔

تصحیف سے مراد سند یا متن میں نقطوں کا ایسا تغیر ہے جو غلطی پر مبنی ہو اور ثقہ کی مخالفت ہو شیخ البانی رحمہ اللہ اپنی تحقیق میں اس کی طرف بھی متنبہ کیا ہے جیسا کہ مثال سے واضح ہے:

شیخ البانی رحمہ اللہ نے ''ضعیف ابوداؤد'' میں یہ روایت نقل فرمائی ہے کہ:

عن عمرو بن الله عن واثلة بن الاسقع قال: ((نادى رسول الله ﷺ في غزوة تبوك ....))[1]

''واثلہ بن اسقع کا بیان ہے کہ غزوہ تبوک کے موقع پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ندا لگائی....''

اس کے تحت نقل فرماتے ہیں کہ:

قلت: ((وهذا اسناد ضعيف، رجاله ثقات، غير عمرو بن عبدالله وهو السيباني بفتح السين المهملة ووقع في التقريب وغيره بالمعجمة وهو تصحيف.))

''میں کہتا ہوں کہ یہ سند ضعیف ہے اس کے راوی ثقہ ہیں سوائے عمرو بن عبداللہ کے وہ سیبانی ہے، سین کے ساتھ، جبکہ تقریب اور دیگر کتب میں اسے، شین کے ساتھ (شیبانی) ذکر کیا گیا ہے، یہ تصحیف ہے۔''

گویا اس مقام پر شیخ رحمہ اللہ نے تصحیف کی نشاندہی کی ہے اور تصحیف پر عدم اعتماد کا اظہار کیا ہے۔

تحریف سے مراد وہ روایت ہے جس کے حروف میں تعبیر وتبدل کر کے ثقہ کی مخالفت کی جائے۔شیخ البانی رحمہ اللہ ایسے حروف کو بھی قبول نہیں کرتے۔اس کی مثال درج ذیل ہے۔

---

[1] ضعیف ابی داؤد، کتاب الجهاد، باب الاسیر یوثق، رقم الحدیث: ۴۶۰

شیخ البانی رحمہ اللہ نے ''ارواء الغلیل'' میں یہ روایت نقل فرمائی ہے کہ

((لحديث أبي بصرة الغفاري : انه ركب سفينة .... في شهر رمضان...))

''ابو بصرہ غفاری کی حدیث میں ہے کہ وہ رمضان میں کشتی پر سوار ہوئے۔''

اس کے تحت نقل فرماتے ہیں کہ:

((رواه ابوداؤد واحمد عن يزيد بن أبي حبيب أن كليب بن ذهل الحضرمي أخبره عن عبيد بن جبر (وفي المسند: ابن حنين وهو تحريف) قال كنت مع ابي بصرة الغفاري.))

''اسے ابوداؤد، اور احمد نے یزید بن ابی حبیب سے روایت کیا ہے کہ کلیب بن ذہل حضرمی نے اسے عبید بن جبر سے خبر دی (مسند میں ابن جبر کے بجائے ابن حنین ہے اور وہ تحریف ہے) اس نے کہا میں ابو بصرہ غفاری کے ساتھ تھا۔''

معلوم ہوا کہ شیخ البانی رحمہ اللہ نے جہاں رواۃ کی طرف سے تصحیف کے وقوع پر تنبیہ فرمائی ہے وہاں تحریف (یعنی سند یا متن میں حروف کا ایسا تغیر وتبدل جو غلطی پر مبنی ہو) پر بھی متنبہ کیا ہے۔

متن کے ذریعے موضوع روایت کو پہچاننے کی علامات

موضوع روایت وہ ہوتی ہے جس کی سند میں کوئی کاذب راوی پایا جائے لیکن محدثین نے ذکر کیا ہے کہ متن حدیث کو دیکھ کر بھی موضوع روایت کی شناخت کی جاسکتی ہے جیسا کہ حافظ ابن صلاح۔[1] اور امام سخاوی رحمہ اللہ نے امام ابن دقیق کے طرق سے نقل کیا ہے:

((وكثيرًا مايحكمون بالوضع باعتبار امور ترجع الى المروى والفاظ الحديث.))[2]

''اکثر محدثین جس بنیاد پر حدیث کے موضوع ہونے کا فیصلہ کرتے ہیں اس کا تعلق مروی اور الفاظ حدیث سے ہے۔''

لیکن متن حدیث کو دیکھ کر کسی روایت پر وضع کا حکم لگانا ہر آدمی کا کام نہیں ہے۔ بلکہ یہ کام اس کا ہے جو فن حدیث کا ماہر ہو۔ اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اقوال وافعال میں تتبع کرنے اور ان میں صحیح وغلط میں تمیز کرنے کا ملکہ رکھتا ہو۔[3]

بہر حال فن حدیث کے ماہرین نے کچھ علامات بھی ذکر کری ہیں۔ جن کے ذریعے متن حدیث کی معرفت حاصل کی جاسکتی ہے۔ ان علامات کا ذکر حافظ ابن قیم رحمہ اللہ نے ''المنار المنیف'' میں امام سیوطی نے ''الالی المصنوعۃ'' میں ابن جوزی نے ''الموضوعات'' میں اور امام سخاوی نے ''فتح المغیث'' میں کیا ہے۔

---

[1] مقدمہ ابن صلاح، ص: ۵۸

[2] فتح المغیث، ۱/ ۲۶۸

[3] ابن قیم، محمد بن ابوبکر، ابو عبداللہ، المنار المنیف فی الصحیح والضعیف، ناشر: دار عالم الفوائد، للنشر والتوزیع، المکۃ المکرمۃ، ص: ۴۴

ان تمام کی بیان کردہ چند علامات درج ذیل ہیں:

[1]......جو روایت صراحتاً قرآن کے خلاف ہو۔[1]

[2]......جو روایت صراحتاً صحیح حدیث نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف ہو۔[2]

[3]......جو روایت قرآن وسنت کے عمومی قواعد کے خلاف ہو۔[3]

[4]......ایسی روایت جس پر سلف صالحین کا عمل نہ ہو۔[4]

[5]......جس روایت میں معمولی عمل پر بہت بڑا اجر ہو۔

شیخ البانی رحمہ اللہ نے بھی چونکہ محدثین کا منہج اختیار کیا ہے۔اس لیے ان کی بعض کتب میں ایسی مثالیں ملتی ہیں جس میں انہوں نے متن کے ذریعے روایت کی تحقیق کی ہے ذیل میں وہ چند قواعد اور اصول بمعہ امثلہ درج ہیں:

[1] جو روایت صراحتاً قرآن کے خلاف ہو

قرآن مجید آخری آسمانی کتاب ہے اور تمام علوم اسلامیہ کی اصل اور بنیاد ہے۔اس میں موجود تمام دلائل قطعی الثبوت ہیں۔لہٰذا ان دلائل میں سے کسی کو بھی تردد اور شک کی نظر سے دیکھنا بھی جائز نہیں ہے۔اسی لیے شیخ البانی رحمہ اللہ بھی اس روایت کو قبول نہیں کرتے جو قرآنی تعلیمات کے صراحتاً خلاف ہو۔جیسا کہ ''سلسلہ ضعیفہ'' میں آپ نے ایک روایت نقل کی ہے۔

((اولاد الزنا یحشرون یوم القیامة علی صورة القردة والخنازیر.))[5]

''زنا کی اولاد کو روز قیامت بندروں اور خنزیروں کی شکل میں جمع کیا جائے گا۔''

اس کے تحت نقل فرماتے ہیں:

((منکر، وبعد أن ذکر ما فی إسناده من ضعف.))

اس کے بعد لکھتے ہیں:

((والحدیث عندی ظاهره النکارة، مخالف لأصل إسلامی عظیم، وهو قول الله تبارك وتعالی: ﴿وَلَا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِّزْرَ أُخْرٰی﴾[6] فما ذنب أولاد الزنا حتی یحشرو اعلی صورة القردة والخنازیر ورحم الله من قال: غیری جنی وأنا المعذبُ فیکم. فکأننی

---

[1] المنار المنیف، ص:۷۴

[2] المنار المنیف، ص:۴۶

[3] سباعی، ڈاکٹر مصطفی، السنه ومکانتها فی التشریح الاسلامی، ترجمہ: غلام احمد حریری، ملک سنز فیصل آباد، ص:۱۷۴

[4] جهود الشیخ البانی، ص:۳۲۳

[5] سلسلة الضعیفة، رقم الحدیث:۸۷۷

[6] سورة الفاطر، ۱۸

سبابة المتندم.))[1]

''مجھے تو یہ روایت ظاہری طور پر ہی منکر لگتی ہے کیونکہ یہ روایت اسلام کے ایک عظیم اصول کے خلاف ہے اور وہ اصول اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے۔ ''کوئی نفس کسی دوسرے نفس کا بوجھ نہیں اٹھائے گا۔'' تو پھر زانی کی اولاد کا کیا قصور ہے؟ کہ ان کو بندروں اور خنزیروں کی صورت میں جمع کیا جائے گا۔ اللہ اس بندے پر رحم کرے جس نے یہ کہا: قصور کسی اور کا ہے اور اس میں سزا مجھے دی جا رہی ہے۔ گویا میں پشیمان کی انگشت شہادت ہوں۔''

اس مثال سے یہ بات سمجھ میں آتی ہے کہ شیخ البانی رحمہ اللہ اس روایت کو قبول نہیں کرتے جو صراحتاً قرآن کے خلاف ہو۔

[۲] جو روایت صراحتاً صحیح حدیث نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف ہو

اسی طرح شیخ البانی رحمہ اللہ نے اس روایت کو بھی قبول نہیں کیا جس کا متن احادیث صحیحہ کے خلاف ہو جیسا کہ آپ نے ایک روایت سلسلہ ضعیفہ میں نقل کی ہے۔

((المهدی من العباس عمی.))[2]

''مہدی میرے چچا عباس کی اولاد میں سے ہے۔''

اس پر حکم لگاتے ہوئے فرماتے ہیں کہ یہ موضوع ہے۔ اس کے بعد شیخ لکھتے ہیں:

((ومما یدل علی کذب هذا الحدیث انه مخالف بقوله ﷺ: والمهدی من عترتی من ولد فاطمة. اخرجه ابواؤد، وابن ماجه، والحاکم، وابو عمرو الدانی فی السنن الوارة فی الفتن ، وکذا العقیلی من طریق زیاد بن بیان عن علی ابن نفیل عن سعید بن المسیب عن ام سلمة مرفوعًا وهذا اسناد جیدًا، ورجاله کلهم ثقات وله شواهد کثیرة فهو واضح علی رد هذا الحدیث.))[3]

''اس حدیث کے کاذب ہونے پر بس یہ دلیل ہی کافی ہے کہ یہ روایت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اس ارشاد کے خلاف ہے کہ مہدی میری فاطمہ کی اولاد میں سے ہوگا۔ اس حدیث کو امام ابوداؤد نے[4]، امام ابن ماجہ نے[5]،

---

[1] سلسلة الضعیفة، تحت الحدیث: ۸۷۷

[2] سلسلة الضعیفة، رقم الحدیث: ۸۰

[3] سلسلة الضعیفة، تحت الحدیث: ۸۰

[4] ابوداؤد، سلیمان بن اشعث، سنن ابی داؤد، کتاب المهدی، رقم الحدیث، ۴۲۸۴

[5] ابن ماجه، محمد بن یزید، سنن ابن ماجه، کتاب الفتن، باب ظهور مهدی، مکتبه دار السلام لاهور، رقم الحدیث: ۴۰۸۶

امام حاکم نے[1]، امام ابوعمرو الدانی[2] نے اور امام عقیلی نے زیادہ بن بیان سے اور اس نے علی بن نفیل سے اور اس نے سعید بن مسیب سے اور اس نے ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے مرفوع روایت کی ہے۔اس کی سند بھی جید ہے اس کے تمام راوی بھی ثقہ ہیں اور کثرت سے اس کے شواہد بھی معلوم ہیں۔اس لیے یہ حدیث واضح طور پر اس کا ردّ کر رہی ہے۔''

اس مثال سے یہ پتہ چلتا ہے کہ شیخ ہر اس روایت کو بھی صحیح نہیں گردانتے جو احادیث صحیحہ کے خلاف ہو۔

[۳] جو روایت شریعت کے بنیادی اصولوں کے خلاف ہو

ضعیف اور مرفوع روایت کو پہچاننے کا ایک اصول یہ بھی ہے کہ جو روایت شریعت اسلامیہ کے بنیادی اصولوں کے خلاف ہوگی اسے ردّ کر دیا جائے گا۔شیخ البانی رحمہ اللہ کے تحقیقی کام میں اس کی مثال بھی ملتی ہے جیسا کہ آپ نے سلسلہ ضعیفہ میں ایک روایت نقل کی ہے۔

((الولد سر أبيه.))[3]

''لڑکا اپنے باپ کے نقشِ قدم پر چلتا ہے۔''

اس پر حکم لگاتے ہوئے شیخ البانی رحمہ اللہ لکھتے ہیں کہ:(لا اصل له)''اس روایت کا کوئی اصل نہیں ہے۔''یعنی یہ روایات بے بنیاد ہے۔پھر اس حکم کی علت بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

((معناه ليس مطردا، ففي الأنبياء من كان أبوه مشركا عاصيا مثل: آزر والد إبراهيم عليه السلام وفيهم من كان ابنه مشركا مثل: نوح عليه السلام.))[4]

''اس کا مفہوم بالکل درست نہیں ہے کیونکہ نبیوں کی جماعت میں سے ایسے انبیاء علیہم السلام بھی ہیں جن کے والد شرک اور نافرمان تھے جیسے ابراہیم علیہ السلام کے والد آزر۔اور اسی طرح بعض انبیاء کرام علیہم السلام ایسے بھی تھے جن کے بیٹے مشرک تھے جیسے نوح علیہ السلام کا بیٹا۔''

اس سلسلے کی دوسری مثال یہ ہے:

((ان الله لا يعذب حسان الوجوه، سود الحدق.))[5]

''بے شک اللہ تعالیٰ ان لوگوں کو عذاب میں مبتلا نہیں کرے گا جن کے چہرے خوب صورت ہیں اور ان کی آنکھوں کی پتلیاں سیاہ ہیں۔''

اس پر شیخ البانی رحمہ اللہ نے موضوع کا حکم لگایا ہے پھر اس کے تحت ہی لکھتے ہیں:

---

[1] حاکم، ابو عبداللہ محمد بن عبداللہ، المستدرک علی الصحیحین، دار ابن حزم بیروت، ۳/۵۵۷

[2] ابو عمرو الدانی، السنن الوارۃ فی الفتن، باب ماجاء فی المھدی، دار المعاصمۃ للنشر والتوزیع، بیروت، رقم الحدیث: ۵۲۵

[3] سلسلۃ الضعیفۃ، رقم الحدیث: ۴۸

[4] سلسلۃ الضعیفۃ، تحت الحدیث: ۴۸

[5] سلسلۃ الضعیفۃ، رقم الحدیث: ۱۳۰

((ولست أشك فی بطلان هذا الحدیث، لأنه یتعارض مع ماورد فی الشریعة من أن الجزاء انما یکون علی الکسب والعمل، ﴿فَمَنْ يَعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ خَيْرًا يَرَهُ ۝ وَمَنْ يَعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ شَرًّا يَرَهُ ۝﴾[1] لا علی ما صنع ولا ید اللانسان فیه، کالحسن، أو القبح والی هذا أشار ﷺ. بقوله: ان الله لا ینظر الی اجسادکم، ولا الی صورکم ولکن ینظر الی قلوبکم وأعمالکم، رواه مسلم.))[2]

''اس کے باطل ہونے میں مجھے کوئی شک نہیں ہے کیونکہ یہ روایت شریعت کے اس اصول کے معارض ہے کہ بدلہ توکسب اور عمل پر ہوتا ہے اس لیے اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے ''جو شخص ذرہ بھر نیکی کرے گا وہ اس کو دیکھ لے گا اور جو کوئی ذرہ بھر برائی کرے گا وہ اسے بھی دیکھ لے گا'' البتہ اس پر نہیں جس کو انسان نے نہیں کیا۔ جیسا کہ خوبصورتی اور بدصورتی ہے۔ اسی جانب نبی کریم ﷺ نے بھی اشارہ کیا ہے۔ ''بلا شبہ اللہ تعالیٰ تمہارے اجسام اور تمہاری صورتوں کی جانب نہیں دیکھتا لیکن وہ تمہارے دلوں اور تمہارے اعمال کی جانب دیکھتا ہے، اس کو امام مسلم نے بھی روایت کیا ہے۔''

مذکورہ مثالوں سے واضح ہوا کہ شیخ البانی رحمہ اللہ نے ہر اس روایت کو بھی قبول نہیں کرتے جو شریعت اسلامیہ کے اصولوں کے خلاف ہو۔

[۴] جس روایت پر سلف صالحین کا عمل نہ ہو

متن کے ذریعے ضعیف اور موضوع روایت کو پہچاننے کا ایک اصول یہ بھی ہے کہ دیکھا جائے کہ سلف صالحین کا اس روایت پر عمل تھا یا نہیں۔ اگر سلف صالحین اس پر عمل نہیں کرتے تھے تو لامحالہ یہ روایت ضعیف وموضوع ہوگی جیسا کہ شیخ البانی رحمہ اللہ نے بھی سلسلہ ضعیفہ میں اس کی مثال نقل کی ہے۔

((من ولدله ثلاثة فلم یسم احدًا منهم محمدًا فقد جهل.))[3]

''جس شخص کے ہاں تین بچے ہوں اور وہ ان میں سے کسی کا نام محمد نہ رکھے تو وہ شخص جاہل ہے۔''

پھر اس کے بعد مزید لکھتے ہیں:

((قد یحیط بالحدیث الضعیف مایجعله فی حکم الموضوع مثل أن لایجری العمل علیه من السلف الصالح، وهذا الحدیث من هذا القبیل فإننا نعلم کثیرًا من الصحابة کان له ثلاثة أولاد، او أکثر ولم یسم أحدا منهم محمدًا مثل: عمر بن

---

[1] الزلزال، ۷،۸

[2] سلسلة الضعیفة، تحت الحدیث: ۱۳۰

[3] سلسلة الضعیفة، رقم الحدیث: ۴۳۷

الخطاب وغيره.

وأيضا فقد ثبت أن افضل الأسماء عبدالله، وعبدالرحمن وهكذا عبدالرحيم وعبداللطيف، وكل اسم تعبد لله عزوجل، فلو أن مسلما سمى أولاده كلهم عبيدالله عزوجل ولم يسم أحدهم محمدًا لاصاب فكيف يقال فيه: فقد جهل؟.))[1]

''کبھی ضعیف حدیث کا ایسے وصف نے احاطہ کیا ہوتا ہے جو اس پر موضوع ہونے کا حکم صادر کرتا ہے۔ مثال کے طور پر جس پر سلف صالحین کا عمل نہ ہو اور یہ حدیث بھی اسی طرح کی ہے۔ کیونکہ ہم کثرت کے ساتھ ایسے صحابہ کرام ؓ کے بارے میں معلومات رکھتے ہیں کہ ان کے تین یا اس سے زیادہ لڑکے تھے جبکہ انہوں نے کسی کا نام بھی محمد نہیں رکھا۔ مثلاً عمر بن خطاب ؓ ہیں۔

اور یہ بات بھی ثابت ہے کہ سبھی ناموں میں سے افضل نام عبداللہ اور عبدالرحمن ہیں اسی طرح عبدالرحیم اور عبداللطیف بھی ہیں اور اسی طرح ہر وہ نام جس سے اللہ تعالیٰ کی عبدیت واضح ہو۔ مثال کے طور پر ایک مسلمان اپنی سبھی اولاد کا نام عبدیت والا رکھتا ہے اور کسی کا نام محمد نہیں رکھتا تو اس کے بارے میں کیسے کہا جائے گا کہ اس نے جہالت کا کام کیا ہے؟۔''

اس مثال سے پتہ چلا کہ شیخ البانی ؒ اس روایت کو بھی قبول نہیں کرتے جس پر سلف صالحین کا عمل نہ ہو۔

[5] جس روایت میں معمولی عمل پر بہت بڑا اجر ہو

شیخ البانی ؒ نے تحقیق متن میں اس روایت کو بھی موضوع کہا ہے جس میں معمولی عمل پر بہت بڑے اجر کا ذکر ہو۔ جیسا کہ آپ نے سلسلہ ضعیفہ میں ایک روایت نقل کی ہے:

((ركعتان بعمامة خير من سبعين ركعة بلاعمامة.))[2]

''پگڑی پہن کر دو رکعت ادا کرنا بغیر پگڑی کے ستر رکعت ادا کرنے سے بہتر ہے۔''

اس کے تحت لکھتے ہیں:

''اس حدیث میں پگڑی باندھ کر نماز ادا کرنے کی فضیلت میں زیادہ مبالغہ آرائی ہے۔ لہٰذا اس پر موضوع کا فیصلہ کرنا زیادہ بہتر ہے۔''

یہ چند اصول تھے جن کو شیخ البانی ؒ نے تضعیف المتن للحدیث میں اختیار کیا ہے۔ اس طرح اور بھی بہت سے اصول ہیں مگر اختصار کی وجہ سے انہی پر اکتفا کیا جا رہا ہے۔

---

[1] سلسلة الضعيفة، تحت الحديث: ۴۳۷

[2] سلسلة الضعيفة، رقم الحديث: ۱۲۸

علت اور شیخ البانی رحمہ اللہ

علت ایسی خفیہ بیماری کو کہتے ہیں جس کی وجہ سے حدیث کی صحت متاثر ہوتی ہے مگر بظاہر وہ حدیث صحیح معلوم ہو رہی ہوتی ہے۔ یہ بیماری راوی کے وہم کی وجہ سے پیدا ہوتی ہے۔ وہ وہم کی بنیاد پر روایت بیان کرتا ہے اور کبھی مرسل کو مسند اور کبھی مرفوع کو موقوف وغیرہ بیان کر دیتا ہے۔ یہ مخفی علتیں صرف اصول حدیث کے بڑے ماہرین کے سامنے ہی ظاہر ہوتی ہیں۔ جن روایات میں ایسی علل موجود ہوں وہ قابل حجت نہیں رہتیں۔ شیخ البانی رحمہ اللہ نے بھی نقد حدیث میں علل کو ملحوظ نظر رکھا ہے اور معلولِ روایات کو نا قابل حجت قرار دیا ہے چند امثلہ ملاحظہ فرمایئے:

شیخ البانی رحمہ اللہ نے معلول ہونے کی بنا پر جن روایات کو مردود قرار دیا ہے ان میں سے چند حسب ذیل ہیں:

حدثنا هشام بن عمار حدثنا سفيان بن عيينه عن يحيى بن سعيد عن محمد بن ابراهيم التيمي عن عيسى بن طلحة عن طلحة بن عبيد الله ((أن النبيﷺ أعطاه حمار وحش...))[1]

''طلحہ بن عبید اللہ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں ایک جنگلی گدھا دیا۔''

اسے نقل کرنے کے بعد شیخ نے فرمایا ہے کہ:

((اسناده معلول وفي متنه خطأً.))

''اس کی سند معلول ہے اور اس کے متن میں بھی خطا ہے۔''

اسی طرح شیخ رحمہ اللہ نے ''تمام المنۃ'' میں ایک روایت نقل کی ہے۔

وعن شداد بن أوس قال ((كان النبيﷺ يقول في صلاته: اللهم انى أسألك الثبات في الأمر.... رواه النسائي.))[2]

''حضرت شداد بن اوس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اپنی نماز میں یہ دعا پڑھا کرتے تھے کہ ''اے اللہ! میں تجھ سے معاملات میں ثابت قدمی کا سوال کرتا ہوں۔''

یہ روایت نقل کرنے کے بعد شیخ رحمہ اللہ نے یہ ذکر فرمایا ہے کہ:

قلت:((ظاهر اسناده الصحة ولكن فيه علة فادحة.))

''میں کہتا ہوں کہ اس کی سند بظاہر صحیح ہے لیکن (فی الحقیقت) اس میں علت قادحہ موجود ہے۔''

مندرجہ بالا مثالوں سے پتہ چلا کہ شیخ البانی رحمہ اللہ نے تحقیق حدیث میں ''علت'' کو بھی مدنظر رکھا ہے۔

---

[1] ضعيف ابن ماجه، رقم الحديث: ٣٠٩٢

[2] تمام المنه، ص: ٢٢٥

فصل دوم

تحقیق حدیث میں حافظ زبیر علی زئی رحمہ اللہ کا منہج

حافظ زبیر علی زئی رحمہ اللہ دورِ رواں کے ایک عظیم محدث گزرے ہیں۔ حافظ صاحب رحمہ اللہ کو علوم اسلامیہ میں گہری دسترس تھی۔ علوم حدیث میں خصوصی مہارت رکھتے تھے اور آپ کو اسماء الرجال سے غیر معمولی لگاؤ تھا۔[1] یہی وجہ ہے کہ آپ نے حدیث کے میدان میں ایسی یادگاریں چھوڑیں جو علمی دنیا میں رہنمائی کا کام دیتی رہیں گیں۔

حافظ صاحب رحمہ اللہ نے تحقیق حدیث میں عمومی طور پر وہ ہی منہج اختیار کیا جو محدثین کا ہے۔ البتہ بطور بشر چند مقامات اور اصولوں میں محدثین سے اختلاف بھی کیا ہے۔ مگر اس فصل میں آپ کے منہج کی وضاحت محدثین کے اصول حدیث کی روشنی میں کی جائے گی۔

اصولِ حدیث کی روشنی میں حدیث کی تحقیق دو طریقوں سے کی جاتی ہے۔ نقد سند کے اعتبار سے اور نقد متن کے اعتبار سے۔ جو حدیث سند و متن کے تمام اصولوں پر پوری اُترتی ہو اسے مقبول اور باصورت دیگر اسے مردود شمار کیا جاتا ہے۔

نقد سند میں حافظ زبیر علی زئی رحمہ اللہ کا منہج

تحقیق حدیث میں سند کی اہمیت بہت زیادہ ہے۔ کیونکہ سند کے بغیر جہاں حدیث کی تحقیق ناممکن ہے وہاں حدیث کی حفاظت بھی ناممکن ہے۔ تو اسی وجہ سے محدثین نے حدیث کے لیے سند کو لازمی قرار دیا۔ سند کو جانچنے اور پرکھنے کے لیے محدثین کی جماعت نے تین اصول و شرائط ذکر کیے ہیں:

① ۔عدالت راوی ② ۔ضبط راوی ③ ۔اتصال سند

انہی تین شرائط کی وضاحت پچھلی فصل میں ہو چکی ہے۔ یہاں صرف ان کو مدنظر رکھ کر حافظ زبیر علی زئی رحمہ اللہ کے منہج کی وضاحت کی جائے گی۔

① عدالت راوی اور حافظ زبیر علی زئی رحمہ اللہ

وصف ''عدالت'' راوی حدیث کے لیے انتہائی ضروری ہے۔ جس راوی میں یہ وصف نہ ہو اس کی عدالت ساقط ہو جاتی ہے اور ایسے راوی کو مجروح کہتے ہیں۔ اس کی بیان کردہ روایت کو بھی قبول نہیں کیا جاتا۔ حافظ زبیر علی زئی رحمہ اللہ نے احادیث کی تصحیح و تضعیف کے دوران بہت سے راویوں پر اسی وصف (عدالت) کی بنا پر جرح و تعدیل کی ہے جس کی توضیح درج ذیل ہے۔

i۔ حافظ زبیر علی زئی رحمہ اللہ مجہول راوی کی روایت کو قبول نہیں کرتے ہیں۔

جہالت چونکہ عدالت کے منافی ہے اس لیے آپ رحمہ اللہ نے مجہول راوی کی بیان کردہ روایت کو قبول نہیں کیا۔ جیسا کہ آپ رحمہ اللہ نے انوار الصحیفہ میں ضعیف ابوداؤد کی ایک روایت نقل کی ہے:

[1] تحقیقی، اصلاحی اور علمی مقالات، ۱/ ۴۹۸

((نهي رسول الله ﷺ ان نستقبل القبلتين.))[1]

''کہ رسول اللہ ﷺ نے ہمیں دونوں قبلوں کی طرف منہ کر کے (پیشاب کرنے سے) منع فرمایا ہے۔''

پھر اس حدیث کی وجہ ضعیف بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

((اسناده ضعيف، قال البوصيري في زوائد ابن ماجه "ابوزيد مجهول الحال فالحديث ضعيف به"))[2]

''اس کی سند ضعیف ہے، امام بوصیری رحمہ اللہ نے زوائد ابن ماجہ میں فرمایا ہے کہ اس روایت کی سند میں ایک ابوزید نامی راوی مجہول الحال ہے جس کی وجہ سے یہ روایت ضعیف ہے۔''

گویا حافظ صاحب رحمہ اللہ نے اس روایت کو ابوزید کے مجہول ہونے کی وجہ سے ضعیف کہا ہے۔

ii۔آپ رحمہ اللہ کے نزدیک متہم بالکذب کی روایت غیر مقبول ہوتی ہے۔

حافظ رحمہ اللہ متہم بالکذب راوی کی روایت کو ضعیف ہی گردانتے ہیں کیونکہ آپ رحمہ اللہ کے نزدیک اتہام کذب سے راوی کی عدالت ساقط ہوجاتی ہے۔اسی وجہ سے آپ نے انوار الصحیفہ میں ضعیف ابی داؤد کی ایک روایت نقل کی ہے:

((هذه ادام هذه))[3]

''آپ ﷺ نے فرمایا: یہ (کھجور) اس (روٹی) کا سالن ہے۔''

اس روایت کو نقل کرنے کے بعد آپ رحمہ اللہ اس کی وجہ ضعیف بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

((ضعيف جدًا يحيى بن العلاء متروك متهم بالكذب وقال الحافظ في التقريب: رمي بالوضع.))

''یہ روایت سخت ضعیف ہے کیونکہ اس کی سند میں موجود راوی یحییٰ بن العلاء متروک اور متہم بالکذب ہے۔ بلکہ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے تقریب میں اس کے بارے میں فرمایا ہے کہ یہ وضع حدیث میں مشہور تھا۔''

اس مثال سے پتہ چلا کہ حافظ صاحب رحمہ اللہ نے متہم بالکذب کی روایت کو قبول نہیں کرتے ہیں۔ بلکہ اسے مردود ہی شمار کرتے ہیں۔

iii۔حافظ زبیر علی زئی رحمہ اللہ کذاب راوی کی روایت کو موضوع ہی شمار کرتے ہیں۔

کذاب راوی اپنی کذب بیانی کی وجہ سے وصف عدالت کے دائرے سے خارج ہوجاتا ہے۔محدثین ایسے راوی کی روایت کو موضوع کہتے ہیں۔تو حافظ زبیر علی زئی رحمہ اللہ کے نزدیک بھی کذاب راوی کی روایت کی یہی حیثیت ہے۔جیسا کہ آپ رحمہ اللہ نے

---

[1] زبیر علی زئی، حافظ، انوار الصحیفہ فی الاحادیث الضعیفہ، ضعیف ابی داؤد، مکتبہ اسلامیہ لاہور، رقم الحدیث: ۱۰، ص: ۱۳

[2] ایضاً

[3] انوار الصحیفہ، ضعیف ابی داؤد، رقم الحدیث: ۳۲۵۹، ص: ۱۱۹

اپنے مجلے ''الحدیث'' میں ایک روایت کی تحقیق کی ہے:

((ان النبیﷺ کرہ من الشاۃِ سبعًا المثانۃ والمرارۃ والعذۃ والذکر والحیاء والا نثیین.))[1]

''نبی کریم ﷺ بکری کی سات چیزوں کو مکروہ سمجھتے تھے، مثانہ، پتا، غدود، آلہ تناسل، کھر، سم والے جانور کی فرج اور دونوں خصیے۔''

اس حدیث پر بحث کرتے ہوئے حافظ زبیر علی زئی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

''یہ حدیث دو وجہ سے ضعیف ہے اوّل: واصل بن ابی جمیل راوی جمہور محدثین کے نزدیک ضعیف ہے۔ مثلاً امام دارقطنی فرمایا ''واصل ھذا ضعیف'' دوم: یہ روایت مرسل یعنی منقطع ہے۔ روایت مذکورہ میں ایک راوی عمر بن موسی بن وجیہ منکر الحدیث اور کذاب تھا۔[2] لہٰذا یہ روایت موضوع ہے۔''

حافظ رحمہ اللہ نے اس روایت کو کذاب راوی عمر بن موسی کی وجہ سے موضوع کہا ہے۔ گویا آپ کذاب راوی کی بیان کردہ روایت کو موضوع ہی گردانتے ہیں۔

iv۔ حافظ زبیر علی زئی رحمہ اللہ فاسق، فاجر اور غالی بدعتی راوی کی روایت کو بھی قبول نہیں کرتے ہیں۔

فسق و فجور اور بدعت ایسے امور میں جن کی وجہ سے ایک ثقہ راوی کی عدالت بھی مفقود ہو جاتی ہے۔ ان سے متعلقہ امور پچھلی فصل میں تفصیل سے بیان ہو چکے ہیں۔ حافظ زبیر علی زئی رحمہ اللہ نے اس اصول میں بھی محدثین کے منہج کو مدنظر رکھا ہے۔ آپ غالی بدعتی یا بدعت کی ترویج کرنے والے فاسق و فاجر کی روایت کی تصحیح نہیں کرتے بلکہ اس کو ضعیف ہی سمجھتے ہیں۔ جیسا کہ امثلہ سے واضح طور پر ظاہر ہے۔ حافظ زبیر علی زئی رحمہ اللہ اپنی کتاب تحفۃ الاقویاء میں ایک راوی غزوان بن یوسف العامری پر جرح کرتے ہوئے رقم طراز ہیں:

((ضال مضل متروك واخرجه ابن عدی عن البخاری به.))[3]

''یہ راوی گمراہ ہے اور گمراہ کرنے والا ہے اور متروک ہے۔ ابن عدی نے یہ بات بخاری سے نقل کی ہے۔''

اس سے پتہ چلا کہ موصوف کے نزدیک گمراہ اور متروک راوی قابل حجت نہیں ہے۔

اسی طرح آپ ایک روایت انوار الصحیفہ میں ضعیف ابوداؤد کے تحت لائے ہیں:

((تدع الصلاۃ ایام اقرائها.))[4]

---

[1] ماہنامہ الحدیث، حضرو، شمارہ نمبر ۹۰، نومبر ۲۰۱۱ء، ص: ۱۵ تا ۱۸

[2] ابن حجر عسقلانی، ابوالفضل شهاب الدین احمد، لسان المیزان دار احیاء التراث العربی بیروت، ۴/ ۳۳۲

[3] زبیر علی زئی، حافظ خ تحفۃ الاقویاء فی تحقیق کتاب الضعفاء، مکتبہ اسلامیہ لاهور، ص: ۹۲۱

[4] انوار الصحیفہ فی الاحادیث الضعیفہ، ضعیف ابی داؤد، رقم الحدیث: ۲۹۷، ص: ۲۵

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مستحاضہ کے بارے میں فرمایا: ''وہ اپنے حیض کے دنوں میں نماز چھوڑ دے۔''

پھر حافظ صاحب رحمہ اللہ اس کی وجہ ضعف لکھتے ہیں:

((ابو اليقظان عثمان بن عمير ضعيف مدلس مختلط غال فى التشيع.))

''اس کی سند میں ابو الیقظان عثمان بن عمیر ضعیف مدلس اور مختلط ہے اور غالی شیعہ تھا۔''

ان دونوں مثالوں سے پتہ چلا کہ آپ رحمہ اللہ فاسق و بدعتی راوی کی روایت کو اس وقت تک قبول نہیں کرتے جب تک وہ اپنی برائی میں غالی یا داعی ہو۔

② ضبط راوی اور حافظ زبیر علی زئی رحمہ اللہ

ضبط راوی سے مراد یہ ہے کہ راوی حدیث حافظے کے لحاظ سے قوی و مضبوط ہو۔ یہ ''ضبط'' صحت حدیث کی بنیادی شرائط میں شامل ہے۔ محدثین کرام نے حدیث کو بیان کرنے والے راویوں کے لیے یہ شرط لگائی ہے کہ وہ ضبط کے لحاظ سے مضبوط و کامل ہوں۔ اگر سند میں موجود راویوں میں سے کوئی ایک راوی بھی حافظ کے لحاظ سے کمزور ہو تو اس کی روایت صحت حدیث کے معیار پر پورا نہیں اُترتی۔ اس لیے اس کی بیان کردہ روایت کو قبول نہیں کیا جاتا۔ حافظ زبیر علی زئی رحمہ اللہ نے بھی اسی منہج کو اپنایا اور تحقیق کے میدان میں مختلف مقامات پر، ضبط میں نقص کی بنا پر بعض راویوں پر جرح کی ہے اور ان کو روایت کو قبول نہیں کیا۔ جس کی وضاحت آئندہ سطور میں مذکور ہے۔

i۔ حافظ زبیر علی زئی رحمہ اللہ فاش اور کثرت سے غلطیاں کرنے والے راوی کی روایت کو ضعیف شمار کرتے ہیں۔

فحش الغلط سے مراد ایسا راوی ہے جو کثرت سے حدیث کے معاملے میں خطائیں کرتا ہو۔ حافظ زبیر علی زئی رحمہ اللہ ایسے راوی کی روایت قبول نہیں کرتے بلکہ اس پر ضعف کا حکم لگاتے ہیں۔ جیسا کہ مثال سے واضح ہے۔

((حدثنا على حدثنا ابو كريب حدثنا عبدالله بن ادريس قال سمعت الحسن بن عبيد الله عن سعد بن عبيدة عن أبى عبدالرحمن السلمى رضی اللہ عنہ قال كان على فأمر بالسواك ويقول إن العبد إذا قام يصلى حسبته قال فى جوف ليل إن الملك يستمع له فما يزال يدنو حتى يضع فاه على فيه حتى مايخرج منه آية إلا وقعت فى فى الملك.))[1]

''ابو عبدالرحمن السلمی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ ہمیں مسواک کرنے کا کہا کرتے تھے اور وہ کہتے کہ بلاشبہ جب کوئی بندہ نماز میں کھڑا ہوتا ہے (راوی کہتا ہے) میرے خیال میں کہا تھا درمیانی رات میں کھڑا ہوتا ہے تو فرشتہ اس کا قرآن سنتا ہے اور اس کے قریب آتا رہتا ہے حتیٰ کہ وہ فرشتہ اپنا منہ اس کے منہ پر رکھتا ہے تو جو آیت

---

[1] الحمیری، علی بن محمد، جزء علی بن محمد الحمیری، زبیر علی زئی، مکتبہ اسلامیہ لاہور، سن ۱۴۳۱ھ، رقم الحدیث: ۲۲، ص: ۲۶

اس کے منہ سے نکلتی ہے وہ فرشتے کے منہ میں چلی جاتی ہے۔''

مذکورہ حدیث کی تخریج کے بعد حافظ صاحب رحمہ اللہ نے حدیث کی سند کو''صحیح موقوف'' قرار دیا اس متعلق کلام کرتے ہوئے رقم طراز ہیں:

قلت ((ضعفه ابن معين وابوزرعة وابو حاتم والنسائي وجزرة و غيرهم ووثقه ابن حبان. فهو ضعيف من جهة حفظه وقال ابن حجر: "صدوق له خطاء كثير" فروايته منكرة وقواه الالباني لشواهده ولكنه لا يصح مرفوعا.))[1]

''میں کہتا ہوں ابن معین، ابوزرعہ، ابوحاتم، جزرہ وغیرہ نے اسے (فضیل بن سلیمان راوی) ضعیف قرار دیا ہے اور ابن حبان نے اسے ثقہ کہا ہے۔ تو یہ راوی اپنے حافظہ کی کمزوری کی بنا پر ضعیف ہے، ابن حجر رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ یہ راوی صادق ہے اس کی غلطیاں بہت زیادہ ہیں لہٰذا اس کی روایت منکر ہے۔ البانی نے حدیث کے شواہد کی وجہ سے اسے قوی قرار دیا ہے لیکن بطور مرفوع صحیح نہیں ہے۔''

حافظ زبیر علی زئی رحمہ اللہ نے فضیل بن سلیمان پر جو ضعف کا حکم لگایا ہے۔ اس کی دو وجوہات ہیں۔ ایک تو اس راوی کا حافظہ کمزور ہے۔ اور دوسری وجہ یہ ہے کہ یہ تو سچا ہے مگر غلطیاں بہت زیادہ کرتا ہے۔ لہٰذا اس کی روایت منکر ہے۔ گویا حافظ صاحب رحمہ اللہ کثرت خطا کی بنا پر صدوق راوی کی روایت کو بھی قبول نہیں کیا۔

ii۔ حافظ زبیر علی زئی رحمہ اللہ کے نزدیک سئی الحفظ راوی کی روایت قابل حجت نہیں ہوتی ہے۔

حافظ زبیر علی زئی رحمہ اللہ کے نزدیک جو راوی قوت حافظہ اور یاداشت کے لحاظ سے کمزور ہو تو اس کی روایت ضعیف ہوتی ہے۔ اس سے متعلقہ آپ کی تحقیق سے مثال درج ذیل ہے۔

عن عبدالرحمن بن زياد الأفريقي عن عبدالله بن يزيد عن عبدالله بن عمرو قال قال رسول الله ﷺ ((ليأتين على أمتي ما أتى على بني اسرائيل حذو النعل بالنعل حتى إن كان منهم من أتى امه علانية لكان في امتي من يصنع ذلك وإن بني اسرائيل تفرقت على ثنتين وسبعين ملة وتفترق امتي على ثلاث وسبعين ملة كلهم في النار الا ملة واحدة قالوا ومن هي يارسول الله ﷺ قال ما أنا عليه وأصحابي.))[2]

''عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میری امت پر ایک دور آئے گا جس طرح بنی اسرائیل پر آیا تھا یہ دونوں امتیں دو جوتوں کے مثل ایک جیسی ہو جائیں گی حتی کہ اگر ان میں سے کسی نے اپنی ماں

[1] جزء الحمیری، رقم الحدیث: ۲۲، ص: ۲۶

[2] ترمذی، محمد بن عیسی، الترمذی، سنن الترمذی، کتاب الایمان، باب ماجاء فی افتراق هذه الامة، مکتبه دار السلام لاهور، رقم الحدیث: ۲۰۴۱

سے اعلانیہ زنا کیا ہوگا تو میری امت میں بھی ایسا کرنے والا کوئی ہوگا۔ بنی اسرائیل کے بہتر فرقے ہوئے اور میری امت کے تہتر فرقے ہوں گے، ایک گروہ کو چھوڑ کر سب جہنم میں جائیں گے لوگوں نے کہا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! یہ جنتی گروہ کون سا ہے؟ آپ نے فرمایا جس پر میں اور میرے صحابہ ہیں۔''

حافظ صاحب رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

''اس کی سند ضعیف ہے اس روایت کو امام ترمذی اور حاکم نے سفیان الثوری عن عبدالرحمن بن زیاد الافریقی عن عبداللہ بن یزید عن عبداللہ بن عمرو کی سند سے روایت کیا ہے۔ سفیان ثوری کی متابعت عیسی بن یونس، ابواسامہ اور عبدہ بن سلیمان نے کر رکھی ہے (الضعفاء للعقیلی، ۲/ ۲۶۲) قاضی عبدالرحمن بن زیاد بن انعم الافریقی نیک انسان ہونے کے ساتھ حافظے کی وجہ سے ضعیف تھا۔ (تقریب التہذیب ۳۸۶۲) جمہور نے اسے ضعیف قرار دیا ہے۔''[1]

یعنی یہ روایت اس وجہ سے ضعیف ہے کہ عبدالرحمن بن زیاد بن انعم الافریقی کا حافظہ کمزور ہے۔ گویا کہ حافظ زبیر علی زئی رحمہ اللہ کے ہاں حدیث کے مقبول ہونے کے لیے رواۃ کا حافظہ قوی ہونا اور عیب سے پاک ہونا ضروری ہے۔

iii۔ حافظ زبیر علی زئی رحمہ اللہ مختلط راوی کی روایت کو قبول نہیں کرتے ہیں۔

محترم حافظ صاحب رحمہ اللہ مختلط راوی کی اختلاط کے بعد والی بیان کردہ روایت کو قبول نہیں کرتے۔ البتہ اختلاط سے قبل والی روایات کو قبول کر لیتے ہیں جیسا کہ مثال سے واضح ہے۔

حدثنا هناد حدثنا ابو الأحوص عن عطاء بن السائب عن مرة الهمداني عن عبدالله بن مسعود قال قال رسول الله ﷺ ((ان للشيطان لمة بابن ادم وللملك لمة فأما لمة الشيطان فإيعاد بالشر وتكذيب بالحق وأما لمة الملك فإيعاد بالخير وتصديق بالحق فمن وجد ذلك فليعلم أنه من الله فليحمد الله ومن وجد الأخرى فليتعوذ بالله من الشيطان الرجيم ثم قوا، (الشيطان يعدكم الفقر ويأمركم بالفحشاء.))[2]

''حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بے شک بنی آدم پر شیطان کا اثر ہوتا ہے اور فرشتے کا بھی اثر ہوتا ہے۔ شیطان کا اثر یہ ہے کہ اس کے ساتھ برائی کے وعدے کرتا ہے اور حق جھٹلانے کی ترغیب دیتا ہے۔ فرشتے کا اثر یہ ہے کہ وہ اس کے ساتھ خیر کے وعدے کرتا ہے اور تصدیق حق کی ترغیب دیتا ہے جو شخص اس (پہلی) کیفیت میں مبتلا ہے تو وہ اللہ کی حمد وثنا کرے اور جو شخص دوسری (شیطانی)

---

[1] زبیر علی زئی، حافظ، اضواء المصابیح فی تحقیق مشکوۃ المصابیح، مکتبہ اسلامیہ لاہور، ۲۰۱۱ء، رقم الحدیث: ۱۷۱

[2] سنن ترمذی، ابوب تفسیر القرآن عن الرسول، رقم الحدیث: ۲۹۸۸

کیفیت محسوس کرے تو وہ شیطان مردود کے شر سے اللہ کی پناہ مانگے پھر آپ نے یہ آیت تلاوت فرمائی شیطان تمہیں فقر سے ڈراتا ہے اور بے حیائی کا حکم دیتا ہے۔"

اس روایت کی بابت حافظ زبیر علی زئی رحمہ اللہ رقمطراز ہیں:

"اس روایت کی سند ضعیف ہے اُسے ترمذی کے علاوہ نسائی اور ابن حبان نے بھی روایت کیا ہے۔ اس روایت کے بنیادی راوی عطاء بن السائب آخری عمر میں حافظے کی خرابی کی وجہ سے اختلاط کا شکار ہو گئے تھے (نہایۃ الاغتباط بمن رمی من الرواۃ بالاختلاف الکواکب النیرات) ابو حاتم الرازی نے کہا "اختلط باخرۃ" وہ عمر کے آخری حصہ میں اختلاط کا شکار ہو گیا تھا (علل الحدیث ۲ / ۲۴۲) اور روایت مذکورہ کے راوی ابوالاحوص سلام بن سلیم کا قبل از اختلاط عطاء بن السائب سے سماع ثابت نہیں ہے۔"[1]

اس جرح سے پتہ چلا کہ حافظ صاحب مختلط راوی کی بعد از اختلاط والی روایت کو قبول نہیں کرتے۔

iv۔ زبیر علی زئی رحمہ اللہ کثرت اوہام کے حامل راوی پر بھی اعتماد نہیں کرتے ہیں۔

جو راوی کثرت وھم کا شکار ہو جائے تو حافظ صاحب رحمہ اللہ اس کی بیان کردہ روایت پر ضعیف کا حکم ہی لگاتے ہیں۔ جیسا کہ آپ نے انوار الصحیفہ میں ضعیف ابی داؤد کی ایک روایت پر اسی وصف کی بنا پر ضعف کا حکم لگایا ہے۔

((کان اذا اراد البزار انطلق حتی لا یراه احد.))[2]

"نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جب قضائے حاجت کا ارادہ کرتے تو اتنی دور چلے جاتے کہ کوئی بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھ نہ پاتا۔"

اس حدیث کی وجہ ضعف بیان کرتے ہوئے آپ نے ایک راوی اسماعیل بن عبدالملک بن ان الفاظ میں جرح کی ہے۔

((اسماعیل بن عبدالملك ضعیف ضعفه الجمهور وقال الحافظ صدوق كثیرا الوهم.))

"اسماعیل بن عبدالملک راوی ضعیف ہے اس کو جمہور نے ضعیف کہا ہے۔ بلکہ حافظ ابن حجر نے فرمایا ہے کہ یہ صدوق ہے مگر کثرت وھم کا شکار ہے۔"

اس سے پتہ چلا کہ حافظ صاحب رحمہ اللہ کے نزدیک کثرت وھم کے حامل راوی کی روایت ضعیف ہوتی ہے۔

v۔ حافظ زبیر علی زئی رحمہ اللہ کے نزدیک اگر ضعیف راوی ثقہ کی مخالفت کرے تو اس کی روایت منکر ہوتی ہے۔

جس روایت میں ضعیف راوی ثقہ راوی کی مخالفت کرے تو حافظ صاحب رحمہ اللہ ایسے راوی کی روایت قبول نہیں کرتے بلکہ منکر گردانتے ہیں جیسا کہ مثال سے واضح ہے۔

عن سعد بن سنان عن أنس بن مالك قال قال رسول الله ﷺ ((المتعدی فی الصدقة

---

[1] اضواء المصابیح، رقم الحدیث: ۴۷

[2] انوار الصحیفة، ضعیف ابی داؤد، رقم الحدیث: ۲، ص: ۱۳

کما منعھا))[1]

''حضرت انس رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے: صدقہ میں تعدی کرنے والا اسے منع کرنے والے (نہ دینے والے) کی طرح ہے۔''

اس حدیث کی سند پر کلام کرتے ہوئے حافظ زبیر علی زئی رحمہ اللہ رقم طراز ہیں:

((اسنادہ ضعیف سعد بن سنان صدوق لکن روایۃ یزید بن ابی حبیب عن سعد بن سنان منکرۃ کما فی الضعفاء الکبیر العقیلی. عن احمد بن حنبل و سندہ حسن وھذہ منھا وللحدیث شاھد ضعیف عند الطبرانی فی الکبیر.))[2]

''اس کی سند ضعیف ہے، سعد بن سنان صدوق ہیں لیکن یزید بن ابی حبیب کی روایت سعد بن سنان سے منکر ہے جیسا کہ امام عقیلی رحمہ اللہ نے الضعفاء الکبیر میں ذکر کیا ہے۔ امام احمد بن حنبل سے مروی ہے کہ اس کی سند حسن ہے اور یہ روایت ان (حسن) روایات میں سے ہے اور اس حدیث کا ایک ضعیف شاھد طبرانی نے الکبیر میں نقل کیا ہے۔''

مذکورہ حدیث پر حافظ زبیر علی زئی رحمہ اللہ نے ضعف کا حکم لگایا ہے اور وجہ ضعف یہ بیان کی ہے کہ اس کی سند میں راوی سعد بن سنان کی یزید بن حبیب سے روایت منکر کہلاتی ہے۔ اور منکر روایت بھی شذوذ کی ایک صورت ہے۔ تو جس طرح شاذ روایت مردود احادیث میں شمار ہوتی ہے اس طرح منکر حدیث بھی مردود ہی کہلائے گی منکر حدیث میں ایک ضعیف راوی ثقہ راوی کی مخالف کرتا ہے۔

vi۔ حافظ زبیر علی زئی رحمہ اللہ غفلت کا شکار ہونے والے راوی پر بھی اعتبار نہیں کرتے ہیں۔

جو راوی حدیث کو سننے یا بیان کرنے میں تساہل پسندی اور غفلت کو اختیار کرے تو حافظ صاحب رحمہ اللہ ایسے راوی پر اعتبار نہیں کرتے بلکہ اس کی روایت کو بھی قبول نہیں کرتے جیسا کہ مثال سے واضح ہے۔

حافظ زبیر علی زئی رحمہ اللہ نے ''دین میں تقلید کا مسئلہ'' میں طبرانی کے حوالے سے ایک روایت نقل کی ہے۔

حدثنا مطلب قال: حدثنا عبداللہ قال وبه حدثنی اللیث قال قال یحیی بن سعید: حدثنی أبو حاذم عن عمرو بن مرۃ عن معاذ بن جبل عن رسول اللہ ﷺ قال((ایا کم وثلاثۃ: زلۃ عالم وجدال منافق ودنیا تقطع أعناقکم، فأما زلۃ عالم فإن اھتدی فلا تقلد وہ دینکم وإن زل فلا تقطعوا عنه أمالکم... الخ.))[3]

''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تین چیزوں سے بچو، عالم کی غلطی، منافق کا (قرآن لے کر) مجادلہ (جھگڑا) کرنا اور دنیا جو تمہاری گردنوں کو کاٹے گی۔ رہی عالم کی غلطی تو اگر وہ ہدایت پر بھی ہو تو دین میں اس کی تقلید نہ کرو، اور اگر

---

[1] سنن ابی داؤد، کتاب الزکوۃ، باب فی الزکاۃ السائمۃ، رقم الحدیث: ۱۵۸۵

[2] نوار الصحیفه ضعیف ابی داؤد، رقم الحدیث: ۱۵۸۵، ص: ٦٤

[3] حافظ زبیر علی زئی، دین میں تقلید کا مسئلہ، مکتبہ اسلامیہ لاہور، ص: ۳۳

وہ پھسل جائے تو اس سے نا اُمید نہ ہو جاؤ۔''

پھر حافظ صاحب رحمہ اللہ اس کے راویوں پر جرح کرتے ہوئے ایک راوی ابو صالح عبداللہ بن صالح کاتب اللیث کے بارے میں لکھتے ہیں:

((صدوق كثير الغلط، ثبت فی كتابه وكانت فيه غفلة.))[1]

''صدوق کے ساتھ ساتھ کثرت خطاء کا حامل تھا۔''

اس سے پتہ چلا کہ حافظ صاحب رحمہ اللہ نے جہاں اس راوی کو کثیر الغلط کی وجہ سے ضعیف کہا ہے وہاں اس کی غفلت سے پردہ بھی اٹھایا ہے۔

③ اتصال سند اور حافظ زبیر علی زئی رحمہ اللہ

حدیث کی بنیادی شرائط میں سے ایک شرط سند کا متصل ہونا بھی ہے یعنی سند میں کسی جگہ سے بھی کوئی راوی ساقط نہ ہو۔ اگر کسی مقام پر بھی کوئی راوی حذف ہو جائے تو وہ سند قابل حجت نہیں رہتی بلکہ منقطع شمار کی جاتی ہے۔ اس انقطاع کی کئی صورتیں ہیں جن کو معلق، منقطع، معضل، مرسل اور مدلس کے نام سے موسوم کیا جاتا ہے۔ ان سب کی تفصیل پچھلی فصل میں گزر چکی ہے۔ حافظ زبیر علی زئی رحمہ اللہ نے تحقیق کے میدان میں انہی جملہ صورتوں کو مدنظر رکھا ہے اس لیے آپ کے نزدیک سند میں انہی صورتوں میں سے کوئی ایک صورت بھی واقع ہو جائے تو وہ سند قابل اعتماد نہیں ہوتی۔ اتصال سند میں حافظ صاحب رحمہ اللہ نے جن اسناد کو قبول نہیں کیا وہ بمعہ امثلہ درج ذیل ہیں۔

i۔ حافظ زبیر علی زئی رحمہ اللہ مرسل روایت پر اعتماد نہیں کرتے ہیں۔

حافظ صاحب کے نزدیک ایسی روایت نا قابل احتجاج ہے جس کی سند آخر (صحابی کی طرف سے) حذف ہو۔ جیسا کہ آپ نے ''دین میں تقلید کا مسئلہ'' میں ایک روایت نقل کی ہے۔

عن عبدالله بن معقل بن مقرن قال ((صلى اعرابى مع النبى ﷺ بهذه القصة قال فيه خذوا مابال عليه من التراب فا القوه واهريقوا على مكانه ماء.))[2]

''عبداللہ بن معقل رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ انہوں نے کہا کہ ایک اعرابی نے نبی کریم ﷺ کے ساتھ نماز پڑھی پھر انہوں نے اعرابی کے پیشاب کرنے کے قصہ کو بیان کیا اس میں ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا: جس مٹی پر اس نے پیشاب کیا ہے اسے اٹھا کر باہر پھینک دو اور اس جگہ پر پانی بہا دو۔''

اس روایت کو نقل کرنے کے بعد حافظ صاحب رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

---

[1] انوار الصحیفہ، ضعیف ابی داؤد، تحت الحدیث: ۳۸۱، ص: ۲۷

[2] دین میں تقلید کا مسئلہ، ص: ۳۳

((السند مرسل وللحديث شواهد ضعيفه.))

''اس کی سند مرسل ہے اور اس حدیث کے شواہد ہی اس حدیث کو ضعیف کرنے کے لیے کافی ہیں۔''

مذکورہ مثال سے پتہ چلا کہ حافظ صاحب رحمہ اللہ مرسل حدیث کو ضعیف ہی شمار کرتے ہیں۔ اور یہ بھی پتہ چلا کہ آپ رحمہ اللہ حدیث پر حکم لگانے سے قبل اس کے دیگر طرق و شواہد کو بھی دیکھتے ہیں۔

ii۔ حافظ زبیر علی زئی رحمہ اللہ منقطع روایت کو قابل حجت نہیں سمجھتے ہیں۔

ایسی روایت جس کی سند میں کسی نہ کسی مقام سے کوئی راوی حدف ہو تو حافظ زبیر علی زئی رحمہ اللہ اس روایت کو بھی ضعیف سمجھتے ہیں۔ جیسا کہ آپ نے انوار الصحیفہ میں ایک روایت نقل کی ہے۔

عن عكرمة بن ابى جهل قال قال رسول اللهﷺ ((يوم جئته مرحبًا بالراكب المهاجر.))[1]

''حضرت عکرمہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ جس وقت میں ہجرت کر کے آیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ہجرت کرنے والے سوار کو خوش آمدید ہو۔''

حافظ زبیر علی زئی رحمہ اللہ اس پر نقد کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

((اسناده ضعيف، سفيان الثورى وابواسحاق عنعنا، ومصعب بن سعد ارسل عن عكرمة بن ابى جهل فالسند منقطع.))[2]

''اس کی سند ضعیف ہے۔ کیونکہ اس میں سفیان ثوری اور ابو اسحاق عن سے روایت کرتے ہیں۔ اور مصعب بن سعد نے عکرمہ سے ارسال کیا ہے لہذا یہ روایت منقطع ہوئی۔''

آپ رحمہ اللہ نے اس حدیث کی سند میں دو نقد بیان کیے ہیں:

1۔ ...... یہ حدیث منعن ہے جو کہ آپ کے نزدیک حجت نہیں۔

2۔ ...... مصعب کا عکرمہ سے سماع ثابت نہیں۔ اس وجہ سے منقطع ہوئی۔

اس لیے یہ ان دو وجوہات کی بنا پر ضعیف ہے اور مذکورہ مثال سے یہ بات بھی واضح ہوئی کہ حافظ صاحب رحمہ اللہ منقطع روایت کو قبول نہیں کرتے۔

iii۔ حافظ زبیر علی زئی رحمہ اللہ معضل روایت کو قابل احتجاج نہیں گردانتے ہیں۔

حافظ صاحب رحمہ اللہ معضل روایت کو قابل حجت نہیں سمجھتے جیسا کہ اپنے ماہنامہ الحدیث میں ایک حدیث نقل کی ہے۔

''ایک شخص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا طریقہ تھا کہ آنے والے لوگوں سے ایام کفر کے حالات

---

[1] سنن ترمذی، کتاب الاستیذان، باب ماجاء فی مرحباً والآداب، رقم الحدیث: ۲۷۳۵

[2] انوار الصحیفہ، ضعیف ترمذی، رقم الحدیث: ۲۷۳۵

پوچھتے تھے۔اس شخص نے پوچھا کہ یارسول اللہ ﷺ کیا میرا گناہ بھی معاف ہوسکتا ہے؟ آپ ﷺ نے پوچھا: کہ بتا کہ تجھ سے کیا گناہ ہوا ہے؟ تو اس شخص نے کہا: کہ میری بہت سی بیٹیاں پیدا ئیں میں انہیں زندہ درگور کرتا رہا۔ میں سفر میں گیا تو پیچھے ایک بیٹی پیدا ہوئی۔ میں واپس آیا تو وہ ذرا بڑی ہوگئی تھی۔ میری بیوی کو وہ بہت پیاری تھی میں اس کو مارنا چاہتا تھا مگر میری بیوی اس میں رکاوٹ بن گئی۔ وہ بڑی ہوتی گئی میری عداوت بھی بڑھتی گئی۔ایک دن میں نے اپنی بیوی سے کہا: کہ اس کو تیار کردو! میں اسے اس کے ننھیال سے ملوا لاؤ! میری بیوی کو مجھ سے خطرہ تھا اس لیے چلتے وقت اس نے مجھ سے کہا کہ میں تجھے اللہ کا خوف دلاتی ہوں کہ اس کو نقصان نہ پہنچانا۔ میں نے اس کے ساتھ عہد کرلیا اور بچی کو لے کر جنگل میں چلا گیا۔ وہاں ایک اندھا کنواں تھا میں اسے اس کے کنارے لے گیا جب اس کو پھینکنے لگا تو اس نے بہت منت سماعت کی وہ کہتی رہی: ہائے ابا! ہائے ابا! وہ آوازیں آج تک میرے کانوں میں گونج رہی ہیں مگر میں اس قدر سنگدل ہو گیا تھا کہ اس پر رحم نہیں آیا اور اسے کنویں میں پھینک دیا۔ رسول اللہ ﷺ اس واقعہ کو سن کر بہت روئے! صحابہ کرام بھی روئے! اس آدمی نے یہ واقعہ سنانے کے بعد پوچھا کہ یارسول اللہ ﷺ کیا میرا ربّ مجھے بھی معاف کردے گا؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ ہاں! تیرا ربّ بہت غفور رحیم ہے وہ سچی توبہ پر سب گناہوں کو معاف کردیتا ہے۔''[1]

اس روایت کی سند پر نقد کرتے ہوئے آپ تبصرہ کرتے ہیں:

''یہ روایت سنن دارمی[2] میں وضعین بن عطاء سے مذکور ہے۔ یہ تبع تابعی ہے۔ وضعین نے اس کی کوئی سند بیان نہیں کی۔ لہٰذا یہ سخت منقطع (معضل) ہونے کی وجہ سے ضعف ہے۔''

مذکورہ مثال سے پتہ چلا کہ معضل روایت بھی سند انقطاع کی ایک صورت ہے۔ اور حافظ صاحب رحمہ اللہ اس کو ضعیف ہی گردانتے ہیں۔

iv۔ حافظ زبیر علی زئی رحمہ اللہ مدلس راوی کی روایت کو قبول نہیں کرتے ہیں۔

مدلس سے مراد ایسا راوی جو صیغہ تمریض سے بیان کرتا ہوں۔ مدلس کے بارے میں حافظ صاحب رحمہ اللہ نے بہت تفصیل سے لکھا ہے۔ جس کی وضاحت اگلے باب میں آئے گی۔ یہاں صرف یہ بتلانا مقصود ہے کہ آپ تدلیس کرنے والے راوی کی روایت کو قبول نہیں کرتے۔ جیسا کہ مثالوں سے واضح ہے۔

عن ابن عباس قال ((تدارس العلم ساعة من الليل خير من إحيائها.))[3]

''حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رات میں کچھ گھڑی پڑھنا پڑھانا مکمل رات قیام کرنے سے

---

[1] ماہنامہ ''الحدیث'' حضرو، شمارہ نمبر ۳۶، مئی ۲۰۰۷ء، ص: ۴۵

[2] دارمی، ابو محمد عبداللہ بن عبدالرحمن، المسند الجامع، کتاب علامات النبوۃ، دار البشائر الاسلامیہ، بیروت، رقم الحدیث: ۲

[3] اضواء المصابیح فی تحقیق مشکوۃ المصابیح، رقم الحدیث: ۲۵۶

بہتر وافضل ہے۔''

اس حدیث کی بابت حافظ زبیر علی زئی رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

''اس میں دو وجہ ضعف ہیں۔ ① ابن جریج رحمہ اللہ نے سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما کو نہیں پایا تھا لہٰذا سند منقطع ہے۔
② حفص بن غیاث مدلس تھا اور یہ سند معنعن (عن سے) ہے۔''[1]

یہ روایت حافظ زبیر علی زئی رحمہ اللہ کے نزدیک ضعیف ہے۔ اس کلام سے معلوم ہوتا ہے کہ حافظ زبیر علی زئی رحمہ اللہ کے نزدیک منقطع اور مدلس دونوں قسم کی روایات مردود کی اقسام میں شامل ہیں۔ اس وجہ سے حافظ زبیر علی زئی رحمہ اللہ اس روایت کو ضعیف قرار دے رہے ہیں۔ اسی طرح حافظ صاحب رحمہ اللہ نے ابن ماجہ کی ایک روایت پر جرح نقل کی ہے۔

عن ابن عباس قال قال رسول الله ﷺ ((ان أناسا من أمتي سيتفقهون في الدين ويقرءون القرآن يقولون نأتي الأمراء فنصيب من دنياهم ونعتزلهم بديننا ولا يكون ذلك كما لا يجتنى من القتاد إلا الشوك كذلك لا يجتنى من قربهم إلا. قال محمد بن الصباح كأنه يعني. الخطايا.))[2]

''حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا میری امت میں سے کچھ لوگ دین میں تفقہ سیکھیں گے اور قرآن پڑھیں گے۔ وہ کہیں گے ہم امیروں کے پاس جاتے ہیں تا کہ ان کی دنیا میں کچھ حاصل کریں اور اپنے دین سے ہم انہیں دور رکھیں گے اور اس طرح نہیں ہوگا جیسے جھاڑی کے پودے سے صرف کانٹے ہی حاصل ہوتے ہیں۔ اس طرح وہ ان کی صحبت سے صرف گناہ ہی حاصل کر پائیں گے جیسا کہ محمد بن الصباح راوی نے کہا ہے۔''

یہ ابن ماجہ کی روایت ہے اسے شیخ البانی رحمہ اللہ اور حافظ زبیر علی زئی رحمہ اللہ نے ضعیف قرار دیا ہے حافظ صاحب رحمہ اللہ اس سے متعلق کلام کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

''اس کی سند ضعیف ہے اس راوی ولید بن مسلم الشامی ثقہ صدوق مدلس تھے اور یہ روایت عن سے ہے لہٰذا ضعیف ہے عبید اللہ بن مغیرہ بن ابی بردہ مجہول الحال ہے۔ حافظ ذہبی رحمہ اللہ نے فرمایا غیر معروف۔''[3]

مذکورہ مثالوں سے پتہ چلا کہ حافظ صاحب کے نزدیک مدلس راویوں کی روایت کی کوئی حیثیت نہیں ہے۔ کیونکہ مدلس بھی سقوط خفی کی ایک قسم ہے۔ اور جس میں یہ سقوط ہو وہ روایت ضعیف ہوتی ہے۔

۷۔ حافظ زبیر علی زئی رحمہ اللہ مدلس راوی کی روایت کو سماع کی صراحت یا کتاب ملنے کے بعد قبول کرتے ہیں۔

---

[1] ایضاً

[2] اضواء المصابیح، رقم الحدیث: ۲۶۲

[3] ایضاً

حافظ صاحب رحمہ اللہ کے نزدیک مدلس راوی کی جس روایت میں سماعت یا کتابت کی صراحت مل جائے وہ قابل حجت ہے جیسا کہ آپ نے اضواء المصابیح میں یحییٰ بن ابی کثیر مدلس راوی کی ایک روایت پر کتاب ملنے کی صراحت کے بعد صحیح کا حکم لگایا ہے وہ روایت یہ ہے:

عن ابی امامة ان رجلًا سال رسول اللهﷺ ما الایمان؟ قال ((اذا سرتك حسنتك وساءتك سیئتك فانت مومن.))[1]

''سیدنا ابو امامہ سے روایت ہے کہ ایک آدمی نے رسول اللہ ﷺ سے پوچھا کہ ایمان کیا ہے؟ جب تمہاری نیکی تمہیں اچھی لگے اور تمہاری برائی تمہیں بُری لگے تو پھر تم مومن ہو۔''

اس کو ذکر کرنے کے بعد حافظ صاحب رحمہ اللہ نے اس کے راوی یحییٰ بن ابی کثیر پر تدلیس کا ازالہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

''یحییٰ بن ابی کثیر نے زید بن سلام سے کچھ نہیں سنا بلکہ ان کے بھائی معاویہ بن سلام سے کتاب لی تھی۔ گویا ان کی کتاب سے روایت کرتے تھے۔ کتاب سے روایت کرنا قول راجح میں صحیح ہے۔''[2]

نقد متن اور حافظ زبیر علی زئی رحمہ اللہ

متن حدیث کو جانچنے اور پرکھنے کے لیے محدثین نے دو اصول مقرر کیے ہیں۔ جنہیں شذوذ فی المتن اور علت فی المتن کہتے ہیں۔ حافظ زبیر علی زئی رحمہ اللہ نے تحقیق المتن فی الحدیث میں انہیں اصولوں کو مدنظر رکھا ہے۔ ترتیب وار انہی اصولوں کی وضاحت بمعہ امثلہ درج ذیل ہے۔

شذوذ اور حافظ زبیر علی زئی

شذوذ کی تفصیل پچھلی فصل میں بیان ہو چکی ہے چونکہ یہاں حافظ زبیر علی زئی رحمہ اللہ کے منہج کی وضاحت پیش نظر ہے لہٰذا پہلے اس بات کی توضیح کرنا ضروری ہے کہ حافظ صاحب رحمہ اللہ کے ہاں شاذ روایت کون سی ہوتی ہے؟ حافظ صاحب رحمہ اللہ کے نزدیک اگر ثقہ راوی اوثق کی مخالفت کرے تو وہ شاذ ہوتی ہے۔[3] اگر ثقہ کی زیادتی سے اوثق کی مخالفت نہ ہو تو وہ مقبول ہے۔[4] جیسے الزیادة من الثقة مقبول کہتے ہیں۔ تاہم اس کے بارے میں تفصیلی بحث اگلے باب میں ہوگی۔ (ان شاء اللہ)

یہاں شاذ حدیث میں حافظ صاحب رحمہ اللہ کے منہج کی وضاحت کی جا رہی ہے۔ حافظ صاحب رحمہ اللہ نے مختلف روایات کو شذوذ کی بنا پر ترک کیا ہے۔ چونکہ شذوذ کی بھی کئی صورتیں ہیں جو اضطراب، ادراج، تصحیف اور تحریف کی صورت میں ہوتا ہے۔ تو حافظ

---

[1] احمد بن حنبل، مسند احمد، مسند الانصار، بیت الافکار، ریاض، رقم الحدیث: ۲۲۵۱۹

[2] اضواء المصابیح، تحت الحدیث: ۵۴

[3] زبیر علی زئی، حافظ، اختصار علوم الحدیث، مکتبہ اسلامیہ لاہور، سن اشاعت ۲۰۱۰ء، ص: ۴۵

[4] اختصار علوم الحدیث، ص: ۴۸

صاحب ؒ نے تحقیق متن میں جملہ صورتوں کو مدنظر رکھا ہے۔ کسی ایک صورت کی حامل روایت کو قبول نہیں کیا جس کی توضیح درج ذیل ہے۔

i۔حافظ زبیر علی زئی ؒ شاذ روایت کو بھی قبول نہیں کرتے ہیں۔

حافظ صاحب ؒ نے اپنے مجلّے الحدیث میں ''مسئلہ تراویح اور الیاس گھمن کا تعاقب'' کے نام سے ایک مضمون لکھا ہے جس میں آپ نے الیاس گھمن کی پیش کردہ روایت کو شاذ ہونے کی وجہ سے قبول نہیں کیا۔

قال الامام الحافظ المحدث علی بن الجعد الجوهری حدثنا علی انا ابن ابی ذئب عن زید بن خصیفة عن السائب بن یزید قال ((کانوا یقومون علی عهد عمر ؓ فی شهر رمضان بعشرین رکعة وان کانوا لیقرؤون بالمئین من القرآن)).

''حضرت سائب بن یزید ؓ فرماتے ہیں کہ لوگ حضرت عمر ؓ کے دور میں رمضان شریف کے مہینہ میں بیس رکعات (نماز تراویح) پابندی سے پڑھتے اور قرآن مجید کی دوسو آیات پڑھتے تھے۔''

پھر اس پر نقد کرتے ہوئے حافظ صاحب ؒ لکھتے ہیں:

''اس روایت کے ترجمہ میں گھمن نے لفظ ''پابندی'' کا اضافہ کر دیا ہے جبکہ انوار خورشید نے یہ لفظ نہیں لکھا۔اس روایت کی سند میں ایک راوی یزید بن خصیفہ ہیں، انہوں نے اپنے سے زیادہ ثقہ محمد بن یوسف کی مخالفت کی ہے لہٰذا یہ روایت شاذ ہے۔''[1]

حافظ صاحب کے نقد سے یہ بات واضح ہو رہی ہے کہ آپ شاذ روایت کی حجیت کے قائل نہیں تھے۔

ii۔حافظ صاحب ؒ مدرج روایت کو قابل حجت نہیں سمجھتے ہیں۔

جیسا کہ پیچھے ذکر ہو چکا ہے کہ مدرج روایت شاذ کی ایک صورت ہوتی ہے۔اسی لیے حافظ صاحب ؒ اس کو ناقابل حجت سمجھتے ہیں جیسا کہ آپ نے ''اختصار علوم الحدیث'' میں اس کی مثال ذکر کی ہے۔

علامہ ابن کثیر ؒ کی مصطلح الحدیث سے متعلق علوم الحدیث نامی ایک کتاب ہے جو کہ الباعث الحثیث کے نام سے مشہور ومعروف ہے۔حافظ زبیر علی زئی ؒ نے اس کتاب کا اردو ترجمہ وتحقیق کی ہے۔اس میں حدیث کی ایک قسم مدرج المتن کا بیان ہے جو کہ شذوذ فی المتن میں داخل ہے اس کی مثال بیان کرتے ہوئے حافظ زبیر علی زئی لکھتے ہیں:

''مثلاً سنن ترمذی کی ایک حدیث میں یہ الفاظ "فانتهی الناس عن القراءة مع رسول الله ﷺ .... الخ" امام زہری ؒ کا قول ہے اور یہ حدیث میں مدرج ہو گیا ہے۔دیکھیے المدرج الی المدرج للسیوطی (ص: ۱۲۴۱)۔''[2]

---

[1] ''الحدیث'' حضرو، شمارہ نمبر ۶۷، ستمبر ۲۰۱۰ء، ص: ۴۰

[2] اختصار علوم الحدیث (مترجم)، ص: ۵۴

موصوف کے اس کلام سے معلوم ہوتا ہے کہ حافظ صاحب رحمہ اللہ کے ہاں مدرج روایت ضعیف ہوتی ہے۔ مدرج حدیث کا تعلق بھی سند و متن دونوں سے ہوتا ہے اور یہاں جو مثال مذکور ہے وہ مدرج المتن کی ہے۔

iii۔ حافظ زبیر علی زئی رحمہ اللہ کے ہاں مضطرب روایت بھی ضعیف ہوتی ہے۔

مضطرب دراصل شذوذ کی ایک صورت ہی ہے۔ جس کی تفصیل پچھلی فصل میں گزر چکی ہے۔ حافظ صاحب نے بھی محدثین کا منہج اپناتے ہوئے مضطرب روایت کو ضعیف ہی گردانا ہے۔ جیسا کہ آپ نے اختصار علوم الحدیث میں مضطرب کی بحث میں ایک مثال نقل کی ہے۔

مثلاً ایک روایت میں آیا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے گھوڑوں کے گوشت سے منع فرمایا ہے۔ اس روایت کے بارے میں امام دارقطنی نے کہا:

"**وهذا إسناد مضطرب.**" [سنن الدارقطنی، ۴/ ۲۸۸، رقم الحدیث: ۴۷۲۸]

اس مضطرب و ضعیف روایت کو ابن الترکمانی اپنے مسلک کی خاطر "**فهذا سند جيد**" قرار دیتے ہیں۔ [دیکھیے الجوہر النقی، ۹/ ۳۲۸] اس پر حافظ صاحب رحمہ اللہ ان الفاظ میں نقد بھی کیا ہے:

"جس روایت کی سند و متن میں تطبیق نہ ہو سکے یا محدثین کرام نے اسے مضطرب قرار دیا ہو تو وہ مضطرب ہے۔ اگر محدثین کے درمیان اختلاف ہو تو راجح مرجوح دیکھ کر ترجیح ہوگی۔ یاد رہے کہ بہت سے لوگ اپنے مسلک و مذہب کی خاطر مخالفین کی بعض روایات کو مضطرب کہہ دیتے ہیں۔ مثلاً نیموی نے آثار السنن میں صحیحین کی ایک حدیث کو مضطرب (مضطرب) کہہ دیا ہے۔ لیکن نیموی کا یہ دعویٰ باطل ہے۔" [۱]

مذکورہ مثال اور نقد سے معلوم ہوتا ہے کہ حافظ صاحب کے نزدیک مضطرب روایت نا قابل حجت ہے۔

iv۔ حافظ صاحب رحمہ اللہ مقلوب روایت کو بھی بیان کرنے کی اجازت نہیں دیتے ہیں۔

مقلوب میں چونکہ سند اور متن کو آپس میں گھڑ بڑ کر دیا جاتا ہے۔ تو حافظ صاحب رحمہ اللہ نے اختصار علوم الحدیث میں مقلوب کی بحث میں ایک مختصر مگر جامع حاشیہ لکھا ہے۔ آپ لکھتے ہیں:

"یہ بات تو صحیح ہے لیکن یاد رہے کہ جب تک دوسری صحیح یا حسن لذاتہ روایت نہ ملے تو معین ضعیف سند مردود اور نا قابل حجت ہی رہتی ہے۔" [۲]

آپ نے یہ بات مقلوب روایت کے تحت لکھی ہے۔ جس سے واضح معلوم ہوتا ہے کہ آپ کے ہاں مقلوب روایت نا قابل حجت ہے۔ خلاصہ کلام یہ ہے کہ حافظ زبیر علی زئی رحمہ اللہ کے نزدیک بھی شاذ اور اس کی تمام صورتیں ضعیف اور نا قابل حجت ہیں البتہ

---

[۱] اختصار علوم الحدیث (مترجم)، ص: ۵۲

[۲] اختصار علوم الحدیث، ص: ۵۷

آپ نے شاذ کی تعریف میں محدثین سے اختلاف کیا ہے۔

علت اور حافظ زبیر علی زئی رحمہ اللہ

محدثین کے نزدیک علت سے مراد ایسا مخفی عیب ہے جو حدیث کی صحت پر اثر انداز ہوتا ہو۔[1] ایسی روایت کو معلول کہا جاتا ہے۔ دراصل معلول روایت کا تعلق وھم راوی سے ہوتا ہے۔ وہ وھم کی بنا پر حدیث کو بیان کرنے میں خلط ملط کر دیتا ہے۔ معلول حدیث کی تعیین میں دو باتوں کو مدنظر رکھنا انتہائی ضروری ہے۔

① ......حدیث بظاہر ٹھیک معلوم ہوتی ہو مگر اس میں کوئی پوشیدہ عیب موجود ہو۔

② ......اس خفیہ عیب کی نشاندہی سلف محدثین میں سے کسی ایک نے کی ہو۔ کیونکہ ان مخفی علتوں کا علم صرف انہی ماہرین کو ہوتا ہے جنہیں اللہ تعالیٰ نے اسانید و متون میں مہارت تامہ کے ساتھ ساتھ قوت حافظہ سے نوازا ہوتا ہے۔ وہ معلول روایت کی تمام اسانید جمع کر کے راویوں کے حالات پر غور و فکر کرنے کے بعد اس خفیہ عیب تک پہنچتے ہیں۔

متاخرین محققین کے لیے انتہائی ضروری ہے کہ جب وہ کسی حدیث کو معلول قرار دیں تو اس کی تائید کے لیے سلف محدثین میں سے کسی کے قول کو بطور دلیل ضرور پیش کریں۔ اگر کوئی شخص اس طریقہ تحقیق کو اختیار نہیں کرتا تو اس کے طرز استدلال کو متساہل سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ راقم کے نزدیک حافظ زبیر علی زئی رحمہ اللہ علت کے معاملے میں متساہل ہیں۔ کیونکہ آپ رحمہ اللہ کی معلول قرار دی گئی احادیث میں بعض اوقات دونوں اور اکثر ایک شرط مفقود ہوتی ہے۔ البتہ بعض روایات ایسی بھی موجود ہیں جن کو معلول قرار دیتے وقت حافظ صاحب رحمہ اللہ نے دونوں شرطوں کو مدنظر رکھا ہے۔ یاد رکھیے کہ حافظ صاحب رحمہ اللہ کی معلول قرار دی گئی احادیث کی تعداد بہت کم ہے۔

بعض معلول روایات میں حافظ صاحب رحمہ اللہ نے دونوں شرائط کو مدنظر رکھ کر محدثین کا منہج اپنایا ہے جیسا کہ درج ذیل مثالوں سے واضح ہے۔ حافظ زبیر علی زئی رحمہ اللہ اپنی تالیف ''ہدایۃ المسلمین'' میں مسئلہ آمین بالجہر پر بحث کرتے ہوئے سیدنا وائل بن حجر رضی اللہ عنہ سے ایک روایت ''خفض بها صوته'' نقل کی ہے یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے آمین کہتے ہوئے اپنی آواز کو پست رکھا۔ اس روایت پر کلام کرتے ہوئے موصوف رحمہ اللہ حاشیہ میں رقم طراز ہیں:

''احمد ورجاله ثقات ومعلول واعله البخاري وغيره.''[2]

یعنی اس حدیث کے رجال سب ثقہ (قابل اعتماد) ہیں اور یہ حدیث معلول ہے اسے امام بخاری رحمہ اللہ اور دیگر محدثین نے معلول قرار دیا ہے۔ کسی حدیث کو معلول قرار دینے کا سب سے بہترین طریقہ یہ کہلاتا ہے کہ کسی ایسے محدث کا قول نقل کیا جائے جو علل حدیث میں مہارت رکھتا ہے۔ زبیر علی زئی رحمہ اللہ نے ''آمین بالجہر'' کے مسئلہ میں اس اصول کو اپنایا ہے۔ حافظ صاحب رحمہ اللہ کا

---

[1] نزھۃ النظر شرح نخبۃ الفکر، ص: ۸۵

[2] زبیر علی زئی، حافظ، ھدایۃ المسلمین، مراجعت حافظ ندیم ظہیر، مکتبہ اسلامیہ لاہور، ص: ۱۱۸

اس حدیث کو معلول قرار دینا درست ہے کیونکہ اس میں حدیث کو معلول قرار دینے والی دونوں شرطیں موجود ہیں۔ اسی طرح آپ نے انوار الصحیفہ میں ایک روایت نقل کی ہے۔

حدثنا علی بن عبداللہ حدثنا حسین بن علی الجعفی عن عبدالرحمن بن یزید بن جابر سمعت یذکر عن أبی الأشعث الصنعانی عن أوس بن أوس قال قال رسول اللہﷺ: ((إن من أفضل أیامکم یوم الجمعة فیه خلق آدم وفیه قبض وفیه النفخة وفیه الصعقة فأکثروا علی من الصلاة فیه فإن صلاتکم معروضة علی قال قالوا یارسول اللہﷺ وکیف تعرض صلاتنا علیك وقد أرمت یقولون بلیت فقال إن اللہ عزوجل حرم علی الأرض أجساد الأنبیاء)).[1]

''حضرت اوس بن اوس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا دنوں میں سب سے افضل جمعہ کا دن ہے، اس میں آدم پیدا کیے گئے اور اسی میں فوت ہوئے، اسی میں صور پھونکا جائے گا اور اسی میں قیامت کی بے ہوشی ہے لہٰذا اس دن مجھ پر کثرت سے درود پڑھا کرو کیونکہ تمہارا درود مجھ پر پیش کیا جائے گا۔ لوگوں نے کہا یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمارا درود کس طرح آپ پر پیش ہوگا حالانکہ آپ کا جسم بوسیدہ ہو چکا ہوگا؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ نے انبیاء کے جسموں کو زمین پر حرام کر دیا ہے کہ وہ انہیں کھائے۔''

اس حدیث کی سند پر کلام کرتے ہوئے حافظ زبیر علی زئی رحمہ اللہ رقم طراز ہیں:

''اس کی سند ضعیف ہے اسے ابوداؤد، نسائی اور ابن ماجہ وغیرہم نے حسین بن علی الجعفی کی سند سے نقل کیا ہے۔ اس روایت میں علت قادحہ ہے کہ حسین الجعفی اور ابواسامہ کا استاذ عبدالرحمن بن یزید بن جابر نہیں بلکہ عبدالرحمن بن یزید بن تمیم ہے جیسا کہ امام بخاری، ابوزرعہ الرازی، ابوحاتم الرازی اور دیگر جلیل القدر محدثین کی تحقیق سے ثابت ہے۔ تفصیل کے لیے دیکھیے (شرح علل الترمذی لابن رجب اور میری کتاب تخریج النہایة فی الفتن والملاحم)۔ حافظ دارقطنی، حافظ ابن القیم اور بعض علماء کا یہ کہنا ہے کہ یہ عبدالرحمن بن یزید بن جابر ہی ہے لیکن ان کی تحقیق کبار علماء کی تحقیقات کے مقابلے میں قابل سماعت نہیں لہٰذا یہ روایت عبدالرحمن بن یزید بن تمیم کے ضعف کی وجہ سے ضعیف ہے۔''[2]

یہ حدیث واقعی معلول ہے اسے معلول قرار دینے کے لیے حافظ صاحب نے باقاعدہ ماہرین فن کے اقوال نقل کیے ہیں اور اس خفیہ علت کی نشاندہی بھی کی ہے جس کی وجہ سے یہ روایت ضعیف ہے۔ جبکہ بظاہر یہ حدیث صحیح معلوم ہوتی ہے۔ اس حدیث کو معلول قرار دینے میں حافظ صاحب نے محدثین کے قواعد کو ملحوظ رکھا ہے۔ اس سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ حافظ صاحب نے بعض

---

[1] انوار الصحیفہ، ضعیف ابی داؤد، رقم الحدیث: ۱۰۴۷

[2] اسماعیل بن اسحاق، القاضی، فضائل درود وسلام، مترجم وتحقیق زبیر علی زئی، مکتبہ اسلامیہ لاہور، ص: ۶۶

احادیث کو محدثین کے قواعد کے موافق معلول قرار دیا ہے۔

حافظ زبیر علی زئی رحمہ اللہ بعض روایات کو معلول قرار دینے میں متساہل واقع ہوئے ہیں۔

اس سے متعلقہ چند مثالیں درج ذیل ہیں:

عن عبدالله قال ((علمنا رسول الله ﷺ خطبة الحاجة أن الحمدلله نستعينه ونستغفره.... الخ.))[1]

''حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں نکاح کا خطبہ سکھایا، بے شک تمام تعریفیں اللہ کے لیے ہیں ہم اس سے مدد چاہتے ہیں اوراس سے مغفرت طلب کرتے ہیں۔''

یہ روایت حافظ زبیر علی زئی رحمہ اللہ کے نزدیک معلول ہے چنانچہ اس سے متعلق رقم طراز ہیں:

((اسناده ضعيف ابوعبيدة عن ابن مسعود منقطع وابو اسحاق السبيعي مدلس وعنعن وراه شعبة عن ابى اسحاق عن ابى الاحوص عند احمد سنده فالسند معلول.))[2]

''اس کی سند ضعیف ہے ابوعبیدہ عن ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت منقطع ہے اور ابو اسحاق السبیعی مدلس ہیں اور یہ روایت عن کے ساتھ ہے اور مسند احمد میں شعبہ عن ابی اسحاق عن ابی الاحوص والی منقطع سند ہے لہٰذا یہ سند معلول ہے۔''

اس حدیث کو لکھنے کے بعد حافظ صاحب رحمہ اللہ نے صراحت سے اس کی سند پر نقد کیا ہے اور مدلس اور منقطع ہونے کی وجہ سے معلول لکھا ہے البتہ سلف میں سے کسی اقوال نقل نہیں کیے۔ گویا اس میں آپ متساہل واقع ہوئے ہیں کیونکہ اس میں ایک شرط مفقود ہے۔

حافظ صاحب رحمہ اللہ بعض مقام پر کسی روایت کو معلول قرار دیا ہے۔ مگر اس میں دونوں شرطیں مفقود ہیں۔

جیسا کہ آپ نے درج ذیل روایت پر حکم لگایا ہے۔

قال أبو المعتمر أرى أن أنس حدثنا أن رسول الله ﷺ كان يقول ((اللّٰهم إني أعوذبك من صلاة لاتنفع.))[3]

''ابوالمعتمر نے کہا کہ میرا خیال ہے کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ نے ہمیں یہ بیان کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یہ دعا مانگا کرتے تھے: اے اللہ میں آپ سے پناہ چاہتا ہوں ایسی نماز سے جو نفع نہ دیتی ہو۔''

اس روایت کے راوی حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ ہیں اور یہ سنن اربعہ میں سے سنن ابوداؤد کی روایت ہے۔ حافظ زبیر علی

---

[1] انوار الصحیفہ، ضعیف ابی داؤد، رقم الحدیث: ۲۱۱۸

[2] ایضاً

[3] سنن ابی داؤد، کتاب الوتر، باب فی الاستعاذۃ، رقم الحدیث: ۱۵۴۹

زئی رحمہ اللہ حدیث کومعلل قرار دیتے ہیں چنانچہ اس کی سند سے متعلق فرماتے ہیں:

"اسنادہ ضعیف الراوی شك فی سندہ فالسند معلل"[۱]

''یعنی اس حدیث کی سند ضعیف ہے راوی کو اس سند میں شک ہے تو یہ سند معلل ہوئی۔''

حافظ صاحب رحمہ اللہ نے اس روایت کو راوی کے شک کی وجہ سے معلول قرار دیا ہے، حالانکہ جمہور محدثین ایسی روایت کو متروک کہتے ہیں۔[۲] گویا حافظ صاحب نے اس روایت میں دونوں شرطوں کو مدنظر نہیں رکھا ہے۔

خلاصہ فصل

دوسری فصل سے پتہ چلتا ہے کہ حافظ زبیرعلی زئی رحمہ اللہ کی تحقیق حدیث میں گہری نظر تھی۔اس فصل میں یہ بتایا گیا ہے کہ حافظ صاحب رحمہ اللہ نے تحقیق متن اور سند میں کن اصولوں کی پیروی کی ہے۔اور تحقیق میں کون سے اصول مدنظر رکھے ہیں۔مثالوں سے یہ بات بھی ثابت کی گئی ہے کہ موصوف کا منہج محدثین کے قریب ترین ہے۔البتہ بعض مقامات پر بطور بشر چند اصولوں میں محدثین کے برعکس تساہل واقع ہوئے ہیں۔

---

[۱] انوار الصحیفہ، ضعیف ابی داؤد، رقم الحدیث: ۱۵۴۹

[۲] خطیب بغدادی، احمد بن علی بن ثابت، الکفایۃ فی علم الروایۃ، المکتبہ العلمیہ، مدینہ منورہ، ص: ۲۸۸

باب سوم

شیخ البانی رحمۃ اللہ علیہ و حافظ زبیر علی زئی رحمۃ اللہ علیہ کے معیارات کا تقابلی جائزہ

پہلی فصل

شیخ البانی رحمۃ اللہ علیہ اور حافظ زبیر علی زئی رحمۃ اللہ علیہ کے اتفاقی اصول

دوسری فصل

شیخ البانی رحمۃ اللہ علیہ اور حافظ زبیر علی زئی رحمۃ اللہ علیہ کے اختلافی اصول

باب سوم

شیخ البانی رحمہ اللہ اور حافظ زبیر علی زئی رحمہ اللہ کے معیارات کا تقابلی جائزہ

شیخ البانی رحمہ اللہ اور حافظ زبیر علی زئی رحمہ اللہ ماضی قریب میں ہی عظیم محدث گزرے ہیں۔ دونوں نے ہی میدان حدیث میں ناقابل فراموش خدمات سرانجام دی ہیں۔ گزشتہ ابواب میں شیخین کے مناہج کو تفصیل سے بیان کیا گیا ہے۔ چونکہ یہ مقالہ ان کے تحقیقی اسلوب کے تقابلی جائزے سے متعلق ہے۔ لہٰذا اس باب میں ان کے تحقیقی اسالیب کا تقابلی جائزہ پیش کیا جائے گا۔ شیخین کا تحقیقی منہج قریب قریب ہے۔ البتہ چند اصولوں میں ان کے مابین اختلاف ہے۔ تو اس باب میں شیخین کے اتفاقی اور اختلافی اصولوں کو ذکر کیا گیا ہے۔ اس باب کی دو فصلیں ہیں پہلی فصل میں شیخین کی اتفاقی اصولوں کی بمع امثلہ وضاحت کی جائے گی۔ اور دوسری فصل میں شیخین کے اختلافی اصولوں کی توضیح مثالوں کے ساتھ کی جائے گی۔ انہی اتفاقی واختلافی اصولوں کی روشنی میں شیخین کے منہج کو سمجھنے میں کافی مدد ملے گی۔ یاد رہے کہ ان تمام اصولوں کا احاطہ کرنا مقصود نہیں بلکہ ان میں سے چند ایک مشہور اصولوں کو زیر بحث لایا جائے گا۔

فصل اوّل

تحقیق حدیث میں شیخ البانی رحمہ اللہ اور حافظ زبیر علی زئی رحمہ اللہ کے اتفاقی اصول

اتفاقی اصولوں سے مراد وہ اصول ہیں جن میں شیخ البانی رحمہ اللہ اور حافظ زبیر علی زئی رحمہ اللہ دونوں نے اتفاق کیا ہو اور تحقیق حدیث میں انہی اصولوں کو مدنظر رکھا ہو۔ ذیل میں دونوں کے متفقہ اصول بمعہ امثلہ مذکور ہیں۔

① ضعیف حدیث احکام ومسائل میں نا قابل حجت ہے

شیخ البانی رحمہ اللہ اور حافظ زبیر علی زئی رحمہ اللہ کا اس بات پر اتفاق ہے کہ ضعیف احادیث جس طرح عقائد میں نا قابل حجت ہیں بالکل اسی طرح احکام ومسائل میں ان سے استدلال واستنباط کرنا باطل ہے۔

اسی لیے شیخ محمد ناصر الدین الالبانی رحمہ اللہ اعلان فرمایا کرتے تھے:

((اننا ننصح اخواننا المسلمین فی مشارق الأرض ومغاربها أن یدعوا العمل بالأحادیث الضعیفة مطلقًا و أن یوجهوا همتهم إلی العمل بماثبت منها عن النبیﷺ ففیها ما یغنی عن الضعیفة وفی ذلك منجاة من الوقوع فی الکذب علی رسول اللهﷺ)).[1]

''ہم دنیا کے مشرق ومغرب میں رہنے والے اپنے مسلمان بھائیوں کو نصیحت کرتے ہیں کہ ضعیف احادیث پر مطلقاً عمل چھوڑ دیں اور اپنی محبتوں کا رُخ نبی کریم ﷺ سے ثابت شدہ احادیث کی طرف موڑ دیں کیونکہ اس میں ضعیف روایات سے بے نیازی ہے اور اسی میں رسول اللہ ﷺ پر جھوٹ میں واقع ہونے سے نجات ہے۔''

اسی طرح حافظ زبیر علی زئی رحمہ اللہ نے بھی احکام واعمال میں ضعیف حدیث کی عدم حجیت پر تفصیلی فتویٰ دیا۔ آپ رحمہ اللہ نے فرمایا:

''علمائے کرام کا دوسرا گروہ ضعیف روایات پر عمل کا قائل نہیں۔ چاہیے عقائد واحکام ہوں یا فضائل ومناقب۔ اور اسی گروہ کی تحقیق راجح ہے۔ اس گروہ کے جلیل القدر علماء کے آثار میں سے دس حوالے پیش خدمت ہیں۔ جن سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ یہ علما ضعیف حدیث کو حجت نہیں سمجھتے تھے۔''[2]

اس کے بعد آپ نے بھی صحابہ، تابعین اور محدثین کے اقوال نقل کیے ہیں۔ جو ضعیف حدیث کی حجیت کے قائل نہیں تھے۔ یہی وجہ ہے کہ آپ نے اپنی پوری تحقیق میں کبھی بھی کسی ضعیف حدیث سے استدلال نہیں کیا۔ شیخ البانی رحمہ اللہ اور حافظ زبیر علی زئی رحمہ اللہ کے مذکورہ فتوی جات سے یہ بات علم میں آتی ہے کہ دونوں کے نزدیک ضعیف حدیث سے استنباط واستدلال کرنا جائز نہیں ہے۔

---

[1] اثری، مولانا ارشاد الحق ''شیخ محمد ناصر الدین البانی اور ضعیف احادیث'' ماہنامہ محدث، لاہور، شمارہ نمبر ۲۳۱، نومبر ۱۹۹۹ء، ص: ۴۶

[2] مقالات للزئی، ۲/ ۲۷۰

② موقوف کو احکام و مسائل میں قابل عمل سمجھتے ہیں

شیخ البانی رحمہ اللہ اور حافظ زبیر علی زئی رحمہ اللہ کے اتفاقی اصولوں میں سے ایک اصول یہ بھی ہے کہ دونوں موقوف کو احکام و مسائل میں قابل حجت سمجھتے تھے۔ یہی وجہ ہے کہ شیخین نے اپنی اپنی تحقیق میں موقوف حدیث سے استنباط کیا ہے۔

شیخ البانی رحمہ اللہ نے ایک مٹھی سے زائد داڑھی کاٹنے کا جو فتویٰ صادر کیا اس فتوی کی بنیاد ایک اثر صحابی ہے۔ فتاویٰ البانیہ میں آپ کا فتویٰ موجود ہے جس میں آپ لکھتے ہیں:

> ''میں جمہور نہیں کہتا لیکن اکثر علماء مٹھی سے زیادہ داڑھی کاٹنے کے قائل ہیں۔ جبکہ دوسرے اہلحدیث حضرات نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان ''واعفوا اللحی'' کے عموم سے استدلال کرتے ہیں اور میری بھی رائے یہ ہے کہ مٹھی سے نیچے کے بالوں کا کاٹنا جائز ہے۔ میری دلیل ابن عمر کی وہ روایات ہیں جن سے ثابت ہے کہ حج یا حج کے علاوہ دو موقعوں پر مٹھی سے زائد داڑھی کے بالوں کو کاٹا کرتے تھے۔''[1]

اسی طرح حافظ زبیر علی زئی رحمہ اللہ نے بھی اسی موقوف سے احتجاج کرتے ہوئے مٹھی سے زائد داڑھی کے بالوں کو کاٹنے کا فتویٰ صادر کیا۔ چنانچہ آپ لکھتے ہیں:

> ''جن احادیث میں داڑھیاں چھوڑنے، معاف کرنے اور بڑھانے کا حکم دیا گیا ہے، ان کے راویوں میں ایک راوی سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما ہیں۔ جن سے یہ ثابت ہے کہ وہ حج اور عمرے کے وقت اپنی داڑھی کا کچھ حصہ (ایک مشت سے زیادہ کو) کاٹ دیتے تھے۔ کسی صحابی سے سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما پر اس سلسلے میں انکار ثابت نہیں ہے۔ یہ ہو ہی نہیں سکتا کہ سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما عنہ جیسے متبع سنت صحابی، نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے ایک حدیث سنیں اور پھر خود ہی اس کی مخالفت بھی کریں... مسئلہ یہ نہیں کہ صحابی کا عمل دلیل ہے یا نہیں؟ بلکہ مسئلہ یہ ہے کہ قرآن و حدیث کا کون سا فہم معتبر ہے۔ وہ فہم جو چودھویں یا پندرھویں صدی ہجری کا ایک عالم پیش کر رہا ہے یا وہ فہم جو صحابہ، تابعین و تبع تابعین اور محدثین کرام سے ثابت ہے؟ ہم تو وہی فہم مانتے ہیں جو صحابہ، تابعین، تبع تابعین و محدثین اور قابل اعتماد علمائے امت سے ثابت ہے۔ ہمارے علم کے مطابق کسی ایک صحابی، تابعی، تبع تابعی، محدث یا معتبر عالم نے ایک مٹھی سے زیادہ داڑھی کو کاٹنا حرام یا ناجائز نہیں قرار دیا۔''[2]

شیخین کے مذکورہ فتویٰ جات سے پتہ چلا کہ دونوں کا اس بات پر اتفاق ہے کہ موقوف احکام و مسائل میں قابل احتجاج ہے۔

③ کذاب راوی کی روایت کو قبول نہیں کرتے

شیخین کے متفقہ اصولوں میں سے ایک اصول یہ بھی ہے کہ شیخ البانی رحمہ اللہ اور حافظ زبیر علی رحمہ اللہ کذاب راوی کے بارے میں

---

[1] البانی محمد ناصر الدین، فتاوی البانیہ، مترجم و اعداد، ارشد حسن، مکتبہ الصدیق، السّلفیہ، میر پور سندھ، ص: ۲۳۶

[2] ماہنامہ الحدیث، حضرو، شمارہ نمبر ۲۷، اگست ۲۰۰۶ء، صفحہ ۵۵

ایک ہی رائے رکھتے ہیں کہ اس کی بیان کردہ روایت کو قبول نہیں کیا جائے گا۔ بلکہ اس پر موضوع کا حکم لگا کر ردّ کر دیا جائے گا۔ جیسا کہ مثالوں سے واضح ہے۔

شیخ البانی رحمہ اللہ سلسلہ ضعیفہ میں ایک روایت نقل کی ہے:

((انّ الله يحبّ عبده المؤمن الفقير المتعفّف ابا العيال.))[1]

''بلاشبہ اللہ تعالیٰ اس مومن بندے کو محبوب جانتا ہے جو ضرورت مند اہل وعیال والا ہے (لیکن) سوال کرنے سے گریزاں ہے۔''

اس حدیث کو نقل کرنے کے بعد شیخ فرماتے ہیں:

میں کہتا ہوں: ''مجھے اس حدیث کا ایک دوسرا طریق ملا ہے لیکن اس کے ساتھ بھی اس حدیث میں ضعف کا اضافہ ہی ہوتا ہے اس لیے کہ یہ حدیث محمد بن فضل کے طرق سے ہے۔ اس نے زید العمی سے اس نے محمد بن سیرین سے اس نے عمران بن حصین سے روایت کیا ہے۔ لیکن اس کی روایت میں ''ابا العیال'' کے الفاظ نہیں ہیں۔ اس روایت کو ابن عدی رحمہ اللہ ۲۵۷ اور ابونعیم رحمہ اللہ ۲۵۸ نے بیان کیا ہے۔''

پھر اس پر بحث کرتے ہوئے مزید لکھتے ہیں:

میں کہتا ہوں: ''اس سند میں بھی تین علتیں موجود ہیں۔

پہلی علت: عمران اور ابن سیرین کے درمیان انقطاع ہے۔ عمران کا ابن سیرین سے سننا ثابت نہیں ہے جیسا کہ امام دارقطنی رحمہ اللہ نے کہا کہ یہ اس روایت کے خلاف ہے جس کو عبداللہ بن احمد نے اپنے باپ سے بیان کیا۔

دوسری علت: زید العمی ابن الحواری ضعیف ہے۔

تیسری علت: محمد بن فضل بن عطیہ کذاب ہے جیسا کہ فلاس اور دیگر محدثین کا قول ہے۔''[2]

گویا اس حدیث کو قبول نہ کرنے کی شیخ کے نزدیک ایک علت محمد بن فضل کذاب راوی بھی ہے۔

اسی طرح حافظ صاحب رحمہ اللہ نے بھی کذاب راوی کی روایت کو قبول نہیں کیا۔ جس طرح آپ نے اپنے مجلہ ''الحدیث'' میں ایک روایت کی تحقیق کی ہے۔

وعن عائشة انها قالت: سمعت رسول الله ﷺ يقول: ((إن الله عزّ و جل أوحى إلي: أنه من سلك مسلكًا في طلب سهّلت له طريق الجنة ومن سلبت كريمتيه أثبته عليهما الجنة، وفضل في علم خير من فضل في عبادة، وملاك الدين الورع.)) رواه البيهقي

---

[1] سلسلة الضعيفة، رقم الحديث: ۵۱

[2] سلسلة الضعيفة، تحت الحديث: ۵۱

فی شعب الایمان.[1]

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا: آپ صلی اللہ علیہ وسلم فرما رہے تھے۔

''اللہ عزوجل نے میری طرف وحی کی ہے کہ جو شخص طلب علم کے لیے کسی راستے پر چلتا ہے۔ تو میں اس کے لیے جنت کا راستہ آسان کر دیتا ہوں۔ اور میں جس کی دونوں آنکھوں کی بینائی لے لوں تو اس کے لیے جنت واجب کر دیتا ہوں۔ اور علم میں فضیلت، عبادت میں فضیلت سے بہتر ہے اور دین میں اعلیٰ ترین (اہم ترین) بات پرہیزگاری ہے۔''

پھر آپ اس روایت پر جرح کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

''اس کی سند موضوع ہے۔ کیونکہ اس کی سند میں محمد بن عبدالملک الانصاری مجروح بلکہ کذاب ہے۔ دیکھیے میری کتاب: تحفۃ الاقویاء تحقیق کتاب الضعفاء اسی طرح امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ اس کے بارے میں فرماتے ہیں:

((رأیت محمد بن عبدالملك وكان أعمى وكان يضع الحديث ويكذب.))[2]

''میں نے محمد بن عبدالملک کو دیکھا ہے وہ اندھا تھا، وہ حدیث گھڑتا تھا اور جھوٹ بولتا تھا۔''

مذکورہ دونوں مثالوں سے یہ علم میں آتی ہے کہ شیخین دونوں ہی کذاب راوی کی روایت کے بارے میں ایک اتفاقی اصول رکھتے ہیں کہ اس کی روایت موضوع ہوتی ہے۔

④ منقطع روایت کو ضعیف گردانتے ہیں

شیخ البانی رحمہ اللہ اور حافظ زبیر علی زئی رحمہ اللہ کی تحقیقات کا مطالعہ کرنے سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ دونوں کا اس اصول پر بھی اتفاق ہے کہ منقطع روایت کو قبول نہیں کیا جائے گا بلکہ اسے ضعیف کے دائرے میں شمار کیا جائے گا۔ جیسا کہ مثالوں سے واضح ہے۔

شیخ البانی رحمہ اللہ ضعیف ابی داؤد میں ایک روایت لائے ہیں:

وفی روایة عن الزهری قال: ((لما اتخذ عثمان الأموال بالطائف، وأراد أن يقيم بها، صلى أربعًا)).[3]

''امام زہری رحمہ اللہ سے مروی ہے کہ جب حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے طائف میں اپنی جائیداد بنائی اور وہاں قیام کا ارادہ کیا تو پھر وہاں چار رکعتیں پڑھیں۔''

پھر اس کی سند پر کلام کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ:

قلت: ((إسناده ضعيف أيضًا لا نقطاعه. اسناده: حدثنا محمد بن العلاء، اخبرنا ابن

---

[1] البیہقی، احمد بن الحسین ابوبکر، الجامع لشعب الایمان، دار الکتب العلمیۃ، بیروت، رقم الحدیث، ۱۵۷۵، ۵۳۶۷

[2] ماہنامہ الحدیث حضرو، شمارہ نمبر ۸۱، فروری ۲۰۱۱ء، ص: ۲

[3] ضعیف ابی داؤد للبانی، کتاب المناسک، باب الصلاۃ بمنی، رقم الحدیث: ۳۴۰

المبارك عن يونس من الزهري....قلت: وهذا إسناد ضعيف ، لا نقطاعه بين الزهري وعثمان. كما سبق بيانه قبل حديث....))

''میں کہتا ہوں کہ یہ روایت انقطاع کی وجہ سے ضعیف ہے۔اس حدیث کی امام زہری سے ایک اور بھی سند ہے مگر میں کہتا ہوں کہ وہ بھی زہری اور عثمان رضی اللہ عنہ کے مابین انقطاع کی وجہ سے ضعیف ہے۔جیسا کہ اس سے ماقبل حدیث میں بیان ہوا ہے۔''

گویا شیخ البانی رحمہ اللہ نے اس روایت پر انقطاع کی وجہ سے ضعیف کا حکم لگایا ہے۔

یہی منہج حافظ زبیر علی زئی صاحب رحمہ اللہ کا ہے۔جیسا کہ آپ الحدیث میں ایک حدیث کی تحقیق کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

وعن ابن عباس قال: ((تدارس العلم ساعةً من الليل خير من إحيائها))، رواه الدارمي.[1]

اور (سیدنا) ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: ''رات کو ایک پہر علم کا پڑھنا پڑھانا اُس (ساری رات) کی بیداری سے بہتر ہے۔اسے دارمی نے روایت کیا ہے۔''

پھر تحقیق الحدیث کے نام سے اس پر بحث کرتے ہوئے حکم لگاتے ہیں۔کہ اس کی سند ضعیف ہے۔اس میں وجہ ضعف دو ہیں:

① ۔ابن جریج نے سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما کو نہیں پایا تھا، لہٰذا سند منقطع ہے۔

② ۔حفص بن غیاث مدلس تھے اور یہ سند معنعن (عن سے) ہے۔[2]

گویا آپ نے اس حدیث پر ضعیف کا حکم لگانے کی ایک وجہ انقطاع بتائی ہے۔

مذکورہ مثالوں سے پتہ چلا کہ شیخ البانی رحمہ اللہ اور حافظ زبیر علی زئی رحمہ اللہ منقطع روایت کو قبول نہیں کرتے بلکہ اسے ضعیف ہی شمار کرتے ہیں۔

⑤ مدلس کی روایت کو کتاب مل جانے یا سماع کی صراحت کے بعد قبول کرتے ہیں

مدلس راوی عموماً عن سے روایت کرتا ہے۔جس کو معنعنة کہتے ہیں۔شیخ البانی رحمہ اللہ اور حافظ زبیر علی زئی رحمہ اللہ کے مابین مدلس راوی کی تدلیس کے بارے میں اختلاف ہے۔مگر مدلس کی جس روایت کی سماع سے صراحت مل جائے تو دونوں ہی قبول کر لیتے ہیں۔جیسا کہ مثالوں سے ظاہر ہے۔

ارواء الغلیل میں شیخ البانی رحمہ اللہ نے بقیہ نامی ایک مدلس راوی کی روایت کو تحدیث کی صراحت کے بعد قبول کیا ہے۔

((ان النبي ﷺ رای رجلاً یصلي وفي ظهر قدمه لحة قدر الدرهم لم یصبها الماء فامره

---

[1] سنن دارمی، کتاب العلم، باب مذاکرۃ العلم، رقم الحدیث: ۶۵۷

[2] الحدیث حضرو، شمارہ نمبر ۸۱، فروری ۲۰۱۱ء، ص: ۳

ان یعید الوضوء والصلاۃ.))[1]

''نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک شخص کو نماز پڑھتے دیکھا۔ اس کے پاؤں کے اوپر والے حصے میں ایک درہم کے برابر حصہ خشک رہ گیا تھا۔ وہاں پانی نہیں پہنچا تھا تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے وضو اور نماز دونوں کو لوٹانے کا حکم دیا۔''

اس روایت کو نقل کرنے کے بعد شیخ البانی رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

((صحیح رواۃ ابو داؤد. من طریق بقیۃ عن بحیر بن سعد عن خالد عن بعض اصحاب النبی ﷺ قلت: ھذا اسناد رجالہ ثقات غیر ان بقیۃ مدلس وقد عنعنۃ لکن صرح بالتحدیث فی المسند والمستدرك.))[2]

''یہ صحیح روایت ہے اس کو ابو داؤد نے مذکورہ سند سے روایت کیا ہے۔ میں کہتا ہوں اس سند کے تمام راوی ثقات ہیں مگر بقیہ مدلس ہے اور وہ بلا شبہ عن سے روایت کرتا ہے۔ لیکن اس روایت میں بقیہ کی تحدیث کی صراحت مسند احمد اور مستدرک حاکم میں موجود ہے۔''

اسی طرح حافظ زبیر علی زئی رحمہ اللہ بھی مدلس راوی کی روایت کو کتاب مل جانے کی بنا پر قبول کر لیتے ہیں۔ اسی لیے آپ نے اضواء المصابیح میں یحییٰ بن ابی کثیر نامی ایک مدلس راوی کی روایت کو کتاب ملنے کے بعد صحیح کہا ہے۔ وہ روایت یہ ہے۔

عن ابی امامۃ ان رجلًا سال رسول اللہ ﷺ ما الایمان؟ قال:((اذا سرتك حسنتك ساءتك سیئتك فانت مومن)).[3]

سیدنا ابو امامہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک آدمی نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کہ ایمان کیا ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ''جب تمہاری نیکی تمہیں اچھی لگے اور تمہاری برائی تمہیں بُری لگے۔ تو پھر تم مومن ہو۔''

پھر اس کے مرکزی راوی یحییٰ بن ابی کثیر کے بارے میں لکھتے ہیں:

یحییٰ بن ابی کثیر ثقہ ثبت ہونے کے ساتھ ساتھ مدلس بھی تھے۔[4] دار قطنی نے فرمایا: ''**معروف بالتدلیس**'' آپ تدلیس کے ساتھ مشہور ہیں۔ [العلل الواردۃ، ۱۱/ ۱۲۴، سوال: ۲۱۶۳]

زید بن سلام کے بھائی اور ممطور ابو سلام کے پوتے معاویہ بن سلام (ثقہ) نے کہا: ''یحییٰ بن ابی کثیر نے مجھ سے میرے بھائی زید بن سلام کی کتاب لی تھی''۔ [تاریخ ابی زرعہ الدمشقی: ۸۰۹ وسندہ صحیح]

امام یحییٰ بن معین نے فرمایا:

---

[1] ارواء الغلیل فی تخریج احادیث منار السبیل، رقم الحدیث: ۸۶

[2] ارواء الغلیل فی تخریج احادیث منار السبیل، تحت الحدیث: ۸۶

[3] مستدرک الحاکم، ۲/ ۱۳

[4] زئی، زبیر علی، حافظ، الفتح المبین فی تحقیق طبقات المدلسین، ناشر: المکتبۃ الاسلامیہ، لاہور، ص: ۸۲

((لم يلق يحيى بن أبي كثير زيد بن سلام ، وقدم معاوية بن سلام عليهم ، فلم يسمع يحيى بن أبي كثير، اخذ كتابه عن أخيه ولم يسمع منه ، فدلسه عنه)).

''یحییٰ بن ابی کثیر نے زید بن سلام سے ملاقات نہیں کی۔معاویہ بن سلام ان کے پاس آئے۔یحییٰ بن ابی کثیر نے (زید بن سلام سے) نہیں سنا، اس کی کتاب اس کے بھائی سے لے لی اور اُس سے کچھ نہیں سنا پھر اس سے تدلیس کی۔''[تاریخ ابن معین، روایۃ الدوری، ۳۹۸۳]

''معلوم ہوا کہ یحییٰ بن ابی کثیر نے زید بن سالم سے کچھ نہیں سنا بلکہ ان کی کتاب سے روایت کرتے تھے۔کتاب سے روایت کرنا قول راجح میں صحیح ہے، بشرطیکہ کتاب کی سند میں طعن ثابت نہ ہو۔یہاں تو واسطہ بین الکتاب ثقہ ہے۔لہٰذا یہ روایت زید بن سلام سے ثابت ہے اور باقی سند صحیح ہے۔اس روایت کے صحیح مسلم ۲۵۵۳، اور سنن الترمذی، ۲۱۶۵، وغیرہما میں شواہد بھی ہیں۔''[1]

مذکورہ دلائل سے یہ بات ثابت ہوئی کہ شیخین اس بات پر متفق ہیں کہ مدلس کی وہ روایت قابل قبول ہے جس کا کوئی ایسا قرینہ مل جائے جو اس کی تدلیس کا ازالہ کرے۔

⑥ متروک راوی کو حجت نہیں سمجھتے ہیں

شیخ البانی ﷫ اور حافظ زبیر علی زئی ﷫ اس اصول پر بھی متفق ہیں کہ متروک راوی کی بیان کردہ روایت نا قابل حجت ہے۔یہی وجہ ہے کہ دونوں شیخین نے اپنی اپنی تحقیق میں متروک راوی کی روایت پر ضعیف کا حکم لگایا ہے۔جیسا کہ درج ذیل مثالوں سے ظاہر ہے۔شیخ البانی ﷫ سلسلہ ضعیفہ میں ایک روایت لائے ہیں:

((اللّٰهم اهد قريشا فانّ علم العالم منهم يسع طباق الارض اللّٰهم اذقت اوّلها نكالًا فاذق آخرها نوالًا)).[2]

''اے اللہ قریش کو ہدایت عطا فرما بلاشبہ ان سے ایک عالم کا علم زمین کے طبقات کو بھر دے گا اے اللہ! تو نے قریش کے اول لوگوں کو عذاب سے ہم کنار کیا ہے پس تو ان سے آخر لوگوں کو عذاب سے ہم کنار کر۔''

پھر اس کی تحقیق کرتے ہوئے آپ لکھتے ہیں:

''یہ حدیث غایت درجہ ضعیف ہے، ابن عدی ﷫ نے اس کو الکامل (۸/ ۲) میں اور ابو نعیم ﷫ نے (۹/ ۶۵) میں اسماعیل بن مسلم کے طریق سے اس نے عطاء سے اس نے سیدنا ابن عباس ﷠ سے مرفوعاً ذکر کیا ہے۔اور عراقی نے محجة القرب میں ابن عیاش کے طریق سے اس نے عبدالعزیز بن عبیداللہ سے اس نے وہب بن کیسان سے اس نے سیدنا ابو ہریرہ ﷜ سے مرفوعاً روایت کیا ہے۔جب کہ یہ دونوں اسناد غایت درجہ کی ضعیف

---

[1] اضواء المصابیح تحت الحدیث: ۴۵

[2] سلسلة الضعيفة، رقم الحديث: ۳۹۹

ہیں کیونکہ اسماعیل بن مسلم اور عبد العزیز بن عبید اللہ حمصی (راوی) دونوں متروک ہیں۔"[1]

گویا شیخ البانی رحمہ اللہ نے اس حدیث کے ضعف کی وجہ دو متروک راوی بتائے ہیں۔

بالکل اسی طرح حافظ زبیر علی زئی رحمہ اللہ نے بھی اپنی تحقیق میں متروک راوی کی روایت پر اعتماد نہیں کیا بلکہ اسے ضعیف کے دائرے میں شامل کیا ہے۔

فقال رسول اللهﷺ: ((تخرج الدآبه من هذا الموضع ، فاذا فتْرٌ فى شبْر، قال ابن بريدة فحججْتُ بعد ذلك بسنين فأرانا عصًا له، فاذا هو بعصاي هذه كذا وكذا))[2]

آپ ﷺ نے فرمایا: "دابۃ الارض (جانور) اس جگہ سے نکلے گا وہ جگہ ایک بالشت میں سے انگشت شہادت کی دوری پر تھی۔" ابن بریدہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں "میں نے کئی سال بعد حج کیا تو میرے والد بریدہ رضی اللہ عنہ نے ہمیں دابۃ الارض کا عصا دکھایا جو میرے عصا کی طرح موٹا اور لمبا تھا۔"

اس کی تحقیق کرتے ہوئے حافظ زبیر علی زئی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

"اسناده ضعيف جدًا ، خالد بن عبيد متروك الحديث مع امامته."[3]

"اس کی سند انتہائی ضعیف ہے کیونکہ اس کی سند میں موجود ایک راوی خالد بن عبید اپنی امامت کے باوجود متروک ہے۔"

مذکورہ دلائل سے پتہ چلا کہ شیخین کے نزدیک متروک راوی کی روایت کے ناقابل حجت ہے۔ اور وہ ضعیف ہوتی ہے۔

⑦ مختلط راوی کی بعد از اختلاط والی روایت کو ضعیف شمار کرتے ہیں

شیخ البانی رحمہ اللہ اور حافظ زبیر علی زئی رحمہ اللہ اس اصول پر بھی متفق ہیں کہ مختلط راوی کی روایت کو دیکھا جائے گا اگر وہ قبل از اختلاط ہے تو قابل قبول ہے۔ اگر وہ روایت اختلاط کے بعد کی ہے تو اس کو قبول نہیں کیا جائے گا۔ ذیل مثالوں سے واضح طور پر معلوم ہوتا ہے کہ دونوں نے مختلط راوی کی بعد از اختلاط والی روایت کو قبول نہیں کیا۔

شیخ البانی رحمہ اللہ نے ضعیف ابی داؤد میں ایک روایت لائے ہیں:

أنه دخل مع رسول اللهﷺ على امرأة، وبين يديها نوئ. أو: حصى تسبح به ، فقال: ((أخبرك بما هو أيسر عليك من هذا، أو : أفضل؟)) فقال:((سبحان الله عدد ما خلق فى السماء، وسبحان الله عدد ما خلق فى الأرض، وسبحان الله عدد ما بين

---

[1] سلسلة الضعيفه، تحت الحديث: ۳۹۹

[2] سنن ابن ماجه، كتاب الفتن، باب دابة الارض، رقم الحديث: ۴۰۶۷

[3] انوار الصحيفه، ضعيف ابن ماجه، تحت الحديث: ۴۰۶۷

ذلك، وسبحان الله عدد ما هو خالق، والله اكبر مثل ذلك ، والحمدلله مثل ذلك ، ولا اله الّا الله مثل ذلك، ولا حول ولا قوة إلا بالله مثل ذلك)).[1]

بلا شبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کے ساتھ ایک عورت کے پاس آئے۔ جب کہ اس عورت کے سامنے گٹھلیاں یا کنکریاں پڑی ہوئی تھیں۔ وہ ان کے ساتھ تسبیح کر رہی تھی۔ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ''کہ میں تمہیں وہ چیز نہ بتاؤں جو اس سے آسان تر اور افضل ہو؟'' تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پھر یہ کلمات پڑھے۔''

اس کے تحت شیخ البانی رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

قلت:((اسناده ضعيف: خزيمة مجهول، وابن أبي هلال كان اختلط.))

''میں کہتا ہوں اس کی سند ضعیف ہے کیونکہ اس کی سند میں خزیمہ راوی مجہول ہے اور ابن ابی ہلال مختلط ہے۔''

گویا شیخ البانی رحمہ اللہ نے اس روایت کو ضعیف قرار دینے کی دو وجوہات بتائی ہیں۔ جس میں سے ایک ابن ابی ہلال راوی کا مختلط ہونا ہے۔

حافظ زبیر علی زئی رحمہ اللہ کا منہج بھی یہی ہے کہ وہ مختلط راوی کی روایت کو قبول نہیں کرتے چنانچہ آپ انوار الصحیفہ میں ضعیف ابن ماجہ کے تحت ایک روایت لائے ہیں:

ان رسول الله ﷺ قال: ((المرأة اذا قتلت عمدًا لا تقتل حتى تضع ما في بطنها ان كانت حاملًا وحتى تكفل ولدها، وان زنت لم ترجم حتى تضع ما في بطنها وحتى تكفل ولدها)).[2]

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ''عورت جب جان بوجھ کر قتل کا ارتکاب کرے اور وہ حاملہ ہو تو اس وقت تک وہ قتل نہیں کی جائے گی جب تک وہ بچہ جنم نہ دے یا کسی کو اس کا کفیل نہ بنا دے۔ اگر اس نے زنا کا ارتکاب کیا تو بھی اس وقت تک رجم نہیں کی جائے گی جب تک وہ ولادت سے فارغ نہ ہو جائے اور کسی کو اپنے بچے کا کفیل نہ بنا دے۔''

اس کے بعد آپ اس پر ضعیف کا حکم لگاتے ہوئے لکھتے ہیں:

((ابن أنعم وابن لهيعة : ضعيفان (تقدما: ۲۲۹،۳۳۰) ابن لهيعة: ضعيف اذا حدث بعد اختلاطه وحسن الحديث اذا حدث قبل اختلاط بشرط تصريح السماع لأنه كان مدلسًا)).[3]

---

[1] ضعیف ابی داؤد، کتاب الصلاۃ، باب التسبیح بالحصی، رقم الحدیث: ۲۶۵

[2] انوار الصحیفہ ضعیف ابن ماجہ، رقم الحدیث: ۲۶۹۴

[3] انوار الصحیفہ، ضعیف ابن ماجہ، تحت الحدیث: ۲۶۹۴

''اس میں ابن انعم اور ابن لھیعہ ضعیف ہیں۔ ابن لھیعہ جب اختلاط کے بعد روایت کریں تو وہ ضعیف ہوتی ہے اگر اختلاط سے قبل روایت بیان کریں تو اس میں سماعت ثابت ہو تو وہ روایت حسن ہوتی ہے۔''

گزشتہ مثالوں سے یہ بات معلوم ہوئی کہ دونوں کے نزدیک مختلط راوی کی بعد از اختلاط روایت ضعیف ہوتی ہے۔

⑧ شاذ روایت پر اعتماد نہیں کرتے ہیں

تحقیق حدیث میں شیخ البانی وحافظ زبیر علی زئی ﷫اس اصول پر بھی متفق ہیں کہ شاذ روایت نا قابل اعتماد ہے۔ اس لیے دونوں نے اپنی تحقیقات میں شاذ روایت پر ضعیف کا حکم لگایا ہے جیسا کہ اگلی سطور میں مثالوں سے واضح ہے۔

شیخ البانی ﷫نے ضعیف ابی داؤد میں ایک روایت ذکر کی ہے:

عن اسامة بن زید عن عثمان بن عروة عن عروة عن عائشة رضی الله عنها قالت قال رسول اللهﷺ: ((ان الله وملائكة يصلون على ميامن الصفوف، رواه ابوداؤد باسناد على شرط مسلم وفيه رجل مختلف فى توثيقه)).[1]

''حضرت عائشہ ﷞ کا بیان ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ''بلاشبہ اللہ تعالیٰ اور اس کے فرشتے صفوں کے داہنی جانب رحمت نازل فرماتے ہیں۔'' اسے ابوداؤد نے مسلم کی شرط کے ساتھ روایت کیا ہے اور اس میں ایک ایسا آدمی ہے جس کی توثیق میں اختلاف ہے۔''

اس کی تحقیق میں شیخ ﷫نے نقل فرمایا ہے کہ:

قلت :((هو اسامة بن زيد الليثى ولكن الذى استقر عليه رأى المحققين من العلماء النقاد أنه حسن الحديث اذا لم يخالف، ولذلك حسن حديثه هذا الجمع من الحفاظ الا أنه بهذا اللفظ شاذ أو منكر لأنه تفرد به دون سائر الثقات)).[2]

''میں کہتا ہوں کہ یہ اسامہ بن زید لیثی ہے، اس کے بارے میں نقاد علماء میں سے محققین کی رائے یہ ہے کہ یہ حسن الحدیث ہے بشرطیکہ (ثقات کی) مخالفت نہ کرے، اسی وجہ سے حفاظ کے گروہ نے اس کی اس حدیث کو حسن کہا ہے مگر یہ ان لفظوں کے ساتھ شاذ یا منکر ہے کیونکہ ان الفاظ کے ساتھ یہ باقی تمام ثقات کے مقابلے میں منفرد ہے۔''

اس مثال سے پتہ چلا کہ شیخ البانی ﷫شاذ روایت کو ضعیف ہی سمجھتے ہیں۔

بالکل اسی طرح حافظ زبیر علی زئی ﷫بھی شاذ پر ضعیف کا حکم لگاتے ہیں جیسا کہ آپ نے انوار الصحیفہ میں ایک روایت نقل کی ہے:

---

[1] ضعیف ابی داؤد، کتاب الصلاۃ، باب من یستحب ان یلی الامام فی الصف و کراھیۃ التاخر، رقم الحدیث: ۱۰۴

[2] ریاض الصالحین، ص: ۴۱۰

عن ابن عجلان سمع عیاضا قال سمعت أبا سعید الخدری یقول((لا أخرج أبدا إلا صاعا انا کنا نخرج علی عهد رسول اللهﷺ صاع تمر أو شعیر أو أقط أو زبیب))[1]

ابن عجلان نے عیاض سے یہ کہتے ہوئے سنا کہ ابوسعید خدری ؓ نے ارشاد فرمایا ''میں ایک صاع ہی صدقہ فطر دوں گا کیونکہ ہم رسول اللہ ﷺ کے زمانہ میں گندم، جو، کشمش اور پنیر کا ایک صاع صدقہ فطر دیا کرتے تھے۔''

حافظ صاحب ؒ نے اس روایت کی بابت لکھتے ہیں:

((شاذ سنده حسن بالظاهر الاقوله، صاعا من دقيق، فانه شاذ)).[2]

''یہ جزء شاذ ہے اس حدیث کی سند بظاہر حسن درجہ کی ہے تاہم یہ قول ''صاعا من دقیق'' یہ شاذ ہے۔''

مذکورہ دونوں مثالوں سے پتہ چلا کہ شیخ البانی ؒ اور حافظ زبیر علی زئی ؒ نے تحقیق حدیث میں شاذ روایت کو معتبر تسلیم نہیں کیا بلکہ اس کو ضعیف کے دائرے میں شامل کیا ہے۔

⑨ کثرت خطاء کے حامل راوی کی روایت کو معتبر نہیں جانتے ہیں

شیخ البانی ؒ اور حافظ زبیر علی زئی ؒ کا ایک متفقہ اصول یہ ہے کہ دونوں کے نزدیک کثرت خطا کا حامل راوی ضعیف ومردود ہے۔جیسا کہ شیخ البانی ؒ نے سلسلہ صحیحہ میں یہ روایت نقل فرمائی ہے کہ:

((لاینظر الله عزوجل الی صلاة عبد لا یقیم فیها صلبه بین رکوعها وسجودها)).[3]

''اللہ تعالیٰ اس بندے کی نماز کی طرف نہیں دیکھتے جو رکوع وسجود میں اپنی کمر سیدھی نہیں کرتا۔''

اس کے تحت شیخ ؒ نے فرماتے ہیں ''اس حدیث کو امام احمد ؒ نے عکرمہ کے واسطے سے روایت کیا ہے۔اور پھر مکمل سند ذکر کر کے فرمایا ہے کہ عکرمہ کی اس روایت میں ایوب بن عتبہ نے متابعت تو کی ہے مگر سند میں مخالفت کی ہے۔اس کے بعد لکھتے ہیں کہ:

((ولا شك أن مخالفته مردودة لأنه ضعیف لسوء حفظه حتی قال ابن حبان کان یخطی کثیرا ویهم حتی فحش الخطا منه)).[4]

''اس میں کوئی شک نہیں کہ اس (یعنی ایوب راوی) کی مخالفت مردود ہے۔کیونکہ وہ حافظے کی خرابی کی وجہ سے ضعیف ہے۔حتی کہ (اس کے بارے میں) امام ابن حبان ؒ نے فرمایا ہے'' وہ بہت زیادہ غلطیاں کرتا تھا اور اوہام کا شکار ہوتا تھا حتی کہ اس سے بہت زیادہ فاش غلطیاں بھی سرزد ہوئی ہیں۔''

شیخ البانی ؒ نے ایوب نامی راوی کے متعلق ابن حبان کا قول نقل کیا ہے کہ یہ بہت غلطیاں کرتا تھا۔جس سے معلوم ہوتا ہے کہ

---

[1] انوار الصحیفہ، ضعیف ابی داؤد، رقم الحدیث: ۱۶۱۸

[2] انوار الصحیفہ، ضعیف ابوداؤد، رقم الحدیث: ۱۶۱۸

[3] سلسلة الصحیحة، رقم الحدیث: ۲۵۳۶

[4] سلسلة الصحیحة، تحت الحدیث: ۲۵۳۶

شیخ نے بھی اس راوی کو اس وصف کی بنا پر ضعیف کہا ہے۔

بالکل اسی منہج پر حافظ زبیر علی زئی رحمہ اللہ نے بھی کثرت خطاء کے حامل راوی کو مردود کہا ہے۔ جیسا کہ آپ نے انوار الصحیفہ میں ایک روایت نقل کی ہے:

عن عائشة قالت ((ما رأيت رسول الله ﷺ يسب احدًا ولا يطوى له ثوب.)) [1]

''سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو کبھی کسی کو گالی دیتے ہوئے اور کسی سے کپڑے سمیٹے ہوئے نہیں دیکھا۔''

پھر آپ اس کی تحقیق میں لکھتے ہیں:

((اسناده ضعيف، ابن لهيعة ضعيف من جهة سوء حفظه.))

''راوی ابن لھیعۃ ہے یہ اپنے حافظہ کی شدید کمزوری کی وجہ سے ضعیف ہے۔ اس کی سند ضعیف ہے۔''

اسباب جرح ونقد میں ایک سبب ضبط کا ناقص ہونا ہے۔ ضبط کی پانچ اقسام ذکر کی جاتی ہیں ان میں سے ایک سوء حفظ ہے۔ علامہ ابن حجر رحمہ اللہ نے اس کی تفسیر یہ کی ہے کہ جس راوی کی غلطیاں اس کی درست روایات سے زیادہ ہوں وہ سوء حفظ کے عارضہ میں مبتلا ہوتا ہے۔ مذکورہ حدیث میں ابن لھیعہ سے متعلق بھی حافظ زبیر علی زئی رحمہ اللہ کا یہی موقف ہے کہ ابن لہیعہ میں سوء حفظ کا عیب ہے اس لیے یہ راوی ضعیف ہے اور اس راوی کی وجہ سے حدیث بھی ضعیف و مردود شمار ہوگی۔

ان مثالوں سے یہ بات علم میں آتی ہے کہ دونوں شیوخ اس بات پر متفق تھے کہ جس راوی کی غلطیاں اس کی درستگی سے زیادہ ہوں گی تو اس کی روایت کو قبول نہیں کیا جائے گا۔

⑩ تحقیق حدیث میں دیگر طرق (متابعات) کو بھی مدنظر رکھتے ہیں

شیخ البانی رحمہ اللہ اور حافظ زبیر علی زئی رحمہ اللہ کا ایک اتفاقی اصول یہ بھی ہے کہ دونوں ہی کسی حدیث کے بارے میں حتمی حکم لگانے سے پہلے اس کے دیگر طرق واسناد دیکھتے ہیں۔ ان متابعات کو مدنظر رکھ کر حکم لگاتے ہیں۔ جیسا کہ شیخ البانی رحمہ اللہ نے سلسلہ ضعیفہ میں ایک روایت پر بحث کی ہے۔

((انّ جبريل ذهب الى جمرة العقبة فعرض له الشيطان فرماه بسبع حصيات، فساح فلمّا اراد ابراهيم ان يّذبح ابنه اسحاق قال لابيه: (يا أبتِ اوثقني لا اضطرب فينتضح عليك من دمي اذا ذبحتني) فشدّه فلمّا اخذ الشّفرة فاراد آن يّذبحه نودي من خلفه (أَنْ يَّٰإِبْرٰهِيمُ ﷺ قَدْ صَدَّقْتَ الرُّءْيَا ۚ .)) [2]

---

[1] انوار الصحیفہ، ضعیف السنن ابن ماجہ، رقم الحدیث: ۳۵۵۴

[2] سلسلة الضعيفة، رقم الحديث: ۳۳۷

''بلاشبہ جبریل ابراہیم علیہ السلام کو لے کر جمرۃ العقبہ کی طرف گئے تو ابراہیم علیہ السلام کے سامنے شیطان آیا تو ابراہیم نے اس کو سات کنکریاں ماریں۔ پس جب ابراہیم علیہ السلام نے ارادہ کیا کہ اپنے بیٹے اسحاق علیہ السلام کو ذبح کرے تو اسحاق علیہ السلام نے اپنے باپ سے کہا: ''اے میرے ابا جان! جب آپ مجھے ذبح کرنے لگیں تو مجھے سختی سے باندھ لینا تا کہ میری حرکت کی وجہ سے آپ پر خون کے چھینٹے نہ پڑیں۔'' چنانچہ اس نے اس کو مضبوط باندھا تو جب اس نے چھری کو پکڑا اور اس کے ذبح کا ارادہ کیا تو اس کو اس کے پیچھے سے آواز آئی اے ابراہیم علیہ السلام تو نے خواب کو سچا کر دکھایا۔''

پھر اس کی تحقیق کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

''یہ حدیث اس سند سے ضعیف ہے، احمد رحمہ اللہ نے اس حدیث کو(۲۷۹۵) میں حماد بن سلمۃ کے طریق سے اس نے سعید بن جبیر سے اس نے سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مرفوعاً بیان کیا ہے۔ یہ سند ضعیف ہے اور اس کے تمام رجال ثقہ ہیں۔ اس کی علت یہ ہے کہ عطاء بن السائب کو اختلاط ہو گیا تھا۔''[1]

مزید اس کے دیگر طرق کو بھی زیر بحث لاتے ہیں:

پہلا طرق:

والحديث أخرجه الحاكم (۱/۴۶۶) من طريق أخرى عن ابن عباس رفعه دون قصة الذبح، وصححه على شرط مسلم، ووافقه الذهبي.

''اس حدیث کو حاکم رحمہ اللہ (۱/۴۶۶) نے دوسرے طریق سے ذکر کیا ہے سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما سے ذبح کے قصہ کے علاوہ مرفوعاً روایت کیا ہے اور اس کو مسلم رحمہ اللہ کی شرط پر صحیح قرار دیا ہے اور ذہبی رحمہ اللہ نے اس کی موافقت کی ہے۔''

دوسرا طرق:

وأخرجه احمد (رقم ۲۷۰۷) من طريق ثالث عن اتم منه، وفيه القصة، وفيه تسمية الذبيح اسماعيل، وهو الصواب، لما تقدم بيانه في حديث الذبيح اسحاق. (رقم ۳۳۲)

''اور احمد (رقم ۲۷۰۷) نے اس روایت کو تیسرے طریق سے مکمل ذکر کیا ہے اور اس میں قصہ ہے۔ اس میں ہے کہ ذبیح اسماعیل کا نام ہے اور یہی صحیح ہے جیسا کہ اس سے ماقبل والی حدیث (رقم ۳۳۲) میں گزر چکا ہے۔''

اس سے پتہ چلا کہ شیخ البانی رحمہ اللہ نے حدیث کا حکم لگاتے ہوئے دیگر طریق کو بھی مدنظر رکھتے ہیں۔

تحقیق حدیث میں یہی طریقہ حافظ زبیر علی زئی رحمہ اللہ نے اپنایا ہے جیسا کہ آپ نے اضواء المصابیح میں ایک روایت نقل کی ہے:

وعن انس رضي الله عنه قال: فلما خطبنا رسول الله ﷺ قال:((لا ايمان لمن لا

---

[1] سلسلة الضعيفة، تحت الحديث: ۳۳۷

أمانة له ولا دين لمن لا عهد له)) رواه البيهقي في شعب الايمان.[1]

''سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ کہ (عام طور پر) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمیں جو بھی خطبہ دیتے تو (اس میں) یہ ارشاد فرماتے۔ جس کی امانت نہیں اس کا ایمان نہیں اور جس کا عہد (ومعاہدہ) نہیں اس کا دین نہیں۔ اسے بیہقی نے شعب الایمان (۴۳۵۴) میں روایت کیا ہے۔''

اس حدیث کے تحت آپ لکھتے ہیں:

''اسے بیہقی (السنن الکبریٰ ۶/ ۲۸۸، ۹۳۱ شعب الایمان) احمد (۳/ ۱۳۵ ح ۱۲۳۸۳) ابن ابی شیبہ (۱۱/۱۱) عبد بن حمید (المنتخب: ۱۱۹۸) اور البغوی فی شرح السنۃ (۱/ ۷۵ ح ۳۸ وقال ھذا حدیث حسن) وغیرہم نے ابو ہلال محمد بن سلیم الراسبی عن قتادۃ عن انس رضی اللہ عنہ کی سند سے روایت کیا ہے۔ یہ سند دو وجہ سے ضعیف ہے۔''

① قتادہ مدلس ہیں۔

[طبقات المدلسین لابن حجر ۹۲/ ۳، المرتبۃ الثالثۃ] اور یہ سند معنعن (عن سے) ہے۔

② ابو ہلال الراسبی جمہور محدثین کے نزدیک ضعیف ومجروح ہے۔

اب روایت مذکورہ کے چند شواہد کی مختصر تخریج پیش خدمت ہے۔

①. المغيرة بن زياد الثقفي عن انس رضى الله عنه الخ.

مغیرہ بن زیاد مجہول الحال ہے۔ دیکھیے تعجیل المنفعۃ (ص: ۴۱۰) وزبدۃ تعجیل المنفعۃ (للشیخ ابی الاشبال صغیر احمد شاغف بہاری المکی ص: ۱۱۸) لہٰذا یہ سند ضعیف ہے۔

②. مؤمل بن اسماعيل عن حماد بن سلمة عن ثابت عن انس رضی اللہ عنہ الخ. [صحیح ابن حبان، الاحسان، ۱۹۴، وسندہ صحیح]

مؤمل بن اسماعیل جمہور محدثین کے نزدیک ثقہ وصدوق تھے لہٰذا ان کی بیان کردہ حدیث حسن کے درجہ سے نہیں گرتی، باقی سند صحیح لذاتہ ہے۔

③. سنان بن سعد الكندى عن انس بن مالك ان النبى ﷺ قال: ((لا ايمان لمن لا امانة له، الخ.))[2]

اس کے راوی سنان بن سعد جمہور کے نزدیک موثق اور حسن الحدیث ہیں، لیکن یزید بن ابی حبیب کی ان سے روایات میں کلام ہے۔ لہٰذا یہ سند ضعیف ہے درج بالا روایت شاہد نمبر ۲ سے ساتھ حسن ہے۔

گزشتہ ابحاث سے معلوم ہوا کہ شیخ البانی رحمہ اللہ اور حافظ زبیر علی زئی رحمہ اللہ کسی حدیث کے بارے میں اس وقت تک حتمی حکم نہیں

---

[1] اضواء المصابیح ص: ۲۷، رقم الحدیث: ۳۵

[2] ابن خزیمہ، ابوبکر النیسابوری، ابن خزیمہ، ناشر: المکتبۃ الاسلامی، بیروت، ۴/ ۵۱، ح: ۲۳۳۵، وسندہ ضعیف

لگاتے جب تک اس کے دیگر طرق کو نہیں دیکھتے۔

⑪ مجہول راوی کی روایت کو مردود گردانتے ہیں

تحقیق میں دونوں شیوخ اس بات پر متفق ہیں کہ جمہور راوی کی روایت کو اس وقت قبول نہیں کیا جائے گا۔ جب تک اس کی جہالت کا ازالہ نہ ہو سکے۔ یہی وجہ ہے کہ شیخ البانی رحمہ اللہ نے سلسلہ ضعیفہ میں ایک روایت لائے ہیں:

((اذا ذلّت العرب ذلّ الاسلام.))[1]

''جب عرب ذلیل ہو جائیں گے تو اسلام ذلیل ہو جائے گا۔''

پھر اس روایت کی وجہ ضعف بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

قلت: ((وله علتان: الاولى: محمد بن الخطاب فانه مجهول الحال.))

''میں کہتا ہوں۔ اس کی وجہ ضعیف دو ہیں۔ جن میں سے پہلی یہ ہے کہ محمد بن خطاب راوی مجہول الحال ہے۔''

گویا آپ نے مجہول راوی کی وجہ سے اس حدیث کو قبول نہیں کیا۔

اسی طرح حافظ زبیر علی زئی رحمہ اللہ مجہول راوی کی روایت کے متعلق شیخ البانی رحمہ اللہ کے مؤقف سے سے متفق ہیں جیسا کہ مثال سے واضح ہے:

''حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے کہا ''یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آپ کو ہر سال اس زہر آلود بکری کی وجہ سے تکلیف ہوتی ہے جسے آپ نے کھایا تھا'' تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ''مجھے جو بھی تکلیف پہنچتی ہے یہ تو اس وقت لکھ دی گئی تھی جب آدم علیہ السلام ابھی مٹی میں تھے۔''[2]

اس حدیث کی سند سے متعلق حافظ زبیر علی زئی رحمہ اللہ رقمطراز ہیں: ''اس حدیث کی سند ضعیف ہے کیونکہ اس کا راوی ابوبکر العنسی مجہول ہے کیونکہ امام ابن عدی رحمہ اللہ اسے مجہول قرار دیتے ہیں۔ یا دوسرا احتمال یہ ہے کہ یہ ابوبکر بن ابی مریم العنسی ہو۔ جس کا ذکر تقریب التہذیب میں ہے اور یہ بھی ضعف میں مشہور ہے۔''

حافظ صاحب رحمہ اللہ کی اس روایت کو ضعیف قرار دینے کی ایک وجہ ابوبکر العنسی راوی ہے جو کہ آپ کے نزدیک مجہول ہے۔

ان مثالوں سے پتہ چلا کہ شیخ البانی رحمہ اللہ حافظ زبیر علی زئی رحمہ اللہ مجہول راوی کی روایت کے بارے میں ایک اتفاقی مؤقف رکھتے ہیں کہ اس کی روایت مردود ہوتی ہے۔

⑫ غالی، بدعتی وداعی راوی کی روایت کو ضعیف کہتے ہیں

وہ راوی جو اپنی بدعت و گمراہی کی اشاعت کرے تو ایسے راوی کی روایت کو شیخ البانی رحمہ اللہ اور حافظ زبیر علی زئی رحمہ اللہ قبول نہیں کرتے۔ جیسا کہ شیخ البانی رحمہ اللہ نے ارواء الغلیل میں ایک روایت نقل کی ہے۔

---

[1] سلسلة الضعيفة، رقم الحديث: ١٦٣

[2] انوار الصحيفه، ضعيف ابن ماجه، رقم الحديث: ٥٠٥

((من اراد الحج فليتعجل فانه قد يمرض المريض، وتضل الضالة وتعرض الحاجة)).
(۱)

''تم میں سے جس کسی کا حج کا ارادہ ہو وہ جلدی کرے کیونکہ (تاخیر کے سبب) وہ بیمار ہی ہوسکتا ہے، اسے کوئی گمراہ بھی کرسکتا ہے اور اسے کوئی حاجت بھی پیش آسکتی ہے۔''

اس کے تحت لکھتے ہیں:

قلت: ((وهذا سند ضعيف اسماعيل هذا هو ابن خليفة العبسى ابو اسرائيل الملائى قال الحافظ فى التقريب: صدوق سى الحفظ، نسب الى الغلو فى التشيع.))(۲)

''میں کہتا ہوں کہ اس کی سند ضعیف ہے کیونکہ اس میں اسماعیل جو ابن خلیفہ العبسی ہے اس کے بارے میں حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے کہا ہے کہ یہ سچا ہے سوء الحفظ کے ساتھ البتہ یہ تشیع میں غلو کرتا تھا۔''

مذکورہ مثال سے پتہ چلا کہ شیخ داعی اور غالی بدعتی کی روایت کو قبول نہیں کرتے۔ البتہ جو راوی داعی اور غالی بدعتی نہ ہو اس کی روایت قبول کر لیتے ہیں۔ جیسا کہ مثال سے واضح ہے:

((ماتريدون من على؟ ان عليًا منى، وانا منه، وهو ولى كل وموممن بعدى.))(۳)

''تم لوگ علی سے کیا چاہتے ہو؟ بلاشبہ علی مجھ سے ہے اور میں علی سے ہوں۔ اور علی میرے بعد ہر مومن کا دوست ہے۔''

اس روایت کی سند میں ایک راوی شیعہ ہے اس کا نام جعفر بن سلیمان الضبعی ہے تو اس پر بحث کرتے ہوئے شیخ لکھتے ہیں:

((لأن العبرة فى رواية الحديث انما هو الصدق والحفظ واما المذهب فهو بينه وبين ربه فهو حسبه.))

''کیونکہ حدیث کو روایت کرنے میں صرف سچائی اور حفظ کا اعتبار کیا جائے گا۔ اور جو مسئلہ مذہب کا ہے وہ اس کے اور اس کے ربّ کے درمیان معاملہ ہے اللہ تعالیٰ ہی اس کا محاسبہ کرے گا۔''

اس روایت اور بحث سے پتہ چلا کہ شیخ بدعتی کی روایت قبول کر لیتے ہیں۔

اسی طرح حافظ زبیر علی زئی رحمہ اللہ بھی غالی، داعی اور بدعتی کی روایت کو قبول نہیں کرتے۔ جیسا کہ آپ نے تحفۃ الاقویاء میں ایک غزوان نامی راوی پر جرح کی ہے۔ امام بخاری رحمہ اللہ نے راوی غزوان بن یوسف العامری البصری کے متعلق یہ جرح کی ہے ''عن الحسن ترکوہ'' حسن رحمہ اللہ سے مروی ہے محدثین نے اسے ترک کیا (متروک) ہے۔ اس راوی کی بابت محدث زبیر علی زئی رقمطراز ہیں:

---

(۱) ارواء الغلیل، رقم الحدیث: ۹۹۰

(۲) ارواء الغلیل، تحت الحدیث: ۹۹۰

(۳) سلسلۃ الصحیحۃ، رقم الحدیث: ۲۲۲۳

((ضال مضل متروك و اخرجه ابن عدى (٦/٢٠٣٦) عن البخاري به.))[1]

''یہ راوی گمراہ ہے اور گمراہ کرنے والا، متروک ہے ابن عدی رحمہ اللہ نے بخاری سے یہ نقل کیا ہے۔''

حافظ زبیر علی زئی رحمہ اللہ کا غزوان راوی کو گمراہ قرار دینا اس بات کی دلیل ہے کہ موصوف کے ہاں گمراہ راوی کی روایت قابل حجت نہیں ہے اور اسے ضعیف شمار کیا جاتا ہے۔ البتہ حافظ زبیر علی زئی رحمہ اللہ ایسے بدعتی کی روایت کو قبول کر لیتے ہیں جو غالی اور داعی نہ ہو۔ جیسا کہ آپ نے بدعتی کے پیچھے نماز کا حکم کتاب میں لکھا ہے:

بدعت کی دو بڑی قسمیں ہیں:

① ۔ بدعت صغریٰ مثلاً تشیع المتقدمین [کتشیع عبدالرزاق بن ھمام وغیرہ]

② ۔ بدعت کبریٰ [کالرفض]

دیکھیے میزان الاعتدال (۱/ ۵،۳) اور ہدی الساری (ص: ۴۵۹) بدعت صغریٰ والے کی روایت مقبول ہے بشرطیکہ وہ ثقہ وصدوق (عندالجمہور) ہو۔

بدعت کبریٰ کی دو قسمیں ہیں:

۱۔ بدعت مفسقہ [کبدعۃ الخوارج وغیرھم]

(دیکھیے فتح الباری ۱۰/ ۴۶۶، وھدی الساری، ص: ۳۸۵)

۲۔ بدعت مکفرہ [کبدعۃ الجھمیۃ وغیرھم]

اگر بدعت مکفرہ ہو تو ایسے شخص کی روایت مردود ہوتی ہے۔

(دیکھیے اختصار علوم الحدیث لابن کثیر، ص: ۸۳، نوح: ۲۳)

مذکورہ بحث سے پتہ چلا کہ بدعتی اور گمراہ راوی کے بارے میں شیخ البانی رحمہ اللہ اور حافظ زبیر علی زئی رحمہ اللہ کا ایک متفقہ مؤقف ہے کہ اگر وہ متشدد اور داعی نہ ہو تو اس کی روایت قابل قبول ہے۔ بصورتِ دیگر اس کی روایت رد کر دی جائے۔

فصل کا خلاصہ

گزشتہ بارہ اصول ایسے تھے جن میں شیخ البانی رحمہ اللہ اور حافظ زبیر علی زئی رحمہ اللہ نے اتفاق کیا ہے۔ اور تحقیق حدیث میں انہی کو مدنظر رکھا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ حافظ زبیر علی زئی رحمہ اللہ اور شیخ البانی رحمہ اللہ کے کام میں کافی حد تک مماثلت بھی پائی جاتی ہے۔ ان اصولوں میں دونوں کا منہج جمہور محدثین والا ہے۔

---

[1] زئی، زبیر علی، حافظ، تحفۃ الاقویاء فی تحقیق کتاب الضعفاء، مکتبہ اسلامیہ، لاہور، باب الغین، ص: ۹۲

فصل دوم

شیخ البانی رحمہ اللہ وزبیر علی زئی رحمہ اللہ کے مابین اختلافی اصول

گزشتہ فصل میں شیخ البانی رحمہ اللہ اور حافظ زبیر علی زئی رحمہ اللہ کے اتفاقی اصولوں پر تفصیلی بحث ہوئی ہے۔جس سے یہ بات بخوبی واضح ہوتی ہے کہ شیخین مصطلح الحدیث کے کافی اصولوں پر متفق تھے۔لیکن اس کے ساتھ ساتھ ان دونوں کے مابین چند اصولوں میں اختلاف بھی ہے۔چنانچہ اس فصل میں شیخین کے اختلافی اصولوں کی وضاحت بمعہ امثلہ کی جائے گی۔یادرہے کہ اس مقالہ میں شیخ البانی رحمہ اللہ اور حافظ زبیر علی زئی رحمہ اللہ کے منہج کا تقابلی جائزہ مقصود ہے نہ کہ کسی ایک کے منہج کی تحسین یا تنقیص۔لہٰذا صرف ان کے اختلافی اصولوں کی نشاندہی پر اکتفاء کیا جائے گا۔

① حسن لغیرہ کی حجیت

شیخ البانی رحمہ اللہ اور حافظ زبیر علی زئی رحمہ اللہ کے مابین سب سے بڑا اصولی اختلاف حسن لغیرہ کی حجیت پر ہے۔شیخ البانی رحمہ اللہ اس کو حجت تسلیم کرتے تھے جبکہ زبیر علی زئی رحمہ اللہ اس کی حجیت کے قائل نہیں تھے۔حسن لغیرہ سے مراد وہ ضعیف حدیث ہے جس کی ایک سے زائد سندیں ہوں،ان میں سبب ضعف راوی کا سوء حفظ،مستور،اختلاط،ارسال وغیرہ،ہواور راوی پر فسق یا جھوٹ کا الزام نہ ہو، یا کوئی ضعیف شاہد یا شواہد کے مؤید ہوں۔یا پھر ضعیف حدیث کی مؤید حسن حدیث ہو۔[1]

حسن لغیرہ اور شیخ البانی رحمہ اللہ

شیخ البانی رحمہ اللہ کے نزدیک حسن لغیرہ قابل احتجاج ہے یہی وجہ ہے کہ آپ نے بے شمار ضعیف روایات پر کثرت طرق اور حسن طرق کی بنا پر حسن لغیرہ کا حکم لگایا ہے۔حسن لغیرہ کی حجیت پر آپ نے تفصیلی گفتگو کی ہے۔جیسا کہ آپ نے ارواء الغلیل میں ایک ضعیف حدیث کی سند پر بحث کرتے ہوئے لکھا ہے:

> ((ان الحدیث طرقه کلها لا تخلو من ضعف، ولکنه ضعف یسیر اذ لیس فی شیء منها من اتهم بکذب وانما العلة الارسال أو سو حفظ ومن المقرر فی علم المصطلح أن الطرق یقوی بعضها بعضا، اذا لم یکن فیها متهم کما قرره النووی فی "تقریبه" ثم السیوطی فی "شرحه")) [2]

''بلاشبہ گزشتہ حدیث کے تمام طرق ضعف سے خالی نہیں ہیں۔لیکن یہ ضعف معمولی ہے۔کیونکہ یہ ضعف متہم بالکذب راوی کی وجہ سے نہیں ہے۔یہ تو صرف مرسل یا سوءحفظ کا ضعف ہے۔کیونکہ علم المصطلح میں یہ بات مقرر

---

[1] محمد خبیب احمد،مقالات اثریہ،ادارۃ العلوم الاثریہ،فیصل آباد،ص:۵۷

[2] ارواء الغلیل،تحت الحدیث:۱۲۲

ہے کہ طرق ایک دوسرے کو قوی کرتے ہیں۔ جب تک ان طرق میں متھم بالکذب راوی نہ آئے۔ جیسا کہ اس بات کی وضاحت امام نووی التقریب میں اور امام سیوطی نے شرح میں کی ہے۔“

اسی طرح موصوف ایک اور جگہ پر رقم طراز ہیں:

”اہل علم کے یہاں یہ بات مشہور ہے کہ جب کسی حدیث کی متعدد سندیں ہوں تو وہ ان کی بنا پر تقویت حاصل کر کے حجت بن جاتی ہے، اگرچہ ان میں سے ہر سند انفرادی طور پر ضعیف ہو، مگر یہ اصول مطلق نہیں، بلکہ محققین کے ہاں اس کی کچھ شروط ہیں، اور وہ یہ کہ مختلف سندوں میں راویوں کا ضعف سوء حفظ کی وجہ سے پیدا ہوا ہو، وہ ضعف ان کی صداقت اور دین میں تہمت کی وجہ سے نہ ہو۔ بایں صورت اس کی جتنی بھی سندیں ہوں ان سے تقویت حاصل نہیں ہوتی۔“[1]

مذکورہ ابحاث سے پتہ چلتا ہے کہ محدث البانی ضعیف+ضعیف احادیث کو قرائن کی بنا پر تقویت دینے کے قائل تھے۔ اگر ان کی تین چار کتب کو کھنگالا جائے تو ان میں حسن لغیرہ احادیث سیکڑوں سے متجاوز ہو جائیں۔ ملاحظہ ہو: السلسلة الصحيحة، ارواء الغليل، صحيح الترغيب والترهيب، صحيح الجامع الصغير. ان میں سے صرف دو مثالیں درج ذیل ہیں:

شیخ البانی رحمہ اللہ نے سلسلہ صحیحہ میں ایک روایت نقل کی ہے:

((ألا أنبّئكم بخيار كم؟ خيار كم أطولكم أعمارًا إذا سدّدوا)).[2]

”کیا میں تمہیں بہترین آدمی کے بارے میں نہ بتاؤں؟ تم میں سے بہترین وہ ہیں جن کی عمریں لمبی ہیں۔ اور جب وہ سیدھے راستے پر گامزن رہیں۔“

پھر اس کی سند ذکر کرنے کے بعد لکھتے ہیں:

قلت: ((وهذا إسناد رجاله كلهم ثقات، غير سهيل وهو ابن أبي حزم كما في حديث قبله عند أبي يعلى، وهو ضعيف كما جزم به الحافظ في "التقريب". فقول المنذري (۴/ ۱۳۵) ثم الهيثمي (۱/ ۲۰۳) (رواه أبو يعلى بإسناد حسن.) فهو غير حسن، إلا إن كان المراد أنه حسن لغيره، فإن له شواهد كثيرة، تقدم بعضها برقم (۱۲۹۸)۔))

”میں کہتا ہوں کہ اس کی تمام اسناد کے راوی ثقہ ہیں سوائے سہیل ابن ابی حزم کے۔ اس بات کا ذکر حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے اپنی التقریب میں بھی کیا ہے۔ امام منذری رحمہ اللہ اور ہیثمی کا بھی یہی قول ہے۔ ابو یعلی نے اس روایت کو حسن روایت کہا ہے۔ حالانکہ یہ روایت حسن نہیں بلکہ حسن لغیرہ ہے۔ کیونکہ اس کے شواہد بہت زیادہ ہیں۔ جن

---

[1] تمام المنه، ص: ۳۱

[2] سلسلة الصحيحة، رقم الحديث: ۲۴۹۸

میں سے بعض رقم الحدیث ۱۲۹۸ کے تحت گزر چکے ہیں۔''

اس روایت پر شیخ البانی رحمہ اللہ نے کثرت طرق کی بنا پر حسن لغیرہ کا حکم لگایا ہے۔اسی طرح شیخ البانی نے سلسلہ صحیحہ میں ایک اور روایت پر حسن لغیرہ کا حکم لگایا ہے۔

((أذا أتاکم من ترضون خلقه ودینه فزوجوه، إلا تفعلوا تکن فتنة فی الأرض وفساد عریض))[1]

''جب تمہارے پاس کسی ایسے شخص کا پیغام آئے جس کے دین اور اخلاق کو تم پسند کرتے ہو تو اس سے شادی کر دو، اگر ایسا نہیں کرو گے تو زمین میں فتنہ پھیلے گا اور بڑی خرابی ہوگی۔''

اس روایت کی سند پر شیخ البانی رحمہ اللہ بحث کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

قلت: ((فی سنده عبدالحمید قال أبو داؤد فیه: کان غیر ثقة، ووثیمة لا یعرف.))

میں کہتا ہوں: ''اس کی سند میں عبدالحمید راوی ہے جس کے بارے میں ابوداؤد نے فرمایا۔'' وہ ثقہ نہیں ہے۔اور وثیمہ معروف نہیں ہے۔''

اس کے بعد مزید بحث کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

قلت:((فعلة الحدیث عبدالحمید هذا، فإنه ضعیف، وقد خالفه الثقة فأرسله کما ذکر الترمذی ولولا ذلك لکان إسناده عندی حسنا، علی أنه حسن لغیره ، فإن له شاهدًا بلفظ: "إذا جاء کم من ...." وهو مخرج فی الإرواء.))[2]

میں کہتا ہوں: ''اس حدیث کی علت عبدالحمید راوی ہی ہے۔پس بلاشبہ وہ ضعیف ہے۔اور تحقیق اس نے ثقہ کی مخالفت کی ہے۔یہ مرسل بھی روایت کرتا ہے جیسا کہ امام ترمذی نے ذکر کیا ہے۔اگر اس کی سند میں یہ راوی نہ ہوتا تو میرے نزدیک اس کی سند حسن ہوتی۔اب ارواء الغلیل میں موجود شاہد کی وجہ سے یہ حسن لغیرہ ہے۔''

مذکورہ دو مثالوں سے پتہ چلا کہ شیخ البانی رحمہ اللہ ضعیف روایت پر کثرت طرق کی بنا پر حسن لغیرہ کا حکم لگاتے ہیں۔اور ان کے ہاں حسن لغیرہ قابل حجت ہے۔مگر یاد رہے کہ آپ ضعیف روایت کو کثرِ طرق کی بنا پر تقویت دینے کے مطلق قائل نہیں تھے جیسا کہ گزشتہ صفحہ پر آپ کی رائے گزر چکی ہے۔

حسن لغیرہ اور حافظ زبیر علی زئی رحمہ اللہ

حافظ زبیر علی زئی رحمہ اللہ کے ہاں حسن لغیرہ حدیث قابل حجت نہیں ہے۔یہی وجہ ہے کہ موصوف نے اس موضوع سے متعلق بار بار بحث کی ہے اور یہ ثابت کرنے پر زور دیا ہے کہ حسن لغیرہ حدیث ضعیف ہوتی ہے۔چنانچہ آپ رقم طراز ہیں:

---

[1] سلسلة الصحیحة، رقم الحدیث: ۱۰۲۲

[2] سلسلة الصحیحة، تحت الحدیث: ۱۰۲۲

''بعض لوگ ضعیف جمع ضعیف کے اصول اور جمع تفریق کے ذریعے سے بعض روایات کو حسن لغیرہ قرار دیتے ہیں لیکن حافظ ابن حزم رحمہ اللہ اس اصول کے سخت خلاف تھے۔ بلکہ زرکشی رحمہ اللہ نے ابن حزم سے نقل کیا: ((ولو بلغت طرق الضعيف الفالا يقوى)) ''اور اگر ضعیف روایت کی ہزار اسناد بھی ہوں تو اس سے روایت قوی نہیں ہوتی'' یہی قول راجح اور صحیح ہے۔ بعض لوگ اپنی مرضی کی روایات کو حسن لغیرہ کہہ کر حجت بنا لیتے ہیں اور فریق مخالف کی تمام روایات کی ایک ایک سند پر بحث کر کے انہیں ضعیف ومردود قرار دیتے ہیں۔ مثلاً سینے پر ہاتھ باندھنے والی احادیث پر بعض الناس کی جرح اور اسی طرح فاتحہ خلف الامام کی احادیث پر جرح وغیرہ۔ حسن لغیرہ کے مسئلے پر عمرو بن عبدالمنعم بن سلیم کی کتاب ''الحسن لمجموع الطرق فی میزان الاحتجاج بین المتقدمین والمتاخیرین'' بہت مفید ہے۔''[1]

مقدمہ الاتحاف الباسم میں بھی موصوف رحمہ اللہ نے اس بات کی وضاحت کی ہے چنانچہ فرماتے ہیں: ''میری تحقیق میں حسن لغیرہ حدیث کو حجت نہیں سمجھا جاتا بلکہ اسے ضعیف ہی کی ایک قسم سمجھا جاتا ہے۔''[2]

یہی وجہ ہے حافظ زبیر علی زئی رحمہ اللہ نے ماہنامہ الحدیث کے شمارہ ۸۳، ۸۶، اور ۸۷ میں تفصیل سے بحث کی ہے۔ جس کا خلاصہ یہ ہے کہ موصوف رحمہ اللہ کے ہاں حسن لغیرہ روایت قابل حجت نہیں ہے اور اس سے استدلال کرنا صحیح نہیں ہے۔ اسی لیے حافظ صاحب رحمہ اللہ نے اپنے مقالات میں ۲۰ آئمہ کرام سے ثابت کیا ہے کہ ان کے نزدیک حسن لغیرہ حجت نہیں تھی۔[3] چنانچہ حافظ زبیر علی زئی رحمہ اللہ نے اپنی تحقیق میں ضعیف روایت کو کثرت شاہد کی بنا پر ضعیف ہی کہا ہے۔ جیسا کہ مثالوں سے واضح ہے۔

حافظ صاحب اضواء المصابیح میں ایک روایت لائے ہیں:

وعن كعب بن مالك قال قال رسول الله ﷺ: ((من طلب العلم ليجاري به العلماء أو ليماري به السفهاء أو يصرف به وجوه الناس إليه أدخله الله النار)).[4]

رواه الترمذي، ورواه ابن ماجه عن ابن عمر.

اور سیدنا کعب بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''جو شخص علماء پر فخر کرنے، یا بیوقوفوں سے جھگڑا کرنے یا لوگوں کے چہرے اپنی طرف پھیرنے کے لیے علم حاصل کرے تو اللہ تعالیٰ اُسے آگ میں داخل کرے گا۔'' اسے ترمذی (۲۶۵۴) نے روایت کیا ہے اور ابن ماجہ (۲۵۳) نے سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔

---

[1] الحدیث حضرو، شمارہ نمبر: ۸۶، جولائی ۲۰۱۱ء، ص: ۹

[2] زئی، زبیر علی، حافظ، الاتحاف الباسم فی تحقیق مؤطا امام مالک بروایۃ ابن القاسم، مکتبۃ الحدیث، حضرو، ص: ۵۵

[3] مقالات للزئی، ۵/ ۱۸۴

[4] اضواء المصابیح، رقم الحدیث: ۲۲۵، ۲۲۶

پھر اس کی تحقیق کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

''یہ روایت اپنی تمام سندوں کے ساتھ ضعیف ہے۔''

اس کے بعد اس کے تمام طرق کو زیر بحث لائے ہیں۔

پہلا طرق:

سنن ترمذی والی روایت میں اسحاق بن یحییٰ بن طلحہ بن عبید اللہ القرشی التیمی ضعیف ہے۔(دیکھیے تقریب التہذیب:۳۹۰)

امام ترمذی نے اسی مقام پر فرمایا: ''یہ حدیث غریب ہے....اور اسحاق بن یحییٰ بن طلحہ اُن (محدثین) کے نزدیک القوی نہیں ہے، اُس کے حافظے کے بارے میں کلام کیا گیا ہے۔'' [جامع ترمذی،ص:۵۹۸،بتحقیق الالبانی] اُس پر امام احمد بن حنبل وغیرہ نے شدید جرح کی ہے۔

دوسرا طرق:

سنن ابن ماجہ(۲۵۳) والی روایت میں حماد بن عبد الرحمن ضعیف (تقریب التہذیب:۱۵۰۲) اور ابو کرب الازدی مجہول ہے۔[تقریب التہذیب:۸۳۲۶]

تیسرا طرق:

سنن ابن ماجہ(۲۵۴) میں ابن جریج عن ابی الزبیر عن جابر عن عبد اللہ رضی اللہ عنہ کی سند سے آیا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((لاتعلموا العلم لتباهوا به العلماء ولا لتماروابه السفهاء ولا تخيروا به المجالس فمن فعل ذلك فالنار النار.))

یہ سند ابن جریج اور ابو الزبیر نامی دو مدلس راویوں کے عن عن کی وجہ سے ضعیف ہے۔

چوتھا طرق:

سنن ابن ماجہ میں ہی سیدنا حذیفہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((لاتعلموا العلم لتباهوا به العلماء أو لتماروا به السفهاء أولتصرفوا وجوه الناس اليكم فمن فعل ذلك فهو فى النار.))

اس روایت کی سند میں بشیر بن میمون: متروك متهم۔[تقریب التہذیب،۲۵۹]

اور اشعث بن سوار ضعیف ہے۔[دیکھیے تقریب التہذیب:۵۲۴]

پانچواں طریق:

سنن ابن ماجہ کی ایک اور روایت میں آیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((من تعلّم العلم ليباهى به العلماء ويجارى به السفهاء ويصرف به وجوه الناس إليه أدخله الله جهنم.))

اس کی سند میں عبداللہ بن سعید بن ابی سعید المقبر ی متروک ہے۔[1]

شیخ البانی رحمہ اللہ نے ضعیف روایات کو جمع کر کے اس روایت کو حسن قرار دیا ہے۔ حالانکہ یہ حسن نہیں بنتی بلکہ ضعیف ہی ہے۔ گویا اس روایت کے کئی ضعیف شواہد ہیں مگر حافظ صاحب رحمہ اللہ نے اس روایت پر پھر بھی ضعیف کا حکم لگایا ہے۔

اسی طرح ایک اور روایت درج ذیل ہے۔

وعن أبي هريرة رضی اللہ عنہ قال قال رسول الله ﷺ:((انكم في زمان من ترك منكم عشر ما أمر به هلك ثم يأتي زمان من عمل منهم بعشر ما أمر به نجا)).[2]

اور سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ''تم ایسے زمانے میں ہو کہ اگر تم میں سے کوئی شخص دسواں حصہ جس کا اسے حکم دیا گیا ہے، چھوڑ دے تو ہلاک ہو جائے گا۔ پھر ایسا زمانہ آئے گا کہ اگر کوئی شخص دسویں حصے پر عمل کرے گا تو نجات پا جائے گا۔'' [تقریب التہذیب:۳۴۵۶]

پھر اس پر تحقیق کرتے ہوئے رقم طراز ہیں:

یہ سند دو وجہ سے ضعیف ہے:

① ۔نعیم بن حماد رحمہ اللہ اگرچہ صدوق حسن الحدیث تھے لیکن یہ روایت اُن روایات میں سے ہے جن کا نعیم پر انکار کیا گیا تھا۔ دیکھیے میری کتاب ''علمی مقالات (۱/ ۴۶۲)''

② ۔امام سفیان بن عیینہ رحمہ اللہ مدلس تھے اور یہ روایت عن سے ہے۔

اس روایت کا سیدنا ابو ذر الغفاری رضی اللہ عنہ کی طرف منسوب ایک ضعیف شاہد مسند احمد (۵/ ۱۵۵) اور ذم الکلام للہروی (نسخۃ عبدالرحمن الشبل ح ۹۷، نسخۃ الشیخ الصالح ابی جابر عبداللہ بن محمد بن عثمان الانصاری حفظہ اللہ ح ۱۰۰) وغیرہما میں ہے۔ دیکھیے السلسلۃ الصحیحۃ للالبانی (۶/ ۴۰، ۴۱، ح ۲۵۱۰) یہ شاہد متصل نہ ہونے کی وجہ سے ضعیف ہے۔

مذکورہ مثالوں سے پتہ چلا کہ حافظ زبیر علی زئی رحمہ اللہ ضعیف روایت کو ضعیف شاہد اور طرق کی بنا پر ضعیف ہی گردانتے ہیں۔ ان کے نزدیک حسن لغیرہ کا کوئی تصور نہیں ہے جب کہ شیخ البانی رحمہ اللہ حسن لغیرہ کو حجت مانتے ہیں۔

راقم کے نزدیک شیخ البانی رحمہ اللہ کا موقف راجح ہے کیونکہ جمہور محدثین نے ''حسن لغیرہ'' کو صحیح حدیث کی اقسام میں شمار کیا ہے۔ جیسا کہ اس کی وضاحت حافظ ابن صلاح نے ''مقدمہ'' میں اور حافظ ابن کثیر نے ''علوم الحدیث'' میں بھی کی ہے۔

② تدلیس کی قبولیت

شیخ البانی رحمہ اللہ اور حافظ زبیر علی زئی رحمہ اللہ کے مابین دوسرا اہم اصولی اختلاف تدلیس کی قبولیت اور عدم قبولیت پر ہے۔ تو سب

---

[1] اضواء المصابیح، تحت الحدیث: ۲۲۵

[2] اضواء المصابیح، رقم الحدیث: ۱۷۹

سے پہلے تدلیس کی تعریف ذکر کرتے ہیں۔تدلیس کے لغوی معنی پوشیدگی اور پردہ پوشی کے ہیں۔یہ باب دلَّس (دال اور لام کے زبر کے ساتھ) سے ہے۔جس کا مطلب ہے:"اختلاط النور بالظلمة" یعنی اندھیرے اور اُجالے کا سنگم۔"دَلَّس البائع" کے معنی: بائع کا خریدار سے سودے کے عیب کو چھپانا ہے۔[1] جبکہ اصطلاحی طور پر تدلیس سے مراد یہ ہے کہ اگر راوی اپنے ایسے استاذ جس سے اس کا سماع یا معاصرت ثابت ہو۔اس سے ایسی روایت "عَنْ، اَنَّ، قَالَ، حَدَّثَ" وغیرہ الفاظ سے بیان کرے، جسے اس نے اپنے استاد کے علاوہ کسی دوسرے شخص سے سنی ہو، اور سامعین کو خیال ہو کہ اس نے یہ اپنے استاد سے سنی ہوگی۔اسے تدلیس کہا جاتا ہے۔[2]

تدلیس اور شیخ البانی رحمہ اللہ

شیخ البانی رحمہ اللہ نے تدلیس کے بارے میں کافی لکھا ہے۔اس لیے مناسب معلوم ہوتا ہے کہ شیخ کی تدلیس کے بارے میں ابحاث کو یکجا کر کے کوئی نتیجہ نکالا جائے۔شیخ البانی رحمہ اللہ تمام المنہ کے مقدمہ میں القاعدة الثالثة کے نام سے ایک اصول لکھتے ہیں:

((ردّ الحديث المدلس.))[3]

''مدلس راوی کی روایت کو ردّ کر دیا جائے گا۔''

اس کے بعد شیخ نے تدلیس کی تین اقسام کو بیان کیا ہے۔

① ۔تدلیس الاسناد: ہم عصر سے روایت کرنا مگر ملاقات یا سماعت ثابت نہ ہو۔

② ۔تدلیس الشیوخ: راوی کا اپنے شیخ کے غیر معروف نام سے روایت کرنا۔

③ ۔تدلیس التسویۃ: راوی ضعیف شیخ کا نام حذف کر کے ثقہ سے روایت کرے۔[4]

یہ تین اقسام ذکر کرنے کے بعد آپ پھر تدلیس کے بارے میں حکم لکھتے ہیں:

((وحكم من ثبت عنه التدليس إذا كان عدلا، أن لايقبل منه إلا ماصرح فيه بالتحديث، وبعضهم لايقبل حديثه مطلقاً، والأصح الأول كما قال الحافظ ابن حجر، على تفصيل لهم في ذلك، فليراجع من شاء كتب المصطلح)).[5]

''جب کسی عادل راوی سے تدلیس ثابت ہو جائے تو اس کا حکم یہ ہے کہ اس سے تحدیث کی صراحت کے بعد روایت قبول کی جائے گی۔جبکہ بعض کہتے ہیں کہ اس مدلس کی روایت کو کبھی بھی قبول نہیں کیا جائے گا۔جبکہ صحیح بات

---

[1] ابن منظور الافریقی، جمال الدین ابو الفضل محمد بن مکرم، لسان العرب، دار احیاء التراث العربی، بیروت، ۷/۳۷۹

[2] مقدمہ لابن الصلاح، ص: ۶۶

[3] مقدمہ تمام المنہ، ص: ۱۸

[4] ایضاً

[5] مقدمہ تمام المنہ، ص: ۱۹

یہی ہے جو حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے کہی ہے۔جس کسی کو تفصیل چاہیے وہ مصطلح الحدیث کی کتب کی طرف رجوع کرے۔"

اس بحث سے پتہ چلتا ہے کہ شیخ البانی رحمہ اللہ کا تدلیس کے بارے میں رجحان ابن حجر کی طرف ہے۔جبکہ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ تدلیس کی کمی اور زیادتی کا اعتبار کرتے ہیں۔جس کی تائید ان کی کی ہوئی مدلس کی طبقاتی تقسیم بھی کرتی ہے۔گویا شیخ البانی رحمہ اللہ سبھی مدلسین کو ایک مرتبہ میں نہیں رکھتے۔بلکہ ہر ایک کے عنعنہ میں توقف کرتے ہیں اگرچہ سماعت کی صراحت بھی نہ ملے۔چنانچہ شیخ البانی فرماتے ہیں:

"محدثین نے مدلسین کے طبقات بنائے ہیں۔بعض ایسے بھی ہیں جن کی تدلیس کو برداشت کیا جاتا ہے۔کیونکہ وہ قلیل التدلیس ہیں۔ان کا عنعنہ قبول کیا جائے گا۔"[1]

اس سے بات مزید واضح ہوجاتی ہے کہ شیخ البانی رحمہ اللہ کے نزدیک سبھی مدلسین کی تدلیس یکساں نہیں ہے۔بلکہ آپ قلت اور کثرت تدلیس کی بنا فیصلہ کرتے ہیں۔اسی قلت اور کثرت تدلیس کو مدنظر رکھتے ہوئے حافظ علائی رحمہ اللہ نے مدلسین کے پانچ طبقے بنائے تھے۔حافظ علائی کی متابعت میں حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے طبقات المدلسین پر مشتمل کتاب "تعریف اهل التقدیس" میں انہیں جمع فرمادیا۔مدلسین کی اس طبقاتی تقسیم سے ہی قلت اور کثرت تدلیس کا پتہ چلتا ہے۔چنانچہ یہی وجہ ہے کہ شیخ البانی رحمہ اللہ نے اپنی تحقیق میں بعض مدلس کی معنعنہ کو قبول کیا ہے۔اور بعض کی معنعنہ کو مردود ٹھہرایا ہے۔ذیل میں امثلہ موجود ہیں۔

مقبول معنعنہ

شیخ البانی رحمہ اللہ نے کافی مدلس راویوں کی معنعنہ مرویات کو قبول کیا ہے۔جن میں سے سفیان ثوری، اعمش، حسن بن ذکوان اور محمد بن عجلان قابل ذکر ہیں۔آپ نے ان کی روایات کو قلت تدلیس کی بنا پر قبول فرمایا ہے۔

شیخ البانی نے سلسلہ صحیحہ میں سفیان ثوری کی ایک روایت پر صحیح کا حکم لگایا ہے۔

((ان منکم رجالا نکلهم الی ایمانهم منهم فرات بن حیان))[2]

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:"تم میں کچھ لوگ ایسے ہیں کہ ہم ان کو ان کے ایمان کے سپرد کردیتے ہیں، ان میں سے فرات بن حیان بھی ہے۔"

اس پر حکم لگاتے ہوئے لکھتے ہیں:

((صحیح علی شرط شیخین.))[3]

---

[1] البانی، علامه محمد ناصر الدین، النصیحة بالتحذیب من تخریب ابن عبدالمنان لکتب الائمة الرجیحة وتضعیفه لمئات الاحادیث الصحیحة، دار ابن عفان، قاهره، ص: ۲۸، ۲۷

[2] سلسلة الصحیحة، رقم الحدیث: ۱۷۰۱

[3] سلسلة الصحیحة، تحت الحدیث: ۱۷۰۱

''یہ بخاری و مسلم کی شرائط پر صحیح ہے۔''

اس روایت کے ایک راوی سفیان ثوری ہیں جو کہ مدلس ہیں مگر شیخ نے سفیان ثوری کے ہونے کے باوجود اس پر صحیح کا حکم لگایا ہے۔

- اسی طرح آپ نے سلسلہ صحیحہ میں ہی اعمش نامی مدلس راوی کی روایت کو صحیح کہا ہے۔[1]
- حسن بن ذکوان بھی مدلس راوی ہے۔ مگر شیخ نے صحیح ابوداؤد میں اس کی مروی روایت کو صحیح کہا ہے۔[2]
- اور اسی طرح شیخ نے ابن عجلان نامی مدلس راوی کی معنعنہ روایت کو الصحیحہ میں ذکر کیا ہے۔[3]

مذکورہ امثلہ سے پتہ چلا کہ شیخ قلیل التدلیس راوی کی معنعنہ روایت کو صحیح گردانتے ہیں۔

مردود معنعنہ

شیخ البانی رحمہ اللہ نے اپنی تحقیق میں بعض مدلس راویوں کی معنعنہ روایت کو کثرت تدلیس کی بنا پر ضعیف کہا ہے۔ جیسا کہ درج ذیل ہے:

شیخ البانی رحمہ اللہ نے ''ارواء الغلیل'' میں ایک جگہ مسند احمد کی ایک روایت کا یہ حصہ ذکر فرمایا ہے کہ:

((فلذلك كره الحجامة للصائم))

''اسی لیے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے روزہ دار کے لیے پچھے لگوانا ناپسند کیا ہے۔''

اس کے بعد نقل فرماتے ہیں کہ:

((لكن الحجاج، وهو ابن أرطاة، ضعيف لتدليسه.))[4]

''لیکن (اس کی سند میں موجود) حجاج ابن ارطاۃ راوی مدلس ہونے کی وجہ سے ضعیف ہے۔''

اسی طرح شیخ البانی رحمہ اللہ نے ایک دوسری جگہ واقدی راوی کو بھی اسی وجہ سے ضعیف کہا ہے جیسا کہ فرمایا کہ:

((رواه البزار وفيه الواقدي وهو ضعيف لتدليسه.))[5]

''اسے بزار نے روایت کیا ہے اور اس میں واقدی راوی ہے جو تدلیس کی وجہ سے ضعیف ہے۔''

ان مثالوں سے پتہ چلا کہ آپ واقدی اور حجاج بن ارطاۃ کی مرویات کو قبول نہیں کرتے۔ کیونکہ کثرت تدلیس کے حامل ہیں۔

مخصوص موقف

شیخ البانی رحمہ اللہ بعض مدلس راویوں کی تدلیس کے بارے میں کثرت اور قلت تدلیس کی بنا پر فیصلہ نہیں کیا بلکہ ان کے بارے میں مخصوص موقف رکھتے ہیں۔ جیسا کہ قتادہ اور ابن جریج۔ ان کی تدلیس بسا اوقات قابل قبول اور بعض اوقات ناقابل قبول ہے۔

---

[1] سلسلة الصحيحة، رقم الحديث: ۱۷۹۴

[2] صحيح ابوداؤد، رقم الحديث: ۸

[3] سلسلة الصحيحة، رقم الحديث: ۱۱۱۰

[4] ارواء الغليل، تحت الحديث: ۹۳۲

[5] الالبانی، محمد ناصر الدين، الثمر المستطاب فی فقه السنة والكتاب، غراس للنشر والتوزيع، ص: ۷۰۰

جیسا کہ آپ نے ایک مقام پر قتادہ کے بارے میں لکھا ہے:

((عنعنة قتادة مغتفرة، لقلتها بالنسبة لحفظه وكثرة حديثه، وقد أشار إلى ذلك الحافظ في ترجمته من "مقدمة الفتح" بقوله: "ربما دلس" وكأنه لذلك لم يذكره هو في "التقريب" بتدليس وكذلك الذهبي في "الكاشف" ونجد في "الصحيحين" وغيرها. أحاديث كثيرة جدًا القتادة بالعنعنة حتى ابن حبان الذي وصفه بالتدليس، قد أكثر عنه بها وتحتمل أن ذلك كان منهم، لأنه كان كما قال الحاكم، لا يدلس إلا عن ثقة كما نقله العلائي في كتابه "جامع التحصيل"))[1]

''قتادہ کی تدلیس ان کے حفظ وکثرتِ احادیث کی نسبت سے بہت تھوڑی ہونے کی وجہ سے معاف ہے۔ اور حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے فتح الباری کے مقدمہ میں ان کی طرف یوں اشارہ کیا ہے ''وہ کبھی کبھی تدلیس کرتے تھے'' شاید اسی لیے حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے تقریب میں اور حافظ ذھبی نے الکاشف میں ان کی تدلیس کا ذکر نہیں کیا۔ اور ہم دیکھتے ہیں کہ صحیحین وغیرہ میں قتادہ کے بے شمار معنعن روایات ہیں۔ حتیٰ کہ ابن حبان رحمہ اللہ جنہوں نے قتادہ کو مدلس کہا وہ بھی ان سے بہت سی معنعن روایات لیتے ہیں۔ وجہ یہ ہے کہ امام حاکم نے کہا کہ وہ صرف ثقہ رواۃ سے ہی تدلیس کرتے تھے۔ جیسا کہ علائی نے اپنی کتاب جامع التحصیل ص ۱۱۲ میں نقل کیا ہے۔''

دوسرے مقام پر قتادہ کے بارے میں رقم طراز ہیں:

((قتادة مدلس معروف التدليس، وقد أورده فيهم الحافظ برهان الدين بن العجمي (ص۱۲) من "التبيين" وقال: إنه مشهور به، وكذلك صنع الحافظ ابن حجر في طبقات المدلسين وسبقهم إليه الحاكم في المعرفة لكن ذكره في المدلسين الذين لم يخرجوا عن عداد الذين تقبل اخبارهم. غير أن ثبوت كونه مدلسا في الجملة مع ماقيل من عدم صحة سماعه من عبدالله ابن سرجس مما لا يجعل القلب يطمئن لاتصال السند فيتوقف عن تصحيحه حتى نجد له طريقًا أخرى أو شاهدًا.))

''قتادہ مدلس اور تدلیس میں مشہور ہیں، حافظ برھان الدین ابن العجمی نے انہیں ''التبیین'' میں مدلسین میں ذکر کیا ہے اور کہا: وہ تدلیس کرنے میں مشہور ہیں۔ اسی طرح حافظ ابن حجر نے ''طبقات المدلسین'' میں ذکر کیا ہے اور ان سے پہلے امام حاکم نے ''المعرفۃ'' میں یہی مؤقف اختیار کیا ہے لیکن انہوں نے انہیں ایسے مدلسین میں ذکر کیا ہے۔ جن کی روایات باوجود تدلیس کے قبول کرلی جاتی ہیں۔ من جملہ مدلس ہونے کے ساتھ ساتھ، عبداللہ بن سرجس سے ان کے سماع کے صحیح ہونے میں جو کلام کی گئی ہے وہ اتصال سند کو غیر مطمئن بنا دیتی ہے۔ لہٰذا جب تک ہمیں

---

[1] النصیحۃ، ص: ۱۱۰، ۱۰۹

اس کی کوئی دوسری سند یا شاہد نہ ملے تو ہم اس کی تصحیح میں توقف اختیار کریں گے۔''

اس سے یہ بات علم میں آتی ہے کہ شیخ کا قتادہ کے بارے میں مؤقف مختلف فیہ ہے۔

جس کا خلاصہ یہ ہے کہ آپ کے نزدیک قتادۃ کی تدلیس قابل قبول ہے کیونکہ اس کی دو وجوہات ہیں:

① ۔ایک تو وہ ثقہ راویوں سے ہی تدلیس کرتے ہیں۔

② ۔دوسری وجہ یہ ہے کہ ان سے مروی احادیث کی تعداد بہت زیادہ ہے۔ چنانچہ کثرت احادیث کی بنا پر ان کی تھوڑی بہت تدلیس معاف ہے۔

لیکن اس کے ساتھ ساتھ ایک بات یاد رکھیں کہ جب قتادہ عبداللہ بن سرجس سے روایت کریں تو اس وقت ان کی معنعن روایت قابل اعتبار نہیں بلکہ محل نظر ہے۔

اسی طرح شیخ البانی رحمہ اللہ نے ابن جریج مدلس کے بارے میں ایک مخصوص مؤقف اختیار کیا ہے کہ عطاء سے ان کی روایت کو عمومی طور پر سماعت پر محمول کیا جائے گا۔آپ ارواء الغلیل میں لکھتے ہیں:

((وافقه الذهبي مع قد اورد ابن جريج في ميزانه ووصفه بأنه يدلس وهو في نفسه مجمع على ثقته، نعم قد روى أبوبكر بن أبي خيثمة بسند صحيح، عن ابن جريج قال: إذا قلت: "قال عطاء فأنا سمعته منه، وإن لم أقل سمعت" فهذا نص منه أن عدم تصريحه بالسماع من عطاء ليس معناه أنه قد دلسه عنه، ولكن هل ذلك خاص بقوله (قال عطاء) أم لا، فرق بينه وبين مال قال (عن عطاء) كما في هذا الحديث وغيره الذي يظهر لي الثاني، وعلى هذا فكل روايات ابن جريج عن عطاء محمولة على السماع إلا ما تبين تدليسه فيه))[1]

''حافظ ذھبی نے ابن جریج کو میزان میں ذکر کر کے تدلیس سے متصف کیا ہے، اگرچہ اس کے فی نفسہ ثقہ ہونے پر اتفاق ہے ہاں ابوبکر بن ابی خیثمہ نے ابن جریج سے بسند صحیح روایت کیا ہے کہ انہوں نے کہا: میں جب کہوں ''قال عطاء'' تو میں نے ان سے سن رکھا ہوتا ہے چاہے میں ذکر نہ بھی کروں کہ میں نے ان سے سنا۔ یہ واضح نص ہے کہ ابن جریج کی عطاء سے سماع کی عدم تصریح کا معنی یہ نہیں ہوتا کہ انہوں نے تدلیس کی ہے۔لیکن کیا یہ خاص اسی وقت ہے جب ابن جریج ''قال عطاء'' کہیں یا ''عن عطاء'' کہیں تو بھی شامل ہوگا؟ جیسا کہ زیر بحث حدیث میں ہے میرا راجحان دوسرے قول کی طرف ہے اور اس کے مطابق ابن جریج کی عطاء سے تمام روایات سماع پر محمول ہوں گی ماسوائے جس میں تدلیس ثابت ہو جائے۔''

شیخ البانی رحمہ اللہ کی اس بحث سے پتہ چلتا ہے کہ آپ ابن جریج نامی مدلس راوی کی تمام معنعنہ روایات کو مطلقاً قبول نہیں کرتے

---

[1] ارواء الغلیل، تحت الحدیث: ۶۲۹

بلکہ نص کی وجہ سے صرف عطاء سے معنعن روایت کو ہی قبول کرتے ہیں۔

گزشتہ تمام ابحاث کا خلاصہ یہ ہے کہ شیخ البانی رحمہ اللہ کا قتادہ اور ابن جریج کے بارے میں مؤقف یہ ہے کہ قتادہ کی تمام معنعنہ کو مطلقاً قبول کیا جائے گا۔سوائے ابن سرجس کی سند سے۔اور ابن جریج کی تمام معنعن مرویات کو مطلقاً قبول نہیں کیا جائے گا سوائے عطاء کے شیخ البانی رحمہ اللہ ان دونوں کے علاوہ بقیہ مدلسین کے بارے میں کثرت وقلت تدلیس (کمی وزیادتی) کو دیکھ کر فیصلہ کرتے ہیں۔

تدلیس اور حافظ زبیر علی زئی رحمہ اللہ

حافظ زبیر علی زئی رحمہ اللہ کا تدلیس کے بارے میں مؤقف بڑا واضح ہے کہ مدلس کی روایت بغیر کسی صراحت وقرینہ کے ناقابل قبول ہے۔اسی لیے آپ نے تدلیس کے بارے میں ایک جاندار مقالہ تحریر کیا۔جس کا نام ہے ''التاسیس فی مسئلہ التدلیس'' اس رسالہ میں حافظ صاحب رحمہ اللہ نے سب سے پہلے تدلیس کی لغوی تعریف کی ہے:

''نور اور ظلمت کے اختلاط کو تدلیس کہا جاتا ہے اور دوسرے معنی یہ بتائے ہیں کہ اس نے اپنے مال کا عیب گاہک سے چھپایا ہے۔''[1]

اس کے بعد اصطلاحی تعریف لکھتے ہیں:

''اگر راوی اپنے اس استاد سے (جس سے اس کا سماع ملاقات اور معاصر ثابت ہے) وہ روایت (عن یا قال وغیرہ کے الفاظ کے ساتھ) بیان کرے جسے اس نے (اپنے استاد کے علاوہ) کسی دوسرے شخص سے سنا ہے اور سامعین کو یہ احتمال ہو کہ اس نے یہ حدیث اپنے استاد سے سنی ہوگی۔تو اسے تدلیس کہا جاتا ہے۔''

پھر تدلیس کی ۷ اقسام بیان کیں اور ہر قسم کی مختصر تشریح وتوضیح کی ہے اور اس کے بعد تدلیس پر محدثین کرام نے جو کتابیں تصنیف کیں، ان کے نام لکھے ہیں۔آخر میں ان محدثین کا تذکرہ کیا ہے۔جو تدلیس سے کام لیتے تھے۔

تدلیس کی ساتویں قسم ذکر کرتے ہوئے آپ نے لکھا ہے:

''جو شخص ساری زندگی میں صرف ایک ہی مرتبہ تدلیس کرے اور یہ ثابت ہو جائے۔تو اس کی ہر معنعن روایت (جس کا شاہد یا متابع نہیں ہے) ضعیف ہوگی۔''

پھر اس کی تائید کے لیے امام شافعی رحمہ اللہ کے فرمان کو بطور حجت ذکر کیا ہے۔

امام محمد بن ادریس الشافعی فرماتے ہیں:

((ومن عرفناه دلس مرة فقد أبان لنا عورته فى روايته وليست تلك العورة بكذب فنردّ بها حديثه ولا النصيحة فى الصدق فنقبل منه ما قبلنا من أهل النصيحة فى

---

[1] تحقیقی، اصطلاحی وعلمی مقالات، ۱/۲۵۱

الصدق فقلنا : لا نقبل من مدلس حديثًا حتى يقول فيه حدثني أو سمعت.))[1]

''جس شخص کے بارے میں ہمیں علم ہو جائے کہ اس نے صرف ایک ہی دفعہ تدلیس کی ہے تو اس کا باطن اس کی روایت پر ظاہر ہو گیا اور یہ اظہار جھوٹ نہیں ہے کہ ہم اس کی ہر حدیث ردّ کر دیں اور نہ خیر خواہی ہے کہ ہم اس کی ہر روایت قبول کر لیں جس طرح سچے خیر خواہوں (غیر مدلسوں) کی روایت ہم مانتے ہیں۔ پس ہم نے کہا: ہم مدلس کی کوئی حدیث اس وقت تک قبول نہیں کریں گے جب تک وہ حدثنی یا سمعت نہ کہے۔''[الرسالۃ ص ۵۳، ط امیریہ ۱۳۲۱ھ، بتحقیق احمد شاکر ص ۳۸۹، ۳۸۰]

اس کے بعد لکھتے ہیں:

''میری تحقیق کے مطابق یہ مسلک سب سے زیادہ راجح ہے۔''

اپنے منہج کی مزید تائید کے لیے حافظ صاحب رحمہ اللہ نے اپنے مقالات میں ۴۰ محدثین کے تدلیس کے بارے میں اقوال جمع کیے ہیں۔ جن سے ثابت ہوتا ہے کہ مدلس راوی کی عن والی روایت نا قابل حجت یعنی ضعیف ہوتی ہے۔[2] ان چالیس محدثین میں سے پانچ کے اقوال درج ذیل ہیں:

① ۔امام محمد بن ادریس شافعی (متوفی ۲۰۴ھ):

''ہم کسی مدلس سے کوئی حدیث قبول نہیں کرتے حتیٰ کہ وہ حدثنی یا سمعت کہے یعنی سماع کی تصریح کرے۔''[کتاب الرسالہ طبع المطبعۃ الکبری الامیریہ ببولاق ۱۳۲۱ھ، ص: ۵۳، بتحقیق احمد شاکر، ۱۰۳۵]

② ۔امام عبدالرحمن بن مہدی رحمہ اللہ (متوفی ۱۹۸ھ) کتاب الرسالہ کو پسند کرتے تھے۔[دیکھیے الطیوریات، ۲/۶۱۷، ح ۶۸۱، وسندہ صحیح] جس سے ثابت ہوتا کہ عبدالرحمن بن مہدی کے نزدیک بھی مدلس کی عن والی روایت قابل قبول نہیں ہے۔

③ ۔امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ (متوفی ۲۴۱ھ) کتاب الرسالہ سے راضی تھے۔

دیکھیے کتاب الجرح والتعدیل (۷/ ۲۰۴ وسندہ صحیح، امام شافعی اور مسئلہ تدلیس، فقرہ: ۲) اور فرماتے تھے کہ یہ اُن کی سب سے اچھی کتابوں میں سے ہے۔[تاریخ دمشق لابن عساکر ۵۴/ ۲۹۱ وسندہ صحیح]

④ ۔صحیح مسلم کے مصنف امام مسلم رحمہ اللہ (متوفی ۲۶۱ھ) نے فرمایا:

((وإنما كا ن تفقد من تفقد منهم سماع رواة الحديث ممن روى عنهم إذا كان الراوي ممن عرف بالتدليس في الحديث وشهربه فحينئذ يبحثون عن سماعه في روايته ويتفقدون ذلك منه، كي تنزاح عنهم علة التدليس))

''جس نے بھی روایانِ حدیث کا سماع تلاش کیا ہے تو اس نے اس وقت تلاش کیا ہے جب راوی حدیث میں

---

[1] تحقیقی، اصلاحی و علمی مقالات، ۱/ ۲۵۱

[2] مقالات، ۴/ ۱۵۱

تدلیس کے ساتھ معروف (معلوم) ہو اور اس کے ساتھ مشہور ہو تو اس وقت روایت میں اس کا سماع دیکھتے ہیں اور تلاش کرتے ہیں تاکہ راویوں سے تدلیس کا ضعف دور ہو جائے۔''

⑤۔حافظ ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ (متوفی ۸۵۲ھ)

''صحیح ترین بات یہ ہے کہ جس راوی سے تدلیس ثابت ہو جائے اگرچہ وہ عادل (ثقہ) ہو، تو اس کی صرف وہی روایت مقبول ہوتی ہے جس میں وہ سماع کی تصریح کرے۔''

اسی طرح حافظ صاحب رحمہ اللہ نے اپنے منہج کی وضاحت کرتے ہوئے نور العینین میں شیخ البانی رحمہ اللہ پر تنقید بھی کی ہے۔ آپ لکھتے ہیں:

''شیخ محمد ناصر الدین الالبانی رحمہ اللہ کا تدلیس کے بارے میں عجیب وغریب موقف تھا۔ وہ سفیان ثوری اور اعمش وغیرہما کی معنعن روایات کو صحیح سمجھتے تھے، جبکہ حسن بصری (طبقہ ثانیہ عند ابن حجر ۴۰/۲) کی معنعن روایات کو ضعیف قرار دیتے تھے۔ مثلاً دیکھیے ارواء الغلیل (۲/۲۸۸، ح۵۰۵)''[1]

اسی طرح آپ نے نور العین میں مدلس راوی کی تدلیس کے بارے میں ایک جامع خلاصہ لکھ دیا ہے جو کہ درج ذیل ہے۔

اصولِ حدیث، شروحِ حدیث، محدثین کرام اور دیگر علماء کی مذکورہ تصریحات سے ثابت ہوا کہ مدلس راوی کی عن والی روایت ضعیف ومردود ہوتی ہے۔

جس طرح بعض اصول اور قواعد میں تخصیصات ثابت ہو جانے کے بعد عام کا حکم عموم پر جاری رہتا ہے اور خاص کو عموم سے باہر نکال لیا جاتا ہے، اسی طرح اس اصول کی بھی کچھ تخصیصات ثابت ہیں، جو درج ذیل ہیں:

①۔صحیحین (صحیح بخاری، صحیح مسلم) میں تمام مدلسین کی تمام روایات سماع یا معتبر متابعات وشواہد پر محمول ہیں۔

②۔مدلس کی اگر معتبر متابعت یا قوی شاہد ثابت ہو جائے تو تدلیس کا اعتراض ختم ہو جاتا ہے جس طرح کہ ضعیف راوی کی روایت کا کوئی معتبر متابع یا قوی شاہد مل جائے تو ضعیف ختم ہو جاتا ہے۔

③۔بعض مدلسین کی روایات بعض شاگردوں کی روایت میں (جیسا کہ دلیل سے ثابت ہے) سماع پر محمول ہوتی ہیں، مثلاً شعبہ کی قتادہ، اعمش اور ابو اسحاق السبیعی سے روایت، شافعی کی سفیان بن عیینہ سے روایت اور یحییٰ بن سعید القطان کی سفیان ثوری سے روایت سماع پر محمول ہوتی ہے۔

④۔بعض مدلسین بعض شیوخ سے تدلیس نہیں کرتے تھے، مثلاً ابن جریج عطاء بن ابی رباح سے اور ہشیم حصین سے تدلیس نہیں کرتے تھے، لہٰذا ایسی معنعن روایات بھی سماع پر محمول ہیں۔

⑤۔اسی طرح اگر کوئی اور بات دلیل سے ثابت ہو جائے تو وہ بھی قابل قبول ہے۔

---

[1] نور العینین، ص: ۳۸۸

ان کے علاوہ ثابت شدہ مدلسین کی معنعن (عن والی) روایات (اپنی شرائط کے ساتھ) ضعیف ہوتی ہیں۔[1]

تدلیس کے بارے میں ساری بحث اور ادلہ کا خلاصہ یہ ہے کہ شیخ البانی رحمہ اللہ مدلس راوی کی روایت پر حکم کثرت وقلت التدلیس کی بنا پر لگاتے ہیں جبکہ حافظ زبیر علی زئی رحمہ اللہ مدلس راوی کے بارے میں کثرت اور قلت کے قائل نہیں تھے۔ بلکہ صرف اور صرف تحدیث وصراحت کے قائل تھے۔ اس لیے شیخ البانی رحمہ اللہ نے بعض معنعن مرویات کو صحیح کہا ہے۔ لیکن زئی صاحب رحمہ اللہ کسی بھی معنعن روایت کو صحیح نہیں تسلیم کرتے۔

راقم کو حافظ زبیر علی زئی رحمہ اللہ کا مؤقف ٹھیک معلوم ہوتا ہے کیونکہ شیخ البانی مدلس کی تدلیس کے بارے میں غیر واضح مؤقف رکھتے ہیں کسی مدلس کی مرویات کو قبول کر لیتے ہیں اور کسی مدلس کی روایت کو رد کر دیتے ہیں۔ گویا شیخ البانی رحمہ اللہ تدلیس میں متساہل واقع ہوئے ہیں۔

③ تابعی کی مرسل روایت کی حجیت

شیخ البانی رحمہ اللہ اور حافظ زبیر علی زئی رحمہ اللہ کے مابین اختلافی اصولوں میں سے ایک اختلافی اصول یہ بھی ہے کہ شیخ البانی رحمہ اللہ بعض تابعی (ابراہیم نخعی) کی مرسل روایت کو حجت سمجھتے ہیں جبکہ حافظ زبیر علی زئی رحمہ اللہ تمام تابعین کی مرسل مرویات کو نا قابل حجت سمجھتے ہیں۔

شیخ البانی رحمہ اللہ کا مؤقف

ابراہیم نخعی کی مرسل روایات کے بارے میں شیخ البانی رحمہ اللہ نے ''تحریم آلات الطرب'' اور ''سلسلۃ الصحیحہ'' میں تفصیل سے بحث کی ہے جس کا خلاصہ یہ ہے۔ کہ ابراہیم النخعی کی سیدنا ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے مرسل روایات کی صحت وضعف کے متعلق دو مؤقف ہیں:

پہلا مؤقف: ابراہیم النخعی کی سیدنا ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے مرسل روایات معلول اور ضعیف ہیں، قابل حجت نہیں ہیں۔

دوسرا مؤقف: ابراہیم النخعی کی سیدنا ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے مرسل روایات مقبول اور صحیح ہیں، قابل حجت ہیں۔

امام البانی رحمہ اللہ نے دوسرے مؤقف کو راجح قرار دیا ہے۔ تفصیل اس کی یہ ہے کہ:

پہلی بات یہ ہے کہ صحیح سند سے ثابت ہے کہ امام ابراہیم النخعی کے شاگرد امام الاعمش نے اپنے استاذ ابراہیم النخعی سے سوال کیا:

((أسند لی عن ابن مسعود))

مجھے ابن مسعود تک سند بیان کریں تو ان کے استاد ابراہیم النخعی نے جواب دیا:

((إذا حدّثتکم عن رجل عن عبداللہ، فھو الذی سمعت وإذا قلت قال عبد اللہ فھو عن غیر واحد عن عبداللہ.))[2]

---

[1] نور العینین، ص: ۴۰

[2] سلسلة الصحیحہ، تحت الحدیث: ۲۲۵۱

فرمایا: ''جب سند بیان کردوں وہ تو ٹھیک ہو گیا، لیکن اگر سند بیان نہ کروں ویسے ہی کہہ دوں کے عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا تو وہ کئی ایک شیوخ سے وہ روایت کی ہو گی۔''

یعنی میرے اور عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے درمیان میرے استاذ کی ایک جماعت ہو گی۔

اب اصل مرسل کی روایت کو صحیح ماننے کے مندرجہ ذیل دلائل وقرائن سامنے آتے ہیں:

① ۔سب سے پہلی بات یہ ہے کہ امام ابراہیم النخعی رحمہ اللہ بذاتِ خود ایک جلیل القدر ثقہ تابعی ہیں۔

② ۔اپنے شیوخ کی ایک جماعت سے روایت کر رہے ہیں۔ (صرف ایک شیخ سے نہیں)

③ ۔اور وہ شیوخ کی جماعت کوئی عام نہیں بلکہ امام النخعی کے اساتذہ میں اور تابعین ہیں ممکن ہے کبار تابعین سے ہوں، کم از کم ان کے ہم مثل اور ہم پلہ تابعی تو ضرور ہوں گے۔

④ ۔آپ کے معتمد علیہ شیوخ تابعین سیدنا ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی طرف کسی جھوٹی بات کو منسوب نہیں کر سکتے۔

⑤ ۔امام ابراہیم النخعی رحمہ اللہ خود اس روایت پر مطمئن ہوتے تو اس روایت کو بیان کیا، اگر خود مطمئن نہ ہوتے تو بیان نہ کرتے اور یہ اصول ہے کہ قابل اعتماد آدمی کی بات پر اعتماد کیا جاتا ہے۔[1]

دوسری بات یہ ہے کہ آئمہ کرام کی ایک بڑی جماعت نے مراسیل ابراہیم النخعی رحمہ اللہ کو صحیح قرار دیا ہے جیسا کہ (مراسیل العلائی) ص: ۱۶۸) میں مذکور ہے کہ امام بیہقی رحمہ اللہ بھی ان میں سے ایک ہیں۔ اور حافظ ابن حجر رحمہ اللہ کی کتاب (التہذیب) کے اندر بھی یہ بات موجود ہے۔ اور امام بیہقی رحمہ اللہ کا قول یہی درست ہے کہ مراسیل ابراہیم النخعی رحمہ اللہ مقبول اور قابل حجت ہیں اور انہیں صحیح تسلیم کیا جائے۔[2]

اس ساری بحث سے یہ بات سمجھ آتی ہے کہ شیخ البانی ابراہیم نخعی کی مرسل روایت کو حجت تسلیم کرتے تھے۔

حافظ زبیر علی زئی رحمہ اللہ کا مؤقف

تابعی کی مرسل روایت کے بارے میں حافظ زبیر علی زئی رحمہ اللہ کا مؤقف دوٹوک ہے۔ کہ کسی بھی تابعی کی مرسل روایت کو تسلیم نہیں کیا جائے گا۔ آپ نے اپنے مجلہ الحدیث کے شمارہ نمبر ۱۰ میں اس سے متعلق ایک تفصیلی مضمون لکھا ہے۔[3] ذیل میں اسی مضمون کو پیش کیا جاتا ہے تاکہ حافظ صاحب رحمہ اللہ کے مؤقف کی وضاحت ہو سکے۔ آپ لکھتے ہیں:

''جمہور محدثین کے نزدیک تابعی کی مرسل روایت ہر لحاظ سے مردود ہے۔''

① ۔امام مسلم بن الحجاج النیسا پوری (متوفی ۲۶۱ھ) فرماتے ہیں:

---

[1] احمد بن سلیمان، منتهى الامانی بفوائد مصطلح الحدیث، للمحدث الالبانی، الفاروق الحدیثه للطباعة، القاهره، ص: ۲۲۱

[2] سلسلة الصحيحه، تحت الحديث: ۲۲۵۱

[3] الحدیث، حضرو، شمارہ نمبر ۱۰، مارچ ۲۰۱۵ء، ص: ۱۵

((والمرسل من الروایات فی أصل قولنا وقول أھل العلم بالأخبار لیس بحجة.))

''ہمارے (محدثین) کے اصل قول اور (دوسرے) علماء کے نزدیک مرسل روایت حجت نہیں ہے۔'' [مقدمہ صحیح مسلم،۱/ ۲۲، بعدح:۹۲ وفتح الملہم،۱/ ۴۱۰]

② ۔حافظ ابوالفضل عبدالرحیم بن الحسین العراقی رحمہ اللہ (متوفی ۸۰۶)فرماتے ہیں:

((وردہ جماھیر النقاد للجھل بالساقط فی الإسناد))

''اور مرسل کو جمہور ناقدین (محدثین) نے ردّ کر دیا ہے۔ وجہ یہ ہے کہ سند میں سے ساقط شدہ واسطہ مجہول ہوتا ہے۔'' [الفیۃ العراقی مع فتح المغیث،۱/ ۱۳۴]

③ ۔علامہ ابن الصلاح الشہر زوری رحمہ اللہ (متوفی ۶۴۳ھ) لکھتے ہیں:

((وما ذکرناہ من سقوط الاحتجاج بالمرسل والحکم بضعفه ھو المذھب الذی استقر علیه آراء جماھیر حافظ الحدیث ونقاد الأثر.))

''اور ہم نے جو ذکر کیا ہے کہ مرسل ضعیف ہوتی ہے اور اس سے حجت پکڑنا ساقط ہے، یہی وہ مذہب (یعنی مسلک) ہے جس پر جمہور حفاظ حدیث اور ناقدین حدیث کا اتفاق ہوا ہے۔'' [علوم الحدیث مع التقیید والایضاح ص:۴۷، ونسخۃ محققۃ، ص:۱۳۰]

④ ۔امام ترمذی رحمہ اللہ (متوفی ۲۷۹ھ) فرماتے ہیں کہ:

((والحدیث اذا کان مرسلاً فانه لا یصح عنه أکثر أھل الحدیث.))

''اور حدیث اگر مرسل ہو تو اکثر اہل حدیث (یعنی جمہور محدثین) کے نزدیک صحیح نہیں ہے۔'' [کتاب العلل طبع دارالسلام، ص:۸۹۶، ۸۹۷، وشرح علل الترمذی لابن رجب ۱/ ۲۷۳]

⑤ ۔حافظ ابوبکر الخطیب البغدادی رحمہ اللہ (متوفی ۴۶۳ھ) لکھتے ہیں کہ:

((وعلی ذلك أکثر الأئمة من حفاظ الحدیث ونقاد الأثر.))

''اور اس پر (یعنی مرسل حجت نہیں ہے) اکثر ائمہ حفاظ حدیث اور ناقدین حدیث ہیں۔''

اس کے بعد آپ نے علامہ ابن خلفون اور امام نووی کے اقوال سے بھی ثابت کیا ہے کہ تابعی کی مرسل روایت حجت نہیں ہے اور آخر میں علمائے احناف سے بھی ثابت کیا ہے کہ مرسل تابعی ناقابل حجت ہے۔

اس ساری بحث کا خلاصہ یہ ہے کہ شیخ البانی رحمہ اللہ بعض تابعی کی مرسل روایت سے حجت پکڑتے ہیں جیسے ابراہیم النخعی رحمہ اللہ وغیرہ جبکہ حافظ زبیر علی زئی رحمہ اللہ نے اس بات کا کلیۃً انکار کیا ہے۔

تابعین کی مرسل روایت کو حجیت کے بارے مجھے حافظ زبیر علی زئی رحمہ اللہ کا مؤقف درست معلوم ہوتا ہے کیونکہ جب جمہور محدثین نے ایک اصول بنایا ہے کہ صحابہ کرام کی مراسیل قابل قبول ہیں مگر تابعین کی مراسیل ناقابل قبول ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ حافظ

ابن صلاح، امام مسلم، خطیب بغدادی اور امام نووی نے تابعین کی مراسیل کی حجیت کے انکاری ہیں۔

④ زیادۃ الثقہ کی مقبولیت

شیخ البانی رحمہ اللہ اور حافظ زبیر علی زئی کے مابین اصولی اختلافات میں سے ایک اختلاف زیادۃ الثقہ کی قبولیت وعدم قبولیت کے بارے میں ہے۔ دونوں شیوخ کے مؤقف کو ذکر کرنے سے پہلے زیادۃ الثقہ کی تعریف کرنا زیادہ مناسب ہے۔ زیادۃ الثقہ کے لغوی معنی واضح ہیں کہ ثقہ راوی کا سند یا متن یا دونوں میں اضافہ کرنا۔[1] اصطلاحی تعریف کے بارے میں حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

((إذا تفرد الراوی بزیادۃ فی الحدیث، عن بقیۃ الرواۃ عن شیخ لھم، وھذا الذی یعبر عنہ بزیادۃ الثقۃ.))[2]

''جب راوی کسی حدیث (کی سند یا متن یا دونوں) میں کسی اضافے کو اپنے استاد سے بیان کرنے میں باقی راویان سے علیحدہ ہو تو اسے زیادہ الثقہ سے تعبیر کیا جاتا ہے۔

زیادۃ الثقہ اور شیخ البانی رحمہ اللہ

زیادت ثقہ کے بارے میں شیخ البانی رحمہ اللہ کے منہج کو سمجھنے کے لیے اسے دو حصوں میں تقسیم کرنا ضروری ہے۔ کیونکہ اس تقسیم سے آپ کا منہج بالکل واضح ہو جاتا ہے یہ تقسیم درج ذیل ہے:

① ۔زیادۃ الثقۃ فی السند

② ۔زیادۃ الثقۃ فی المتن

① سند میں زیادت ثقہ کے متعلق شیخ البانی رحمہ اللہ کا منہج

سند میں زیادت ثقہ کے متعلق شیخ کا موقف یہ ہے کہ اسے مطلقاً قبول کیا جائے۔ یہی وجہ ہے کہ شیخ نے اپنی تحقیق میں اکثر مقامات پر ثقہ کی زیادت کو سند میں قبول کیا ہے۔ جیسا کہ مثالوں سے واضح ہے۔

شیخ البانی رحمہ اللہ نے سلسلہ صحیحہ میں ایک روایت نقل کی ہے:

((أطیب الکسب عمل الرجل بیدہ وکل بیع صرور.))[3]

''آدمی کی بہترین کمائی اس کے ہاتھ کی کمائی ہے اور ہر وہ بیع جو دھوکہ وخیانت سے پاک ہو۔''

اس حدیث کو لکھنے کے بعد شیخ اس کے تمام طرق کو مدنظر رکھتے ہوئے لکھتے ہیں:

---

[1] مقالات اثریہ، ص: ۳۲۲

[2] اختصار علوم الحدیث لابن کثیر، ص: ٦١

[3] سلسلۃ الصحیحۃ، رقم الحدیث: ٦٠٧

((ویتلخص مما سبق أن جماعة رووه عن وائل مرسلًا وآخرون رووه عنه موصولاً ولا شك ان الحکم لمن وصل لان معهم زیادة علم ومن علم حجة علی من لم یعلم)).[1]

''مذکورہ ساری بحث کا خلاصہ یہ ہے کہ اس روایت کو ایک جماعت نے وائل سے مرسل بیان کیا ہے اور دوسروں نے اس کو موصول (مرفوع) بیان کیا ہے۔لہٰذا اس پر حکم مرفوع کا ہے کیونکہ ان کے پاس علم زیادہ ہے اور عالم جاہل کے خلاف حجت ہوتا ہے۔''

اس بحث سے پتہ چلتا ہے کہ شیخ ثقہ راوی کی زیادتی کو سند میں قبول کر لیتے ہیں۔کیونکہ اس روایت کی سند میں وہ راوی ثقہ ہیں جنہوں نے اس کو موصول بیان کیا۔ان میں ابوسعید المؤدب، ابن نمیر اور سفیان ثوری شامل ہیں۔اور جن راویوں نے اسے مرسل بیان کیا ہے وہ بھی ثقہ ہیں جیسا کہ ابومعاویہ، مروان بن معاویہ، وائل بن داؤد ہیں۔اس بات میں کوئی شک نہیں ہے کہ مرسل بیان کرنے والے راوی مرفوع بیان کرنے والوں سے زیادہ ثقہ ہیں۔مگر شیخ نے پھر بھی اس سند کو صحیح قرار دیا ہے جو اس کا بین ثبوت ہے کہ شیخ ثقہ کی زیادتی کو سند میں قبول کر لیتے ہیں۔

اسی طرح شیخ البانی رحمہ اللہ نے سلسلہ صحیحہ میں ایک اور روایت نقل کی ہے۔

((اذا اختلف البیان ولیس بینهما بینة فهو ما یقول رب السلعة او یتتا رکان)).[2]

''جب بائع اور مشتری میں اختلاف ہو جائے تو بائع کی بات معتبر ہوگی۔جبکہ ان دونوں کے پاس کوئی دلیل نہ ہو یا پھر دونوں بیع ہی ختم کر دیں گے۔''

اس حدیث کو نقل کرنے کے بعد شیخ البانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

((هو من حدیث عبد الله بن مسعود رضی اللہ عنہ، ورد عنه من طریق منقطعة وبعضها مرسله وبعضها موصولة قویة))

''یہ حدیث ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے مختلف طرق سے مروی ہے جن میں سے بعض طرق منقطع، بعض مرسل اور بعض قوی مرفوع ہیں۔''

اس کے بعد شیخ نے اس روایت کے پانچ طرق ذکر کیے ہیں۔لیکن پھر طرق ترمذی کے تحت آپ لکھتے ہیں:

ولکن قد یقال:((ان من وصله ثقة، و هی زیادة یجب قبولها والله اعلم))[3]

''لیکن یہ بھی کہا جاسکتا ہے کہ اسے متصل بیان کرنے والے ثقہ ہیں۔اور یہ زیادت ثقہ ہے جسے قبول کرنا واجب ہے، اللہ بہتر جانتا ہے۔''

---

[1] سلسلة الصحیحة، تحت الحدیث:۶۰۷

[2] سلسلة الصحیحة، رقم الحدیث:۷۹۸

[3] سلسلة الصحیحة، تحت الحدیث:۷۹۸

شیخ البانی رحمہ اللہ کا یہ قول اس بات کی واضح دلیل ہے کہ آپ سند میں ثقہ کی زیادتی کو قبول کر لیتے ہیں اگرچہ وہ زیادتی ثقہ کے مخالف ہی کیوں نہ ہو۔لیکن یاد رہے کہ شیخ البانی رحمہ اللہ نے اپنے اس منہج میں صرف اس زیادت ثقہ کو قبول کرتے ہیں جس میں کوئی روایت منقطع سے متصل یا مرسل وموقوف سے مرفوع بن رہی ہو۔

② متن میں زیادۃ الثقہ اور شیخ البانی رحمہ اللہ کا منہج

زیادۃ الثقۃ فی المتن میں شیخ البانی رحمہ اللہ کا منہج زیادۃ الثقۃ فی السند کے برعکس ہے۔آپ متن میں ثقہ کی زیادتی کو نہ تو مطلق طور پر قبول کرتے ہیں اور نہ ہی مطلق تور پر ردّ کرتے ہیں۔ بلکہ قبول کرنے کے لیے دو شرطیں لگاتے ہیں: کہ وہ اوثق اور اکثریت کے مخالف نہ ہو۔جیسا کہ آپ نے اس بات کا صراحتاً اظہار بھی کیا ہے:

((وزيادة الثقة انما تقبل اذا لم تكن مخالفة لرواية من هو أوثق منه،أو اكثر عددا، كما هو المعتمد عند المحدثين.))[1]

''زیارت ثقہ اس وقت تک قبول نہیں ہوگی جب وہ اوثق کے مخالف ہو یا اکثر کے مخالف ہو جیسا کہ یہ محدثین کا منہج ہے۔''

گویا شیخ البانی رحمہ اللہ بعض اصولوں اور فقہاء کی طرح زیادت ثقہ کو مطلق طور پر قبول نہیں کرتے بلکہ قرائن سے فیصلہ کرتے ہیں۔ جیسا کہ مثالوں سے واضح ہے۔شیخ نے سلسلہ صحیحہ میں ایک روایت نقل کی ہے۔

((لا، انما يكفيك ان تحثي على راسك ثلاث حثيات))[2]

''نہیں تمہیں بس اتنا ہی کافی ہے کہ تم اپنے سر پر تین چلو پانی کے ڈال لو۔''

پھر اس روایت کے تحت شیخ لکھتے ہیں:

''تحقیق اس روایت کو سفیان ثوری سے دو ثقہ راویوں یزید بن ہارون اور عبدالرزاق بن ہمام نے روایت کیا ہے۔ دونوں نے ہی اختلاف کیا ہے۔پس یزید نے بالکل وہی الفاظ بیان کیے ہیں جو ابن عیینہ کے ہیں اور دوسرے عبدالرزاق نے کہا ہے۔"فانقضه للهيضة والجنابه؟"تو اس روایت میں (حیض) کے الفاظ اضافی بیان کیے ہیں۔تو میرے خیال میں یہ الفاظ زیادت ہیں۔کیونکہ اس میں عبدالرزاق سفیان ثوری سے بیان کرنے میں اکیلا ہے لہٰذا یہ شاذ لفظ ہے۔''[3]

شیخ البانی رحمہ اللہ کی اس بحث سے واضح معلوم ہو رہا ہے کہ آپ متن میں ثقہ راوی کی زیادتی کو مطلقاً قبولیت کا درجہ نہیں دیتے۔ بلکہ اس کے لیے دو شرائط رکھتے ہیں۔وہ یہ ہے کہ وہ ثقہ راوی کی زیادتی کو اس وقت قبول کیا جائے گا جب اس کے مقابلے میں احفظ

---

[1] عز بن عبدالسلام، بداية السول، بتحقيق الالبانى، المكتبة الفاروقيه، قاهره، ص: ۵۴

[2] سلسلة الصحيحة، رقم الحديث: ۱۸۹

[3] سلسلة الصحيحة، تحت الحديث: ۱۸۹

اور اکثریت نہ ہو۔ یہی وجہ ہے کہ آپ نے اس روایت میں عبدالرزاق بن ھمام نامی ثقہ راوی کی زیادتی کو قبول نہیں کیا۔ بسا اوقات شیخ البانی رحمہ اللہ ثقہ راوی کی زیادت کو قبول کر لیتے ہیں جیسا کہ آپ نے سنن ابی داؤد کی ایک روایت کو صحیح کا درجہ دیا ہے۔ وہ روایت یہ ہے:

((ان النبی ﷺ مسح علی الجوربین والنعلین.))[1]

''بلاشبہ نبی کریم ﷺ نے دونوں جرابوں وجوتوں پر مسح کیا۔''

پھر اس پر جرح کرتے ہوئے شیخ لکھتے ہیں:

فبعد أن صححه قال: ((وقد اعله، بعض العلماء بعلة غير قادحة، منهم: أبو داؤد قال فقد قال علقمه: كان عبدالرحمن بن مهدى لايحدث بهذا الحديث لأن المعروف عن المغيرة أن النبى ﷺ مسح على الخفين.وهذا ليس بشىء، لأن السند صحيح ورجاله ثقات كما ذكرنا، وليس فيه مخالفة لحديث المغيرة المعروف فى المسح على الخفين فقط، بل فيه زيادة عليه، والزيادة من الثقة مقبولة كما هو مقرر فى المصطلح.))

اس کو صحیح قرار دیکر لکھتے ہیں:

''بعض علماء نے بغیر کسی واضح علت کے اسے معلول قرار دیا ہے۔ جن میں امام ابوداؤد شامل ہیں وہ فرماتے ہیں کہ تحقیق علقمہ نے فرمایا کہ عبدالرحمن بن مہدی اس حدیث کو بیان نہیں کرتے تھے۔ کیونکہ مغیرہ رضی اللہ عنہ سے مشہور ومعروف روایت یہی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے دونوں موزوں پر مسح کیا۔ یہ کوئی بات نہیں ہے۔ کیونکہ اس کی سند بھی صحیح ہے اور اس کے تمام راوی بھی ثقہ ہیں جیسا کہ ہم نے ذکر کیا اور اس میں مغیرہ رضی اللہ عنہ والی روایت کی مخالفت بھی نہیں ہے۔ بلکہ اس پر اضافہ ہے اور ثقہ راوی کا اضافہ قابل قبول ہے جیسا کہ مصطلح الحدیث کتب میں درج ہے۔''

اس روایت میں شیخ رحمہ اللہ نے ثقہ کی زیادتی کو قبول فرمایا ہے گویا شیخ البانی رحمہ اللہ بعض اوقات زیادتی ثقہ کو قبول کر لیتے ہیں اور بعض اوقات ردّ کر دیتے ہیں آخر کیا وجہ ہے؟ اس بات کا اظہار شیخ البانی رحمہ اللہ نے بھی کیا تھا۔ جب ابوالحسن ماربی نے آپ رحمہ اللہ سے مختلف سوالات کیے[2] تو ان سوالات میں سے ایک سوال زیادۃ الثقہ کے حوالے سے بھی ہے تو اس کے جواب میں شیخ نے فرمایا:

((الذى فهمنا أن الراجح عند ائمة العلم والذى نحن نجرى عليه ، أن زيادة الثقة مقبولة ، اذا كان ليس هناك من هو أرجح منه حفظًا أو كثرة ، فزيادة الثقة مقبوله بهذا لقيد ، وليس على الاطلاق كما هو مذهب بعض الأصولين، وما اشرت اليه من

---

[1] سنن ابی داؤد، کتاب الطھارۃ، باب غسل الرجل، رقم الحدیث: ۱۵۹

[2] ابوالحسن ماربی کے شیخ البانی سے سوالات، نیز اب یہ سوال کتابی شکل میں ''الدرر فی مسائل المصطلح والاثر'' کے نام سے شائع ہوئے ہیں۔

انه ينبغي الجمع ، فهذا إذا تيسر الجمع وكان ممكنا بحيث انه لايلزم منه الغمز في حفظ المخالفين لذلك الثقة فحينذاك بصار الى هذا الجمع ولا بأس منه))[1]

''ہم نے اس بارے میں جو فہم حاصل کیا ہے اور اہل علم کے ہاں راجح بات بھی یہی ہے اور ہم بھی اسی پر چل رہے ہیں کہ زیادت ثقہ اس وقت قابل قبول ہوتی ہے جب اس کے مدمقابل اوثق اور کثرت رواۃ نہ ہوں۔ اسی قید کے ساتھ ثقہ کی زیادت قبول ہے۔ بعض اصولیوں کا موقف ہے کہ اسے مطلقاً قبول کیا جائے جو کہ صحیح منہج نہیں ہے اور میں اس طرف بھی اشارہ کر دیتا ہوں کہ جو لوگ کہتے ہیں کہ ان کو ہر حال میں جمع کیا جائے گا تو جمع تطبیق کرنا اس وقت ممکن ہے جب اس سے اوثق اور حفظ کی مخالفت نہ ہو اگر زیادت ثقہ سے حفظ اور اوثق کی مخالفت ہو تو جمع وتطبیق کرنے کا کوئی فائدہ نہیں ہے۔''

گزشتہ تمام دلائل سے شیخ البانی رحمہ اللہ کے موقف کی واضح طور پر سمجھ آ رہی ہے کہ آپ رحمہ اللہ ثقہ کی زیادتی کو نہ تو مطلقاً قبول نہیں کرتے ہیں اور نہ ہی مطلق طور پر ردّ کرتے ہیں۔ بلکہ اس کو اس وقت قبول کرتے ہیں جب وہ اوثق اور کثرت کے خلاف نہ ہو۔ اگر اوثق اور اکثریت کے مخالف ہو تو شیخ نہ تو ثقہ کی زیادتی کو قبول کرتے ہیں اور نہ ہی جمع وتطبیق۔

زیادت ثقہ اور حافظ زبیر علی زئی رحمہ اللہ

حافظ زبیر علی زئی رحمہ اللہ زیادت ثقہ کے بارے میں یہ مؤقف رکھتے ہیں کہ وہ مطلقاً قابل قبول ہے چاہے وہ سند میں ہو یا متن میں۔ اسی لیے آپ نے اپنے علمی رسالہ ماہنامہ الحدیث کے منہج کی توضیح کرتے ہوئے فرمایا ہے:

''ثقہ وصدوق راوی کی زیادت کو ہمیشہ ترجیح حاصل ہے۔ مثلاً ایک ثقہ وصدوق روای کسی سند یا متن میں کچھ اضافہ بیان کرتا ہے۔ فرض کریں یہ اضافہ ایک ہزار راوی بیان نہیں کرتے۔ تب بھی اس اضافے کا اعتبار ہوگا اور اسے صحیح یا حسن سمجھا جائے گا۔ ایسی صورت میں یہ کہنا کہ فلاں فلاں راوی نے یہ الفاظ بیان نہیں کیے یا مخالفت کی ہے، مردود ہے۔''[2]

حافظ صاحب کی اس تحریر سے واضح پتہ چل رہا ہے کہ آپ زیادۃ الثقہ کو مطلقاً قبول کرنے کے قائل تھے۔ یہی وجہ ہے کہ آپ نے اپنے منہج کی مزید وضاحت کے لیے اپنے مقالات میں ایک تحقیقی مضمون لکھا۔ جس میں آپ لکھتے ہیں:

''ایک استاد کے شاگردوں میں سے کوئی شاگرد سند یا متن میں کوئی اضافہ بیان کرے جسے دوسرے بیان نہیں کرتے تو اسے زیادت کہا جاتا ہے۔ اگر زیادت بیان کرنے والا ثقہ ہو تو قولِ راجح میں یہ زیادت مقبول ہوتی ہے۔ بشرطیکہ اس میں ثقہ راویوں یا اوثق کی ایسی مخالفت نہ ہو جس میں تطبیق ممکن نہ ہو۔''[3]

---

[1] الجیلانی، محمد بن محمد، الدرر فی مسائل المصطلح والاثر مسائل ابی الحسن المصری، دار ابن حزم جدہ، ص: ۱۶

[2] الحدیث شمارہ نمبر: ۳۴، مارچ ۲۰۰۷ء، ص: ۳

[3] مقالات للزئی، ۲/ ۲۴۴

حافظ صاحب کی اس بحث سے یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ آپ زیادۃ الثقہ کو مطلقاً قبول کر لیتے ہیں۔ چنانچہ اس کے بعد آپ نے چند محدثین کے اقوال نقل کیے ہیں۔ جو زیادت ثقہ کو حجت گردانتے تھے۔

① ۔خطیب بغدادی فرماتے ہیں:

((قال الجمهور من الفقهاء وأصحاب الحديث: زيادة الثقة مقبولة إذا انفرد بها))

''جمہور فقہاء اور اصحاب الحدیث نے کہا: ثقہ کی زیادت مقبول ہے جس کے ساتھ وہ منفرد ہو۔'' [الکفایہ، ص: ۴۴۴]

② ۔حاکم نیشاپوری فرماتے ہیں:

((وهذا شرط الصحيح عند كافة فقهاء أهل الإسلام أن الزيادة في الأسانيد والمتون من الثقات مقبولة.))

''اہل اسلام کے تمام فقہاء کے نزدیک صحیح (حدیث) کی شرط یہ ہے کہ اسانید اور متون میں ثقہ راویوں کی زیادت مقبول ہوتی ہے۔'' [المستدرک، ۱/ ۳، دوسرا نسخہ، ۱/ ۴۲]

③ ۔مشہور عالم اور منجنیق الغرب حافظ ابن حزم اندلسی الظاہری فرماتے ہیں:

((وإذا روى العدل زيادة على ما روى غيره فسواء انفرد بها او شاركه فيها غيره: مثله أو دونه أو فوقه فا لا خذ بتلك الزيادة فرض...))

''جب دوسرے راویوں کی روایات پر کوئی عادل راوی زیادت بیان کرے۔ وہ اس میں منفرد ہو یا کسی دوسرے نے اس کی مشارکت کی ہو وہ اسی جیسا ہو یا اس سے نچلے درجے کا ہو یا اس سے اعلیٰ ہو۔ پس اس زیادت کو لینا فرض ہے۔'' [الاحکام فی اصول الاحکام، ۲/ ۲۱۶، فصل فی زیادۃ العدل]

④ ۔امام بخاری رحمہ اللہ صحیح بخاری میں ایک جگہ فرماتے ہیں:

((والزيادة مقبولة))[1]

''اور زیادت مقبول ہے۔''

⑤ ۔امام مسلم بن الحجاج النیسابوری رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

((والزيادة في الأخبار لايلزم إلا عن الحافظ الذين لم يعثر عليهم الوهم في حفظهم.))

''اور روایات میں زیادت لازم نہیں ہے مگر ان حفاظ سے جن کے حافظے میں وہم نہیں پایا گیا۔'' [الاول من کتاب التمییز، ص: ۵۰، رقم ۵۹]

---

[1] صحیح بخاری، رقم الحدیث: ۱۴۸۳

یعنی امام مسلم کے نزدیک ثقہ حافظ کی زیادت مقبول ہے۔

چند محدثین کے زیادۃ الثقہ کے بارے میں اقوال نقل کرنے کے بعد شیخ حافظ زبیر علی زئی رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

''ثقہ کی زیادت کے بارے میں محدثین کرام اور علمائے حق کے اور بھی بہت سے اقوال وحوالے ہیں۔جن کا خلاصہ یہ ہے کہ ثقہ راوی کا اضافہ (زیادت) اگر ثقہ راویوں اور اوثق کے منافی نہ ہو (جس میں تطبیق نہ ہو سکے) تو یہ اضافہ (زیادت) مقبول ہے۔''①

اس کے بعد آپ نے ثقہ راوی کی زیادت سے متعلقہ دس ایسی مثالیں دی ہیں۔جن کو محدثین اور موجودہ دور کے اہل السنۃ والجماعۃ کے محقق علماء صحیح تسلیم کرتے ہیں۔ان میں سے صرف ایک درج ذیل ہے:

مثال نمبر①:امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ نے فرمایا:

ثنا يحيى بن سعيد عن سفيان: حدثني سماك عن قبيصة بن هلب عن أبيه قال:((رأيت النبيﷺ ينصرف عن يمينه وعن شماله ورأيته يضع هذه على صدره/ وصف يحيى اليمنى على اليسرىٰ فوق المفصل))

''ہلب الطائی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو (نماز سے فارغ ہو کر) دائیں اور بائیں (دونوں) طرف سلام پھیرتے ہوئے دیکھا ہے اور دیکھا ہے کہ آپ یہ (ہاتھ) اپنے سینے پر رکھتے تھے۔یحییٰ (القطان راوی) نے دائیں ہاتھ کو بائیں ہاتھ کے جوڑ پر رکھ کر (عملاً) بتایا۔''

اس روایت کو ذکر کرنے کے بعد حافظ صاحب نے اس کی سند کو حسن لذاتہ کہا ہے۔پھر لکھتے ہیں:

''محمد بن علی النیموی صاحب نے یہ اعتراض کیا ہے کہ اسے وکیع اور عبدالرحمن بن مہدی نے ''علی صدرہ'' کے بغیر روایت کیا ہے۔ابوالاحوص اور شریک نے اسے اس زیادت کے بغیر بیان کیا ہے (لہٰذا) یہ (زیادت) محفوظ نہیں ہے۔[دیکھیے آثار السنن (ص:۱۴۴،ح:۳۲۶)] مولانا عبدالرحمن مبارکپوری رحمہ اللہ نے اس مسئلے میں نیموی صاحب کا زبردست اور مضبوط ردّ کیا ہے۔دیکھیے ابکار المنن (ص:۱۱۳،۱۱۴) خلاصہ یہ کہ اس روایت میں علیٰ صدرہ کا اضافہ صرف مسند احمد میں ہے اور دوسری کتابوں میں مثلاً سنن ترمذی، سنن ابن ماجہ اور سنن دارقطنی وغیرہ میں یہ اضافہ نہیں ہے تو کیا اس زیادت کو ردّ کر دیا جائے گا؟''②

مذکورہ بحث سے یہ بات علم میں آتی ہے کہ حافظ زبیر علی زئی رحمہ اللہ ثقہ راوی کی زیادت کو مطلقاً قبول کر لیتے ہیں۔چاہے وہ سند میں ہو یا متن میں۔

ساری بحث کا خلاصہ یہ ہے کہ شیخ البانی رحمہ اللہ زیادت ثقہ کو سند میں مطلقاً قبول کرتے ہیں البتہ متن میں دو شرائط لگاتے ہیں کہ وہ

---

① تحقیقی وعلمی مقالات،۲/۲۴۸

② مقالات للزئی،۲/۲۴۶

اوثق اور اکثر رواۃ کے مخالف نہ ہو، جبکہ حافظ زبیر علی زئی رحمہ اللہ زیادت ثقہ کو سند و متن میں مطلقاً قبول کرنے کے قائل تھے۔ دلائل کی روشنی میں راقم کو بھی شیخ البانی کا منہج صحیح لگتا ہے کیونکہ زیادت ثقہ کو نہ تو مطلق طور پر ردّ کیا جا سکتا ہے اور نہ مطلق طور پر قبول۔

⑤ جرح وتعدیل میں ترجیح

جرح وتعدیل کسی راوی کے بارے میں متقدم محدثین کی آراء ہوتی ہیں انہی آراء واقوال کی روشنی میں کسی بھی راوی توثیق وتضعیف کی جاتی ہے۔ شیخ البانی اور حافظ زبیر علی زئی رحمہ اللہ کے مابین جرح وتعدیل کی ترجیح میں بھی اختلاف تھا۔ یعنی جب جرح وتعدیل میں تعارض آجائے تو شیخ البانی رحمہ اللہ قرائن اور مفسر کو دیکھتے ہیں۔ لیکن حافظ صاحب رحمہ اللہ کثرت کے قائل تھے۔ اس کی وضاحت درج ذیل ہے۔

جرح وتعدیل میں تعارض اور شیخ البانی رحمہ اللہ

جرح وتعدیل میں تعارض ہونے کی صورت میں شیخ البانی رحمہ اللہ مفسر کو مبہم پر ترجیح دیتے ہیں۔ جس کا اظہار شیخ البانی رحمہ اللہ نے خود ہی سلسلہ ضعیفہ میں کیا ہے آپ فرماتے ہیں:

((إنه من الثابت في علم الجرح التعديل، أن الجرح وبخاصة إذا كان مفسرا مقدم على التعديل.))[1]

''جرح وتعدیل میں یہ بات ثابت ہے کہ جب جرح مفسر ہو اسے تعدیل پر مقدم کیا جائے گا۔''

شیخ البانی رحمہ اللہ نے اپنی ساری تحقیق میں جرح وتعدیل کے اسی اصول کو مدنظر رکھا ہے۔ اسی سے متعلقہ چند مثالیں درج ذیل ہیں:

① سعید بن بشیر الازری:

آپ مشہور تبع تابعی ہیں آپ کی عدالت کے بارے میں محدثین کے مابین اختلاف ہے۔ شعبہ نے آپ رحمہ اللہ کی توثیق صدوق الحدیث کے الفاظ سے کی ہے۔ جبکہ امام احمد رحمہ اللہ، ابن حجر رحمہ اللہ[2] اور امام نسائی رحمہ اللہ نے ضعیف کہا ہے۔ اور ابن حبان نے کہا ہے کہ یہ فحش الغلط یعنی کثرت خطاء کا حامل ہے۔

گو یا امام ابن حبان نے مفسر جرح کی ہے۔ تو اس لیے شیخ البانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

فهذا جرح مفسر، يقدم على توثيق شعبة.[3]

''یہ مفسر جرح ہے جس کو شعبہ کی توثیق پر مقدم کیا جائے گا۔''

---

[1] مقدمہ سلسلۃ الضعیفۃ، ۱/۱۳

[2] ابن حجر عسقلانی، ابو الفضل شہاب الدین احمد، تقریب التہذیب، دار الکتب العلمیۃ، بیروت، ۱/۳۴۹

[3] ارواء الغلیل، تحت الحدیث: ۳۶۹

②۔الاحصر بن عجلان:

احصر بن عجلان شیبانی تبع تابعی ہیں۔آپ کی عدالت میں بھی محدثین کا اختلاف ہے۔ابن معین نے آپ کے بارے میں فرمایا:''صالح''۔امام نسائی نے آپ کو ثقہ قرار دیا ہے۔اسی طرح حافظ ابن حجر نے آپ کو صادق کہا ہے۔لیکن امام ازری نے آپ کو لین کہا ہے۔لہذا اس راوی کو شیخ نے ثقہ تسلیم کیا ہے کیونکہ جرح غیر مفسر ہے۔

③۔عتبہ بن حکیم الھمدانی:

یہ ایک مشہور راوی حدیث ہیں۔ان کی عدالت کے بارے میں بھی آئمہ کرام کا اختلاف ہے۔بعض آئمہ نے آپ کی تعدیل کی ہے اور بعض نے آپ پر جرح کی ہے۔تو آپ کی توثیق کرنے والے آئمہ یہ ہیں:

مروان بن محمد الطاطری،ابن معین،ابو حاتم الرازی،دحیم،ابوزرعہ دمشقی،ابن عدی،طبرانی اور ابن حبان رحمہم اللہ ہیں۔

اور آپ پر جرح کرنے والے محدثین یہ ہیں:

احمد بن حنبل،ابن معین،محمد بن عوف،نسائی،ابن حبان،دارقطنی اور بیہقی رحمہم اللہ۔[1]

گویا آپ کی توثیق کرنے والے اور تضعیف کرنے والے برابر کی تعداد میں ہیں۔

تو شیخ البانی رحمہ اللہ نے اس راوی کے بارے میں تعداد کو نہیں بلکہ جرح وتعدیل کے مراتب (الفاظ جرح وتعدیل) کو دیکھتے ہوئے ان پر ثقہ کا حکم جاری کیا ہے۔گزشتہ تمام مثالوں سے یہ بات واضح ہوئی کہ شیخ البانی رحمہ اللہ جرح وتعدیل میں تعارض ہونے کی صورت میں کثرت تعداد کو نہیں بلکہ مفسر اور مبہم الفاظ کو دیکھ کر فیصلہ کرتے ہیں۔

جرح وتعدیل میں تعارض اور حافظ زبیر علی زئی رحمہ اللہ

جب جرح وتعدیل میں محدثین مابین اختلاف ہو تو حافظ صاحب رحمہ اللہ کا مؤقف شیخ البانی رحمہ اللہ سے مختلف ہے آپ کا نقطہ نظر یہ ہے کہ دونوں طرف دیکھا جائے جدھر تعداد زیادہ ہوگی وہ حکم مقدم ہوگا۔اس بات کا اظہار آپ نے نور العینین میں بھی کیا ہے۔

''جس کو ائمہ محدثین ثقہ یا ضعیف کہیں تو وہ ہمیشہ ثقہ یا ضعیف ہی ہوتا ہے اور اگر ان کا اختلاف ہو اور جرح وتعدیل دونوں مفسر اور متعارض ہوں،تطبیق ممکن نہ ہو تو آئمہ محدثین (ثقہ،مشہور اور ماہر اہل فن) کی اکثریت کو ہمیشہ اور لامحالہ ترجیح ہوگی۔''[2]

اسی بات کو مزید واضح کرنے کے لیے آپ نے درج ذیل انداز میں دو مثالیں پیش کی ہیں:

مثال① دس نے کہا:''الف'' ثقہ ہے۔

ایک نے کہا:''الف''،''ب''ضعیف ہیں

---

[1] جهود الشيخ الباني، ص: ۳۵۴

[2] نور العینین،ص:۶۱

نتیجہ: ''الف'' ثقہ ہے اور ''ب'' میں ضعف ہے۔

مثال ② دس نے کہا: ''ج'' ضعیف ہے۔

ایک نے کہا: ''ج''، ''د'' ثقہ ہے۔

نتیجہ: ''ج'' ضعیف ہے اور ''د'' ثقہ ہے۔

گویا جرح وتعدیل میں حافظ زبیر علی زئی رحمہ اللہ کثرت تعداد کے قائل تھے۔ یہی وجہ ہے کہ آپ نے مؤمل بن اسماعیل راوی کی توثیق کثرت کی بنا پر کی ہے آپ لکھتے ہیں:

تعدیل کرنے والے	جدول: مؤمل بن اسماعیل
①: یحییٰ بن معین	ثقة (تاریخ ابن معین: ۲۳۵)
②: الضیاء المقدسی	أورد حدیثه فی المختارة (۱/۳۴۵، ح: ۲۳۷)
③: ابن حبان	ذکره فی الثقات وقال: ربما أخطا (۹/۱۸۷)
④: احمد	روی عنه (دیکھیے مجمع الزوائد، ۱/۸۰)
⑤: ابن شاہین	ذکره فی کتاب الثقات (۱۴۱۶)
⑥: الدارقطنی	صحح له فی سننه (۲/۱۸۶، ح: ۲۲۶۱)
⑦: سلیمان بن حرب	یحسن الثناء علیه (کتاب المعرفة والتاریخ، ۳/۵۲)
⑧: الحاکم	صحح له فی المستدرك (۱/۳۸۴)
⑨: الذہبی	کان من ثقات البصریین (العبر، ۱/۳۵۰)
⑩: الترمذی	صحح له فی سننه (۶۷۲)
⑪: ابن کثیر	قواه فی تفسیره (۴/۲۲۳)
⑫: الہیثمی	ثقة وفیه ضعف، المجمع (۸/۱۸۳)
⑬: ابن خزیمہ	أخرج عنه، فی صحیحه (۱/۲۴۳، ح: ۴۷۹)
⑭: البخاری	أخرج عنه تعلیقًا فی صحیحه (دیکھیے، ح ۲۷۰۰)

جرح کرنے والے	جرح
①۔ ابوحاتم	صدوق شدید فی السنة کثیر الخطا یکتب حدیثه (کتاب الجرح والتعدیل، ۸/۳۷۴)

②۔ابوزرعہ الرازی	فی حدیثه خطا کثیر (یہ قول ابوزرعہ سے ثابت نہیں ہے)
③۔یعقوب بن سفیان	یروی المنا کیر عن ثقات شیوخنا....(العرفۃ والتاریخ، ۵۲/۳)
④۔الساجی	صدوق کثیر الخطاوله أوهام (یہ قول ثابت نہیں ہے)
⑤۔ابن سعد	ثقة کثیر الغلط (طبقات ابن سعد، ۵۰۱/۵)
⑥۔ابن قانع	صالح یخطی (یہ قول ثابت نہیں ہے)
⑦۔الدارقطنی	صدوق کثیر الغلط (سوالات الحاکم للدارقطنی ۴۹۲)
⑧۔محمد بن نصر المروزی	سئی الحفظ کثیر الغلط (یہ قول ثابت نہیں ہے)
⑨۔ابن حجر	صدوق سئی الحفظ (تقریب التہذیب:۷۰۲۹)

مؤمل بن اسماعیل پر جرح وتعدیل کرنے والے تمام محدثین ذکر کرنے کے بعد حافظ صاحب نے نتیجہ ان الفاظ میں لکھا ہے:

''اس تحقیق سے معلوم ہوا کہ آئمہ محدثین کی اکثریت کے نزدیک مؤمل بن اسماعیل ثقہ یا حسن الحدیث ہیں اور ثقہ عدد کثیر کی بات عدد قلیل پر حجت ہے۔''[1]

اس سے پتہ چلا کہ حافظ زبیر علی زئی ؒ جرح وتعدیل میں تعارض کی صورت میں عدد کثیر اور قلیل کو دیکھتے ہیں۔

جرح وتعدیل میں شیخ البانی ؒ اور حافظ زبیر علی زئی ؒ کے اختلاف کا خلاصہ یہ ہے کہ شیخ البانی ؒ جرح تعدیل میں تعارض کی صورت میں مفسر ومبہم اور مراتب جرح وتعدیل کو دیکھتے ہیں جبکہ حافظ زبیر علی زئی ؒ کثرت وقلت تعداد کو مدنظر رکھ کر فیصلہ صادر کرتے ہیں۔ دلائل اور قرائن کو مدنظر رکھتے ہوئے راقم کا جھکاؤ بھی شیخ البانی ؒ کی طرف ہے۔ کیونکہ حافظ زبیر علی زئی ؒ نے خود بھی ایک مقام پر اس بات کا اقرار کیا ہے کہ جرح مفسر کو تعدیل مبہم پر ترجیح دی جاتی ہے، لیکن مؤمل بن اسماعیل کے بارے میں حافظ صاحب نے اس اصول کو نہیں اپنایا۔ بلکہ کثرت وقلت تعداد کی طرف چلے گئے ہیں۔

یادرکھیے محدثین نے کبھی بھی اکثریت کو دیکھ کر فیصلہ نہیں کیا۔ البتہ جرح وتعدیل کی ترجیح میں اکثریت ایک قرینہ ہے۔ جس کا اظہار خطیب بغدادی نے الکفایہ میں کیا ہے۔ لیکن اس کے ساتھ دیگر قرائن بھی موجود ہیں۔ جیسے: حفاظ کے اقوال کو ترجیح دینا یا پھر معتدل امام کو متساہل ومتشدد پر ترجیح دینا۔[2] تو شیخ البانی ؒ جرح وتعدیل کے تعارض میں تمام قرائن کو مدنظر رکھتے ہیں جبکہ حافظ زبیر علی زئی ؒ جرح مفسر اور اکثریت کو عموماً مدنظر رکھتے ہیں۔ اسی لیے شیخ البانی کا مسلک ومنہج راجح ہے۔

⑥ جرح وتعدیل کے لیے سند کی حیثیت

کسی راوی کی توثیق وتضعیف میں جرح وتعدیل کی اہمیت بہت زیادہ ہے۔ دراصل جرح وتعدیل کسی راوی کے بارے میں

---

[1] زئی، حافظ زبیر علی، نماز میں ہاتھ باندھنے کا حکم اور مقام، مکتبہ اسلامیہ، لاہور، ص: ۳۰

[2] الخطیب بغدادی، ابوبکر احمد بن علی، الکفایہ فی علم الروایۃ، المکتبۃ العلمیہ، مدینہ منورہ، ص: ۱۷۷

متقدم محدثین کی آراء ہیں انہی آراء واقوال کی روشنی میں کسی بھی راوی توثیق وتضعیف کی جاتی ہے۔

شیخ البانی ﷫اور حافظ زبیرعلی زئی ﷫کے مابین اختلافی اصولوں میں سے ایک اختلافی اصول یہ بھی ہے کہ شیخ البانی جرح وتعدیل میں متقدم محدثین کے بغیر سند اقوال کے قابل حجت سمجھتے ہیں جبکہ زبیرعلی زئی ﷫بغیر سند کے جرح وتعدیل کو قبول نہیں کرتے۔جس کی وضاحت درج ذیل ہے۔

شیخ البانی ﷫کے نزدیک جرح وتعدیل میں سند کی حیثیت

جرح وتعدیل میں شیخ البانی ﷫کا مؤقف یہ ہے کہ آپ متقدم محدثین کی جرح وتعدیل کو بغیر کسی سند کے قبول کر لیتے ہیں۔ جس کا اظہار آپ نے کھل کر تونہیں کیا۔البتہ اس بات کا فیصلہ آپ کی تحقیقات وتالیفات کا مطالعہ کرنے سے ہوتا ہے۔

جیسا کہ آپ نے سلسلہ ضعیفہ میں ایک حدیث نقل کی ہے:

((الحج جهاد والعمره تطوع.))[1]

''حج جہاد ہے اور عمرہ نفل ہے۔''

پھر آپ نے اس روایت کی سند میں موجود ایک راوی حسن پر جرح کرتے ہوئے مختلف آئمہ کے اقوال کو نقل کیا ہے۔

①.قال فيه أحمد:

((أحاديثه بواطيل))

②.والحسن قال فيه النسائي:

((ليس بثقة))

③.قال الدارقطني:

((متروك))

④.قال ابن حبان:

((منكر الحديث جدًا، يروي عن الثقات مالا أصل له.))[2]

شیخ البانی ﷫نے حسن راوی پر جرح کرتے ہوئے چار محدثین کے اقوال ذکر کیے ہیں مگر کسی کی تعدیل وجرح کو ضعیف نہیں کہا۔شیخ البانی ﷫جرح وتعدیل میں متقدم محدثین کے بے سند اقول پر اعتماد کرتے تھے۔ کیونکہ جرح وتعدیل کی کتب میں اکثر اقوال بغیر اسناد کے ہیں۔جیسا کہ امام مزی ﷫نے بھی فرمایا ہے کہ میں طوالت کی وجہ سے اسناد حذف کرر ہا ہوں۔

حافظ زبیرعلی زئی ﷫کے ہاں جرح وتعدیل میں سند کی حیثیت

حافظ زبیرعلی زئی ﷫کے نزدیک جرح وتعدیل کے لیے بھی سند کا ہونا ضروری ہے۔اگر جرح وتعدیل میں سند نہیں تو اس جرح

---

[1] سلسلة الضعيفة، رقم الحديث: ۲۰۰

[2] سلسلة الضعيفة، تحت الحديث: ۲۰۰

وتعدیل کی کوئی حیثیت نہیں ہے۔ حافظ صاحب نے مؤمل بن اسماعیل کی توثیق کرتے ہوئے اس بات کا اظہار کھل کر کیا ہے چنانچہ آپ نے مؤمل بن اسماعیل پر ہونے والی بعض محدثین کی جرح کو سند نہ ہونے کی وجہ سے قبول نہیں کیا:

قال ابو زرعه الرازی ((فی حدیثه خطأ کثیر))

آپ فرماتے ہیں: ''یہ قول میزان الاعتدال میں بلا سند ہے۔''

محمد بن نصر المروزی نے کہا ہے:

((کان سئی الحفظ کثیر الغطاء))

تو حافظ صاحب لکھتے ہیں ''یہ قول بھی بلا سند ہے۔''

گویا حافظ زبیر علی زئی رحمہ اللہ نے مؤمل پر ابوزرعہ، محمد بن نضیر، عبد الباقی بن قانع اور زکریا بن یحییٰ الساجی کی جرح کو بغیر سند کے قبول نہیں کیا اور آخر پر مزید لکھتے ہیں:

''حافظ مزی، حافظ ذہبی اور ابن حجر نے بغیر کسی سند کے امام بخاری سے نقل کیا ہے کہ انہوں نے مؤمل کے بارے میں فرمایا۔ منکر الحدیث حالانکہ یہ جرح ان کی کسی کتاب میں نہیں ملی۔''[1]

اس ساری بحث کا خلاصہ یہ ہے کہ شیخ البانی رحمہ اللہ جرح وتعدیل کے لیے سند کو ضروری نہیں سمجھتے جبکہ حافظ زبیر علی زئی بلا سند جرح وتعدیل کو تسلیم نہیں کرتے۔ حرج وتعدیل میں سند کی حیثیت سے متعلق راقم کو جو بات سمجھ آتی ہے وہ یہ ہے کہ جرح وتعدیل کے لیے سند کا ہونا بھی ایک لازمی جزو ہے۔ لیکن بعض محدثین نے طوالت کے ڈر کی وجہ سے اسناد کو حذف کر دیا تھا۔ جیسا کہ امام مزی رحمہ اللہ نے صراحت بھی کی ہے کہ جہاں میں سند ذکر نہ کروں تو اس کا مطلب یہ ہے کہ وہ سند میرے نزدیک قابل اعتراض نہیں۔ لیکن تمام محدثین نے اس طرح کی صراحت نہیں کی۔ گویا جس محدث کی صراحت مل جائے تو اس کی بلا سند جرح وتعدیل قابل قبول ہوتی ہے۔ اور جن کی صراحت نہ ملے تو ان کے نقل کردہ اقوال کی تحقیق ہونی چاہیے۔ میرے ناقص علم کے مطابق شیخ البانی رحمہ اللہ نے منہج کو حافظ زبیر علی زئی رحمہ اللہ کے منہج پر ترجیح حاصل ہے۔

⑦ صحیحین کی صحت

شیخ البانی رحمہ اللہ اور حافظ زبیر علی زئی رحمہ اللہ کے مابین ایک اختلاف یہ ہے کہ دونوں بخاری ومسلم کی تمام روایات کی صحت پر متفق نہیں ہیں۔ بلکہ شیخ البانی صحیحین کی چند روایات کو ضعیف قرار دیتے ہیں اور حافظ زبیر علی زئی رحمہ اللہ تمام روایات کو صحیح تسلیم کرتے ہیں۔

صحیحین اور شیخ البانی رحمہ اللہ

شیخ البانی رحمہ اللہ صحیحین میں موجود تمام روایات کو صحیح تسلیم نہیں کرتے تھے۔ بلکہ آپ نے بخاری کی اور مسلم کی چند روایات کو ضعیف قرار دیا ہے جن میں سے چند ایک درج ذیل ہیں۔

---

[1] زئی، زبیر علی، نماز میں ہاتھ باندھنے کا حکم اور مقام، ص: ۳۱

① بخاری کی حدیث نمبر: ۲۲۲۷

((عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ ﷛، عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: " قَالَ اللّٰهُ: ثَلَاثَةٌ أَنَا خَصْمُهُمْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ: رَجُلٌ أَعْطَى بِي ثُمَّ غَدَرَ، وَرَجُلٌ بَاعَ حُرًّا فَأَكَلَ ثَمَنَهُ، وَرَجُلٌ اسْتَأْجَرَ أَجِيرًا فَاسْتَوْفَى مِنْهُ وَلَمْ يُعْطِ أَجْرَهُ.))

بخاری کی اس روایت کو شیخ ؒ نے اپنی کتاب ''ضعیف الترغیب والترھیب'' میں ضعیف قرار دیا ہے۔[1]

② بخاری کی حدیث نمبر: ۲۲۷۰

((ثَلَاثَةٌ أَنَا خَصْمُهُمْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ، رَجُلٌ أَعْطَى بِي ثُمَّ غَدَرَ، وَرَجُلٌ بَاعَ حُرًّا فَأَكَلَ ثَمَنَهُ، وَرَجُلٌ اسْتَأْجَرَ أَجِيرًا فَاسْتَوْفَى مِنْهُ وَلَمْ يُعْطِهِ أَجْرَهُ.))

بخاری کی اس روایت کو شیخ ؒ نے اپنی کتاب ''الجامع الصغیر وزیادتہ'' میں ضعیف قرار دیا ہے۔[2]

③ بخاری کی حدیث نمبر: ۲۸۵۵

((كَانَ لِلنَّبِيِّ ﷺ فِي حَائِطِنَا فَرَسٌ يُقَالُ لَهُ اللُّحَيْفُ، قَالَ أَبُو عَبْدِ اللّٰهِ: " وَقَالَ بَعْضُهُمْ: اللُّخَيْفُ.))

بخاری کی اس روایت کو شیخ ؒ نے ابی ابن عباس کی وجہ سے اپنی کتاب ''الجامع الصغیر وزیادتہ'' میں ضعیف قرار دیا ہے۔[3]

④ بخاری کی حدیث نمبر: ۱۳۶

سیدنا ابو ہریرہ ﷛ فرماتے ہیں کہ میں نے نبی کریم ﷺ سے سنا آپ فرما رہے تھے:

((إِنَّ أُمَّتِي يُدْعَوْنَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ غُرًّا مُحَجَّلِينَ مِنْ آثَارِ الْوُضُوءِ، فَمَنِ اسْتَطَاعَ مِنْكُمْ أَنْ يُطِيلَ غُرَّتَهُ فَلْيَفْعَلْ.))

شیخ ؒ نے اس حدیث کے دوسرے حصہ ''فَمَنِ اسْتَطَاعَ مِنْكُمْ أَنْ يُطِيلَ غُرَّتَهُ فَلْيَفْعَلْ'' کو اپنی کتاب ''سلسلۃ الاحادیث الضعیفۃ'' میں ابو ہریرہ ﷛ کا قول قرار دے کر ضعیف قرار دیا ہے۔[4]

اب ہم ذیل میں مسلم کی چند دو روایات پیش کرتے ہیں جن کو شیخ ؒ نے اپنی بعض کتب میں ضعیف قرار دیا ہے۔

⑤ مسلم کی حدیث نمبر: ۱۹۶۳

((لَا تَذْبَحُوا إِلَّا مُسِنَّةً، إِلَّا أَنْ يَعْسُرَ عَلَيْكُمْ، فَتَذْبَحُوا جَذَعَةً مِنَ الضَّأْنِ))

---

[1] الالبانی، محمد ناصر الدین، ضعیف الترغیب والترھیب، مکتبہ المعارف، رقم الحدیث: ۱۷۷۱

[2] البانی، محمد ناصر الدین، الجامع الصغیر وزیادتہ، المکتب الاسلامی، رقم الحدیث: ۱۹۹۶

[3] جامع الصغیر، رقم الحدیث: ۱۸۴۸

[4] سلسلۃ الضعیفۃ، رقم الحدیث: ۱۰۳۰

مسلم شریف کی اس حدیث کو اپنی کتاب ''الجامع الصغیر وزیادتہ'' میں بھی اس کو ضعیف قرار دیتے ہیں۔[1] نیز اپنی کتاب ''سلسلۃ الاحادیث الضعیفۃ'' میں بھی اس کو ضعیف قرار دیتے ہیں۔[2]

اسی طرح شیخ رحمہ اللہ نے ذیل احادیث کو بھی ضعیف قرار دیا ہے۔

⑥ مسلم کی حدیث ۱۴۳۷ کو اپنی کتاب ''ضعیف الترغیب والترھیب'' میں منکر قرار دیا ہے۔[3]

⑦ مسلم کی حدیث نمبر ۷۶۸ کو ضعیف ابی داؤد میں ضعیف قرار دیا ہے۔[4]

⑧ مسلم کی حدیث نمبر ۲۴۶ کو سلسلہ ضعیفہ میں ضعیف قرار دیا ہے۔[5]

مذکورہ تمام مثالوں سے پتہ چلتا ہے کہ شیخ البانی رحمہ اللہ کے نزدیک بخاری و مسلم میں موجود تمام روایات صحیح نہیں ہیں۔

صحیحین اور حافظ زبیر علی زئی رحمہ اللہ

حافظ زبیر علی زئی رحمہ اللہ کا صحیحین کے بارے میں مؤقف یہ ہے کہ اس میں موجود تمام متصل اور مرفوع احادیث صحیح ہیں۔ آپ نے اس بات کا اظہار اپنے مجلہ الحدیث میں بھی کیا ہے۔

''اس پر امت کا اجماع ہے کہ صحیحین (صحیح بخاری و صحیح مسلم) کی تمام مسند متصل مرفوع احادیث صحیح اور قطعی الصحت ہیں۔''[6]

اس کے بعد آپ نے شاہ ولی اللہ رحمہ اللہ کا فرمان بطور حجت پیش کیا ہے۔ شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

''صحیح بخاری اور صحیح مسلم کے بارے میں تمام محدثین متفق ہیں۔ کہ ان کی تمام متصل اور مرفوع احادیث یقیناً صحیح ہیں۔ یہ دونوں کتابیں اپنے مصنفین تک بالتواتر پہنچتی ہیں جو ان کی عظمت نہ کرے وہ بدعتی ہے جو مسلمانوں کی راہ کے خلاف چلتا ہے۔''[7]

اسی طرح آپ رحمہ اللہ نے اپنے شمارہ الحدیث میں یہ ثابت کیا ہے کہ صحیحین کی صحت پر اجماع ہے۔ اور ان میں موجود تمام روایات مقبول ہیں۔

آپ لکھتے ہیں کہ امام محمد بن طاہر المقدسی رحمہ اللہ (متوفی ۵۰۷ھ) نے فرمایا:

---

[1] جامع الصغیر، رقم الحدیث: ۱۴۳۶۱

[2] سلسلۃ الضعیفۃ، تحت الحدیث: ۶۵

[3] ضعیف الترغیب والترھیب، رقم الحدیث: ۱۲۴۰

[4] ضعیف ابی داؤد، رقم الحدیث: ۲۸۷

[5] سلسلۃ الضعیفۃ، رقم الحدیث: ۱۰۳۰

[6] الحدیث حضرو شمارہ: ۳، اگست ۲۰۰۴ء، ص: ۸ / اختصار علوم الحدیث لابن کثیر، ص: ۳۵

[7] الحدیث حضرو شمارہ نمبر ۳، اگست ۲۰۰۴ء، ص: ۸

((وبيننا وبينهم في هذه المسائل في التحليل والتحريم ما أُخرج في الصحيحن لابي عبدالله البخاري ولا بي الحسين مسلم النيسابوري، الذي أجمع المسلمون على قبول ما اخرج في كتابيهما، أو ما كان على شرطهما ولم يخرجاه، رضوان الله عليهما.))[1]

''حلال اور حرام کے ان مسائل میں ہمارے اور ان لوگوں کے درمیان وہ (حدیثیں) ہیں جو صحیحین میں درج ہیں، ابوعبداللہ البخاری کی صحیح بخاری اور ابوالحسین مسلم النیسابوری کی صحیح مسلم، جن کے بارے میں مسلمانوں کا اجماع ہے کہ ان کتابوں میں موجود تمام روایات مقبول ہیں اور جو روایات صحیحین میں نہیں، لیکن بخاری و مسلم کی شرط پر صحیح ہیں تو وہ بھی مقبول ہیں۔ اللہ ان سے راضی ہو۔''

خلاصہ کلام یہ ہے کہ شیخ البانی ؒ نے صحیحین میں تقریباً (۳۰ بقول زبیر علی زئی ؒ) روایات کو ضعیف قرار دیا ہے جبکہ حافظ زبیر علی زئی ؒ نے ان کی صحت پر اعتماد کیا ہے اور ان کی متصل و مرفوع تمام روایات کو صحیح گردانا ہے۔ صحیحین کی احادیث کی صحت کے حوالے سے حافظ زبیر علی زئی ؒ کا مؤقف جمہور محدثین کی عکاسی کرتا ہے۔ جبکہ شیخ البانی کا منہج جمہور کے برعکس ہے۔

خلاصہ فصل

اس ساری فصل کا خلاصہ یہ ہے کہ شیخ البانی ؒ و حافظ زبیر علی زئی ؒ کا (۷) اصولوں میں اختلاف ہے جو کہ درج ذیل ہیں:

① ۔شیخ البانی ؒ حسن لغیرہ کی حجیت کے قائل تھے جبکہ حافظ زبیر علی زئی ؒ اس کو حجت تسلیم نہیں کرتے ہیں۔

② ۔شیخ البانی ؒ مدلس راوی کی روایت پر حکم قلت و کثرت تدلیس اور طبقات کو مدنظر رکھ کر لگاتے ہیں۔ جبکہ حافظ زبیر علی زئی ؒ مدلس کی روایت کو مطلقاً قبول نہیں کرتے تھے۔

③ ۔شیخ البانی ؒ تابعی ابراہیم نخعی کی مرسل کو تسلیم کرتے تھے جبکہ حافظ زبیر علی زئی ؒ کسی بھی تابعی کی مرسل کو تسلیم نہیں کرتے۔

④ ۔زیادت ثقہ کے بارے میں شیخ البانی کا مؤقف یہ ہے کہ اسے سند میں مطلقاً قبول کیا جائے اور متن میں قرائن کو دیکھ کر فیصلہ کیا جائے گا۔ جبکہ حافظ صاحب ؒ زیادۃ الثقہ کو مطلقاً قبول کرنے کے قائل وفائل ہیں۔

⑤ ۔جرح و تعدیل میں شیخ البانی ؒ مفسر کو مبہم پر ترجیح دیتے ہیں۔ اور ساتھ ساتھ قرائن کو بھی مدنظر رکھتے ہیں۔ جبکہ حافظ صاحب جرح و تعدیل میں کثرت تعداد کو دیکھتے ہیں۔

⑥ ۔شیخ البانی الفاظ جرح و تعدیل کے لیے سند کو ضروری نہیں سمجھتے جبکہ حافظ زبیر علی زئی ؒ بے سند والی جرح و تعدیل کو قبول نہیں کرتے۔

⑦ ۔شیخ البانی ؒ صحیح البخاری و مسلم کی چند روایات کو ضعیف گردانتے ہیں جبکہ حافظ صاحب نے صحیحین کی کسی بھی روایت کو ضعیف نہیں سمجھتے۔

---

[1] مجلہ الحدیث، شمارہ نمبر ۹۶، جون ۲۰۱۲ء، ص: ۲۲

باب چہارم

شیخ البانی رحمۃ اللہ علیہ و حافظ زبیر علی زئی رحمۃ اللہ علیہ کے تفردات

پہلی فصل

شیخ البانی رحمۃ اللہ علیہ کے تفردات

دوسری فصل

حافظ زبیر علی زئی رحمۃ اللہ علیہ کے تفردات

فصل اوّل

شیخ البانی رحمہ اللہ علیہ کے تفردات

''تفرداتؔ'' لفظ تفرد کی جمع ہے یہ عربی گرائمر کی رو سے تَفَرَّدَ یَتَفَرَّدُ سے مشتق ہے اس کا معنی ہے ''بغیر کسی نظیر کے اکیلا وتنہا ہونا''[1] یعنی کسی قول ,فعل اور وصف وغیرہ میں ایسی یکتائی جس میں کوئی بھی اس کی مثل نہ ہو۔ جیسے اللہ تعالیٰ کے علاوہ کوئی خالق ومالک نہیں۔ اسماعیل علیہ السلام کے علاوہ کوئی ذبیح اللہ نہیں اور سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے علاوہ کوئی خاتم النبیین نہیں ہے۔ گویا تفرد سے مراد ایسا وصف وخصوصیت ہے جو کسی ایک میں ہی پائی جائے اور کسی دوسرے میں موجود نہ ہو۔ یادرہے یہ تفرد کسی خصوصیت کا نام ہے خواہ وہ اچھی ہو یا بُری۔ ذیل میں شیخ البانی رحمہ اللہ کے تحقیق حدیث میں تفردات کو ذکر کیا جائے گا۔ ان تفردات میں ان امور کا ذکر بھی ہوگا جن میں شیخ البانی رحمہ اللہ منفرد تو نہیں البتہ آپ نے جمہور کی مخالفت کی ہوگی۔ شیخ البانی رحمہ اللہ کے تفردات کی مشہور دو اقسام ہیں:

① اصحاب الرجال کے بارے میں شذوذات

② تحقیق حدیث میں انفرادیت

① اصحاب الحدیث کے بارے میں شذوذات

جس طرح شیخ البانی کے احکام ومسائل میں چند تفردات ہیں۔ اسی طرح بعض رواۃ حدیث کے بارے میں شیخ البانی رحمہ اللہ جمہور سے ہٹ کر منفرد نقطہ نظر رکھتے تھے۔ آپ نے بعض راویوں کو مجہول اور غیر ثقہ قرار دیا ہے حالانکہ وہ متقدم محدثین کے نزدیک ثقہ شمار ہوتے ہیں۔ اس سے متعلقہ چند امثلہ درج ذیل ہیں۔

مثال نمبر①: **یحیی بن مالك، ابو ایوب ازدی عتکی بصری مراغی.**

شیخ البانی رحمہ اللہ نے اس راوی کو مجہول قرار دیا ہے۔[2]

جبکہ متقدم محدثین اس راوی کو ثقہ قرار دیتے ہیں۔ جیسا کہ:

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے اسے ثقہ کہا ہے۔[3]

امام ابن حبان رحمہ اللہ نے اسے ''الثقات'' میں ذکر فرمایا ہے۔[4]

امام ذہبی رحمہ اللہ نے بھی اسے ثقہ قرار دیا ہے اور اس کے متعلق یوں ذکر فرمایا ہے کہ:

---

[1] ابن منظور الافریقی، جمال الدین ابو الفضل محمد بن مکرم، لسان العرب، دار احیاء التراث العربی، بیروت (مادہ: ف رد)

[2] سلسلة الصحيحة، تحت الحديث: ٣٦٥

[3] ابن حجر عسقلانی، ابو الفضل شهاب الدين احمد، تقريب التهذيب، دار الكتب العلميه بيروت، ص: ٤٠٢

[4] ابن حبان، محمد بن حبان بن احمد، كتاب الثقات، دار الفكر بيروت، ٥/٥٢٩

((ابو ایوب المراغی الاردی فثقة، اسمه یحیی بن مالك.))

''ابوایوب مراغی ازدی (راوی) ثقہ ہے، اس کا نام یحییٰ بن مالک ہے۔''[1]

مثال نمبر ②: ابو قلابه، عبداللّٰه بن زید بن عمر والجرمی.

شیخ البانی ﷫ نے اس راوی کو مدلس کہا ہے اور اس کی روایت کو قبول نہیں کیا۔[2]

جبکہ متقدم محدثین اسے ثقہ قرار دیتے ہیں۔ جیسا کہ:

حافظ ابن حجر ﷫ نے اسے ثقہ فاضل کیا ہے۔[3]

امام ذہبی ﷫ نے اس کے بارے میں کہا ہے کہ یہ ائمہ تابعین میں سے ہے۔[4]

امام ابن حبان ﷫ نے اسے ''الثقات'' میں ذکر فرمایا ہے۔[5]

ان دو کے علاوہ چند اور رواۃ کے بارے میں آپ منفرد رائے رکھتے ہیں۔ جن سے واضح پتہ چلتا ہے کہ آپ نے بعض اصحاب الرجال کے بارے میں متقدم محدثین کے برعکس رائے قائم کی ہے۔

② تحقیق حدیث میں تفردات

شیخ البانی ﷫ محدثانہ فکر کے حامل تھے۔ اس لیے آپ ہر بات میں تحقیق کیا کرتے تھے۔ آپ کی تحقیق کی بنیاد دلائل و براہین پر ہوا کرتی تھی۔ چنانچہ تحقیق کی بنا پر آپ نے چند ایک اصولوں میں جمہور محدثین کے برعکس رائے کو اپنایا ہے۔ جو آپ کے تفردات کے نام سے مشہور ہیں۔ یاد رکھیے تفردات کا ہونا کوئی معیوب بات نہیں۔ بلکہ عظیم محدثین کے بھی تفردات موجود ہیں۔ تو تحقیق کے میدان میں آپ کے تفردات ذیل ہیں۔

کتب حدیث کی صحیح وضعیف میں تقسیم

شیخ البانی ﷫ نے کتب حدیث کو صحیح اور ضعیف دو حصوں میں تقسیم کر دیا ہے۔ متقدم محدثین کے کتب حدیث کو یا تو صحیح احادیث پر مشتمل ترتیب دیں (جیسے صحیح بخاری اور صحیح مسلم وغیرہ) یا ضعیف اور موضوع احادیث پر (جیسے الموضوعات از ابن الجوزی ﷫ اور الفوائد المجموعہ از شوکانی ﷫ وغیرہ) اور یا صحیح ضعیف کا لحاظ رکھے بغیر محض احادیث کو جمع کر دیا (جیسے مسند احمد اور دامی وغیرہ)۔ شیخ البانی ﷫ نے اس سلسلہ میں خاص کام یہ کیا ہے کہ جن کتب حدیث کو صحیح کا نام دیا گیا تھا مگر ان میں ضعیف احادیث بھی موجود تھیں

---

[1] الذهبی، شمس الدین، ابو عبداللّٰه محمد بن احمد، میزان الاعتدال فی نقد الرجال، دار المعرفة بیروت، ۴/۴۹۴

[2] سلسلة الصحیحة، ۲/۵۰

[3] التقریب لابن حجر، ص: ۳۹۵

[4] الذهبی، شمس الدین، محمد بن احمد الكاشف فی معرفة من له روایة فی الكتب الستة، ناشر: دار القبله جده، ۱/۵۵۴

[5] كتاب الثقات، ۵/۲

(جیسے صحیح ابن حبان اور صحیح ابن خزیمہ وغیرہ) اور جن کتب حدیث میں صحیح وضعیف کی تمیز کے بغیر حدیث جمع کی گئی تھیں انہیں اصولِ حدیث کی کسوٹی پر پرکھ کر دوحصوں میں تقسیم کر دیا، صحیح الگ اور ضعیف الگ۔ شیخ ﷫ کا یہ علمی وتحقیقی کام (جو پہلے کسی نے نہیں کیا تھا) احادیث کے دو بڑے مجموعوں کی صورت میں سامنے آیا۔① سلسلہ احادیث صحیحہ، ② سلسلہ احادیث ضعیفہ۔

سلسلہ احادیث صحیحہ میں شیخ ﷫ نے صرف صحیح احادیث یکجا کرنے کا اہتمام کیا ہے جس کی سات جلدیں طبع ہو چکی ہیں اور ان میں ۴۰۳۵ احادیث مکمل تحقیق تخریج کے ساتھ موجود ہیں۔

سلسلہ احادیث ضعیفہ میں شیخ ﷫ نے صرف ضعیف اور موضوع روایات جمع کرنے کا اہتمام کیا ہے اس کی تیرہ جلدیں طبع ہو چکی ہیں جن میں ۷۱۶۲ احادیث درج ہیں۔ ان تمام احادیث کی مکمل تحقیق وتخریج، وجہ ضعیف کا بیان اور رواۃ پر بحث شیخ ﷫ نے نہایت عالمانہ ومحققانہ انداز میں پیش کی ہے۔

ان دونوں سلسلوں کے علاوہ شیخ ﷫ نے سنن اربعہ (ابوداؤد، ترمذی، نسائی اور ابن ماجہ) کی احادیث کی بھی تحقیق کر کے انہیں دوحصوں میں تقسیم کر دیا ہے صحیح الگ اور ضعیف الگ۔ اور اب یہ کتب صحیح ابوداؤد اور ضعیف ابوداؤد، صحیح ترمذی اور ضعیف ترمذی، صحیح نسائی اور ضعیف نسائی، صحیح ابن ماجہ اور ضعیف ابن ماجہ کے نام سے مطبوع ہیں (بلاشبہ یہ ایسا کام ہے جو پہلے کسی محدث نے بھی نہیں کیا)۔

اسی طرح شیخ ﷫ نے امام سیوطی ﷫ کتاب ''الجامع الصغیر'' کو بھی دوحصوں میں تقسیم کیا ہے جو صحیح الجامع الصغیر اور ضعیف الجامع الصغیر کے نام سے مطبوع ہے۔ نیز شیخ ﷫ نے امام منذری ﷫ کی ''الترغیب والترہیب'' کی بھی تخریج وتحقیق کی ہے اور اسے بھی دو حصوں میں تقسیم کیا ہے جو صحیح الترغیب والترہیب اور ضعیف الترعیب والترہیب کے نام سے بیروت سے شائع ہو چکی ہے۔

صحیحین کی بعض روایات کی تضعیف

تحقیق میں شیخ البانی ﷫ کے تفردات میں سب سے نمایاں تفرد یہ ہے کہ انہوں نے صحیحین کی چند روایات کو ضعیف قرار دیا ہے ان میں سے چند مثالیں درج ذیل ہیں:

صحیح بخاری کی روایات

مثال نمبر①: عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ ﷛، عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: قَالَ اللهُ تَعَالَى: ((ثَلَاثَةٌ أَنَا خَصْمُهُمْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ، رَجُلٌ أَعْطَى بِي ثُمَّ غَدَرَ، وَرَجُلٌ بَاعَ حُرًّا فَأَكَلَ ثَمَنَهُ، وَرَجُلٌ اسْتَأْجَرَ أَجِيرًا فَاسْتَوْفَى مِنْهُ وَلَمْ يُعْطِهِ أَجْرَهُ.))[1]

''حضرت ابوہریرہ ﷛ نے بیان کیا کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: میں تین آدمیوں کا قیامت کے دن دشمن ہوں گا، ایک وہ آدمی جس نے میرے نام پر عہد وپیان کیا پھر غداری کرتے ہوئے اسے

---

[1] صحیح بخاری، رقم الحدیث: ۲۲۷۰

توڑ دیا، دوسرا وہ آدمی جس نے کسی آزاد شخص کو غلام بنا کر بیچا اور اس کی قیمت کھالی اور تیسرا وہ آدمی جس نے کسی مزدور کو اُجرت پر رکھا اس سے پورا کام لیا لیکن مزدوری نہ دی۔"

شیخ البانی رحمہ اللہ نے اس رویت کو "ضعیف الجامع الصغیر" میں نقل فرمایا ہے۔[1]

مثال نمبر②:عن ابی هریرة رضی اللہ عنہ عن النبی ﷺ قال: ((ان العبد لیتکلم بالکلمة من رضوان الله، لایلقی لها بالا یرفع الله بها درجات ، وان لعبد لیتکلم بالکلمة من سخط الله لا یلقی لها بالا یهوی بها فی جهنم.))[2]

"حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بندہ اللہ کی رضامندی کے لیے ایک بات زبان سے نکالتا ہے، اسے وہ کوئی اہمیت بھی نہیں دیتا مگر اسی کی وجہ سے اللہ اس کے درجے بلند کر دیتا ہے اور ایک دوسرا بندہ ایک ایسا کلمہ زبان سے نکالتا ہے جو اللہ کی ناراضگی کا باعث ہوتا ہے، اسے وہ کوئی اہمیت نہیں دیتا لیکن وہ اسی کی وجہ سے جہنم میں چلا جاتا ہے۔"

شیخ البانی رحمہ اللہ نے اسے سلسلہ ضعیفہ میں نقل کیا ہے اور اس پر ضعیف کا حکم لگایا ہے۔[3] ان دو احادیث کے علاوہ شیخ البانی نے صحیح البخاری کی چند اور روایات کو ضعیف کہا ہے تو آپ کا تفرد ہی ہے۔

صحیح مسلم کی روایات

جس طرح شیخ البانی رحمہ اللہ نے بخاری کی چند احادیث کو ضعیف کہا ہے اسی طرح آپ نے صحیح مسلم کی چند روایات کو بھی ضعیف کہہ کر اپنی منفرد رائے کا اظہار کیا ہے۔ان میں سے دو مثالیں درج ذیل ہیں۔

مثال نمبر①:عن ابی هریرة رضی اللہ عنہ قال قال رسول الله ﷺ:((لایشربن احدمنکم قائما فمن نسی فلیستقی)).[4]

"حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم میں سے کوئی بھی ہرگز کھڑا ہو کر پانی نہ پیے اور جو بھول جائے وہ قے کر دے۔"

شیخ البانی رحمہ اللہ نے اس روایت کو "سلسلہ ضعیفہ" میں نقل فرمایا ہے اور کہا ہے کہ یہ روایت ان لفظوں کے ساتھ منکر ہے۔[5]

مثال نمبر①:قال رسول الله ﷺ : ((انی لأفعل ذلك أنا وهذه ثم لنغتسل یعنی الجماع

---

[1] ضعیف الجامع الصغیر، رقم الحدیث: ۴۰۵۰

[2] صحیح بخاری، رقم الحدیث: ۶۴۷۸

[3] سلسلة الضعیفة، رقم الحدیث: ۱۲۹۹

[4] صحیح مسلم، رقم الحدیث: ۵۳۹۸

[5] سلسلة الضعیفة، رقم الحدیث: ۹۲۷

بدون انزال.))[1]

''رسول اللہ ﷺ نے فرمایا میں اور یہ (یعنی عائشہ) اسی طرح کرتے ہیں (یعنی بغیر انزال کے ہم بستری کرتے ہیں) پھر ہم غسل کر لیتے ہیں۔''

شیخ البانی ﷫ نے اس روایت کو بھی ''سلسلہ ضعیفہ'' میں نقل فرمایا ہے اور اسے مرفوعاً ضعیف قرار دیا ہے۔[2]

گویا ان مثالوں سے پتہ چلا کہ شیخ کا صحیحین کے بارے میں جمہور کے برعکس مؤقف تھا۔ جو آپ کے تفرد میں شامل ہے۔ جب کہ جمہور محدثین کا ان صحیحین کی صحت پر اتفاق ہے۔

غیر معروف احادیث کی تخریج

شیخ البانی ﷫ نے ایسی احادیث کی تخریج کی ہے جو پہلے بالکل غیر معروف تھیں جیسے حضرت ابن عمر ﷫ سے مروی نماز میں کھڑے ہوتے وقت زمین پر ہتھیاں رکھ کر اٹھنے والی روایت۔ یہ روایت پہلے غیر معروف تھی۔ یہی وجہ ہے کہ بالعموم نہ تو کتب فقہ میں اس کا کہیں ذکر ملتا ہے اور نہ ہی کتب حدیث میں۔ شیخ البانی ﷫ نے اسے نہ صرف نقل کیا ہے بلکہ اس کی تحقیق بھی کی ہے اور اسے حسن قرار دیا ہے۔ اس کے الفاظ یہ ہیں:

((عن الأذرق بن قبين رأيت ابن عمر يعجن في الصلاة : يعتمد على يديه في الصلاة اذا قام فقلت له؟ فقال: ارأيت رسول الله ﷺ يفعله.))[3]

''ازرق بن قیس بیان کرتے ہیں کہ میں نے ابن عمر ﷠ کو دیکھا وہ جب نماز میں کھڑے ہوتے تو اپنے ہاتھوں کی مٹھیاں باندھ کر ان پر ٹیک لگاتے۔ (ازرق بیان کرتے ہیں کہ) میں نے ابن عمر ﷠ سے (اس عمل کے بارے میں) دریافت کیا تو انہوں نے فرمایا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو اسی طرح کرتے ہوئے دیکھا ہے۔''

کتابت سند میں خاص اسلوب

سند کے حوالے سے شیخ البانی ﷫ کا خاص اسلوب بھی ایک انفرادیت رکھتا ہے۔ شیخ ﷫ جب سند تحریر فرماتے ہیں تو الفاظِ تحدیث کے بعد یہ علامت: (یعنی دو نقطے) نقل کرتے ہیں جیسے حدثنا فلان: حدثنا فلان: حدثنا فلان: وغیرہ۔ اہل علم نے اسے شیخ ﷫ کا تفرد قرار دیا ہے کیونکہ یہ اسلوب آپ سے پہلے کسی نے بھی اختیار نہیں کیا۔ متقدمین سند لکھتے ہوئے ایسی کوئی علامت نقل نہیں کرتے جبکہ متاخرین یہ علامت [،] استعمال کر لیتے ہیں۔ شیخ البانی ﷫ کے اس خاص اسلوب کی چند امثلہ پیش خدمت ہیں۔

①. أخرجه النسائي.... من طرق عن الأوزاعي قال: حدثنا يحيى بن أبي كثير قال:

---

[1] مسلم، رقم الحديث: ۸۱۳

[2] سلسلة الضعيفة، رقم الحديث: ۹۷۶

[3] سلسلة الضعيفة، رقم الحديث: ۹۶۷

حدثنی ابن أبی : ان أباه أخبره : انه کان لهم...[1]

②. واسناد هکذا: حدثنا أبو نعیم قال: حدثنا شیبان عن یحییٰ عن أبی سلمة.[2]

③. قال الملخص فی "الفوائد المنتقاة" فی "الثانی من السادس منها." حدثنا یحییٰ (یعنی ابن صاعد) قال: حدثنا الجراح بن مخلد قال: حدثنا یحیی بن العربان الهروی قال: حدثنا حاتم بن اسماعیل عن اسامة بن زید عن نافع عنه.[3]

④. فقال البزار فی مسند : حدثنا عمر بن الخطاب السجستانی : ثناسعید بن أبی مریم: ثنا یحیی بن أیوب قال: حدثنی ابن زحر یعنی : عبید الله بن زحر.[4]

سکوت ابی داؤد پر عدم اعتماد:

شیخ البانی کے تفردات میں سے ایک تفرد یہ بھی ہے کہ آپ کے نزدیک امام ابوداؤد کا کسی روایت پر سکوت اس کی صحت کی دلیل نہیں ہے۔ چنانچہ اپنی کتاب ''تمام المنہ'' میں لکھتے ہیں:

((عدم الاعتماد علی سکوت ابی داؤد.))[5]

جب کہ اکثر آئمہ حدیث سکوت ابی داؤد پر اعتماد کرتے ہیں۔ جیسا کہ علامہ بدرالدین العینی نے سکوت ابی داؤد کو حسن قرار دیا ہے۔[6] امام سخاوی، ملا علی قاری اور امام محمد حسین الذہبی سکوت ابی داؤد کو حجت تسلیم کرتے ہیں۔ اور اس پر اعتماد کرتے ہیں۔[7]

ابن حبان کی توثیق معتبر نہیں:

شیخ البانی رحمہ اللہ کے تفردات میں یہ بات بھی شامل ہو سکتی ہے کہ علامہ البانی رحمہ اللہ کے ہاں ابن حبان کی توثیق معتبر نہیں ہے۔ چنانچہ اپنی کتاب ''تمام المنہ'' میں رقم طراز ہیں:

((عد الاعتماد علی توثیق ابن حبان.))[8]

---

[1] سلسلۃ الصحیحۃ، تحت الحدیث: ۳۲۴۵

[2] ارواء الغلیل، ۱/۲۷۴

[3] سلسلۃ الصحیحۃ، تحت الحدیث: ۳۵

[4] سلسلۃ الصحیحۃ، ۱۲/۱۷

[5] تمام المنہ

[6] العینی، ابو محمد محمود بن احمد بدرالدین حنفی، شرح ابی داؤد، مکتبہ الرشید، ریاض، ص:۱۶

[7] محمد شاہد، عبدالرؤف ظفر، شیخ البانی کی کتاب الضعیف میں موجود صحیح روایات کا تحقیقی جائزہ، مجلہ الاضواء، ص:۱۰۷

[8] تمام المنۃ

شیخ رحمہ اللہ اس اصول کی پابندی بھی نہیں کر سکے اور اپنی کتاب "السلسلة الصحيحة" میں "سبقكن يتامى بذر" والی روایت ذکر کر کے اس پر صحت کا حکم لگاتے ہیں حالانکہ اس روایت میں موجود راوی فضل بن حسن ضمری کو صرف ابن حبان نے ثقہ قرار دیا ہے۔ شیخ کی عبارت ملاحظہ ہو:

((قلت: وهذا اسناد صحيح، رجاله ثقات غير الفضل بن الحسن الضمري، فقد وثقه ابن حبان وحده لكن روى عنه جماعة من الثقات مع تابعيته، فالنفس تطمئن للاحتجاج بحديثه.))[1]

مشکوک روایت کے بارے میں انفرادیت:

علامہ البانی رحمہ اللہ کے ہاں ہر وہ روایت جس کے بارے میں شک ہو کہ صحیح ہے یا غیر صحیح تو وہ خبر ہوگی۔ چنانچہ اپنی کتاب "تمام المنہ" میں رقم طراز ہیں:

((فكل شاك فيما يروي أنه صحيح أو غير صحيح داخل في الخبر.))[2]

گویا اس میں آپ کا تفرد یہ ہے کہ آپ مشکوک روایت کو حدیث کہنا بھی پسند نہیں کرتے۔

ضعیف حدیث فضائل اعمال میں بھی جائز نہیں:

شیخ البانی رحمہ اللہ ضعیف حدیث کے بارے میں ایک انفرادی رائے رکھتے ہیں کہ ضعیف حدیث فضائل اعمال میں بھی ناقابل قبول ہے حالانکہ جمہور محدثین اس کو جائز سمجھتے تھے۔ آپ اپنی کتاب تمام المنہ میں لکھتے ہیں:

((ترك العمل بالحديث الضعيف في فضائل الاعمال.))[3]

"فضائل اعمال میں ضعیف حدیث پر عمل ترک کرنا واجب ہے۔"

علامہ البانی رحمہ اللہ نے اپنے بیان کردہ بالا قاعدہ کی پابندی کی ہے لیکن ایک جگہ ان سے اپنی کتاب "سلسلة الاحاديث الضعيفہ" میں تسامح ہوا ہے۔ چنانچہ ایک مدلس روایت کے بارے میں فرماتے ہیں کہ اس پر فضائل اعمال میں عمل کیا جائے گا۔[4]

دوج بالا بحث سے معلوم ہوا کہ تحقیق حدیث میں شیخ البانی رحمہ اللہ کے کچھ تفردات بھی ہیں جن میں انہوں نے جمہور محدثین کی مخالفت کی ہے، ان میں سب سے قابل ذکر تفرد صحیحین کی بعض احادیث کی تضعیف ہے جبکہ متقدم محدثین کا ان دونوں کتب کی تمام احادیث کی صحت پر اتفاق ہے۔ اسی طرح شیخ البانی رحمہ اللہ کے تفردات میں متقدم محدثین کے نزدیک بعض ضعیف روایات کی تصحیح،

---

[1] سلسلۃ الصحیحہ، تحت الحدیث: ۱۸۸۲

[2] تمام المنہ، ۱/ ۳۷

[3] تمام المنہ، ۱/ ۳۰

[4] سلسلۃ الضعیفہ، ۱۲/ ۱۰۵۸

بعض ثقہ رواۃ کی تضعیف اور امام عجلی پر تساہل کا حکم بھی شامل ہے۔ شیخ البانی رحمہ اللہ کے دو تفرد ایسے ہیں جنہیں تحقیق حدیث کی دنیا میں بہت زیادہ اہمیت حاصل ہے اور وہ یہ کہ شیخ رحمہ اللہ نے ایسی احادیث کی تخریج کی ہے جو پہلے یکسر غیر معروف تھیں حتیٰ کہ بہت سے مخطوطات جو ابھی تک طبع نہیں ہوئے تھے شیخ البانی رحمہ اللہ نے دورانِ تحقیق ان سے بھی استفادہ کیا ہے اور ان میں موجود احادیث کی تحقیق نقل کی ہے اور اسی طرح کتب حدیث کی صحیح اور ضعیف دو حصوں میں تقسیم اور صحیح اور ضعیف احادیث کے دو سلسلے جو ہر حدیث کی انتہائی جامع تحقیق و تخریج پر مشتمل ہیں شیخ البانی رحمہ اللہ کی گرانقدر خدمات حدیث کے آئینہ دار ہیں۔

فصل دوم

حافظ زبیر علی زئی رحمہ اللہ کے تفردات

لفظ ''تفردات'' تفرد کی جمع ہے۔ اور یہ عربی گرائمر میں تفرد یتفرد سے مصدر ہے۔ جس کا مطلب ہے ''بغیر کسی نظیر کے اکیلا و تنہا ہونا۔''[1] یعنی تفرد سے مراد ہے کسی قول، فعل اور وصف میں ایسی یکتائی جس میں کوئی بھی اس کی مثل نہ ہو۔[2] گویا اصلاح میں تفردات سے مراد وہ موقف یا مسائل ہیں جن میں کوئی محقق اپنی جماعت کے منہج سے ہٹ کر کوئی موقف یا نظریہ پیش کرے۔

حافظ صاحب رحمہ اللہ کے تحقیقی کام سے اندازہ ہوتا ہے کہ آپ کا مزاج اور ذوق بھی تحقیقی جستجو کا حامل تھا۔ آپ مسائل میں رائے زنی کو مقدم نہیں کرتے تھے۔ بلکہ ہر مسئلہ قرآن وحدیث کی صریح نصوص اور محدثین کے اقوال کی روشنی میں دیکھتے تھے۔ یہی وجہ ہے کہ آپ نے بسا اوقات بعض مسائل میں اپنی جماعت (اہل حدیث) کے جمہور علماء کے برعکس موقف پیش کیا۔ لیکن یاد رکھیے کہ موصوف کا موقف اختلاف برائے اختلاف یا اختلاف برائے شہرت کی وجہ سے نہیں بلکہ دلائل و براہین کی بنا پر ہوتا تھا۔ ذیل میں حافظ زبیر علی زئی رحمہ اللہ کے وہ تفردات مذکور ہیں جن میں موصوف نے جماعت اہل حدیث کے اکثریت علماء سے اختلاف کیا اور تحقیق سے اپنی رائے قائم کی ہے۔ تاہم یہ بات بھی ملحوظ خاطر رہے کہ ان تفرادت کی نشاندہی مقصود ہے نہ کہ احاطہ کرنا۔ اس لئے تفصیلی بحث سے اجتناب ہوگا۔

حافظ صاحب رحمہ اللہ کے تحقیق حدیث میں تفردات کو دو حصوں میں تقسیم کیا جائے گا:

① شخصیات کے بارے میں انفرادی رائے

② تحقیق میں شذوذ و تفردات

① شخصیات کے بارے میں انفرادی رائے

نواب صدیق حسن خان رحمہ اللہ کے بارے میں موقف:

نواب صدیق حسن خان رحمہ اللہ کا شمار اہل حدیث کی مسلمہ اور مستند شخصیات میں ہوتا ہے لیکن حافظ زبیر علی زئی رحمہ اللہ کی تحریروں پر نظر رکھنے والے جانتے ہیں کہ وہ نواب صدیق حسن خان کو اہل حدیث تسلیم نہیں کرتے تھے بلکہ انہیں غیر مقلد حنفی کہتے تھے۔ اس پر ان کی متعدد تحریریں اور ایک ویڈیو بیان بھی گواہ ہے۔ مثلاً حافظ صاحب رحمہ اللہ رقمطراز ہیں:

''نواب صدیق حسن خان صاحب (تقلید نہ کرنے والے) حنفی تھے۔''[3]

---

[1] لسان العرب، مادہ: فرد

[2] سند و متن کے نقد میں شیخ البانیؒ کا معیار، صفحہ: ۱۲۲

[3] ماہنامہ الحدیث، شمارہ نمبر ۴۲، نومبر ۲۰۰۷ء، صفحہ ۱۳

اور اس کے ساتھ یہ بھی حقیقت ہے کہ حافظ زبیر علی زئی رحمہ اللہ نے اپنی زندگی میں صدیق حسن خان کے نام کے ساتھ دعائیہ کلمات جیسے رحمہ اللہ وغیرہ کبھی استعمال نہیں کئے تھے اور نہ ہی حافظ صاحب رحمہ اللہ نے اپنی زندگی میں صدیق حسن خان سے متعلق اپنے اس مشہور موقف سے رجوع کیا تھا۔لیکن اس کے باوجود حیرت انگیز طور پر حافظ زبیر علی زئی رحمہ اللہ کی وفات کے بعد رسالے ماہنامہ الحدیث میں صدیق حسن خان کے بارے میں شائع ہونے والے حافظ صاحب رحمہ اللہ کے ایک فتویٰ میں صدیق حسن خان کے نام کے ساتھ بار بار رحمۃ اللہ علیہ اور رحمہ اللہ کے دعائیہ کلمات استعمال کئے گئے ہیں۔[1]

یوں معلوم ہوتا ہے کہ اس رسالے کے مدیر اور حافظ زبیر علی زئی رحمہ اللہ کے تلمیذ رشید حافظ ندیم ظہیر نے اپنے استاد کی تحریر میں ان کی وفات کے بعد یہ تصرف کیا ہے اور صدیق حسن خان کے نام کے ساتھ دعائیہ کلمات کا اضافہ کر دیا ہے۔اس کی ممکنہ وجہ یہ ہو سکتی ہے کہ وہ اس مسئلہ میں اپنے استاد کے مخالف ہوں اور یہ بھی ہو سکتی ہے کہ حافظ زبیر علی زئی رحمہ اللہ کی تحقیق بدل گئی ہو۔واللہ اعلم

شاہ ولی اللہ رحمہ اللہ کے بارے میں موقف:

شاہ ولی اللہ علمائے اہل حدیث کے درمیان مسلکی اعتبار سے متنازعہ ہیں کچھ علماء انہیں اہل حدیث قرار دیتے ہیں اور کچھ علماء ان کی علمی خدمات کے اعتراف کے باوجود انہیں حنفی کہتے ہیں۔ لیکن کسی اہل حدیث نے کبھی بھی ان سے کھل کر اظہار براءت نہیں کیا۔حافظ زبیر علی زئی رحمہ اللہ نے پہلی مرتبہ شاہ ولی اللہ سے کھل کر بے زاری اور براءت کا اظہار کیا اور انہیں تقلید کرنے والے کی صف میں کھڑا کیا۔آپ کے نزدیک تقلید بھی ایک بدعت ہے۔اس لئے حافظ زبیر علی زئی رحمہ اللہ بدعتیوں کی عزت اور توقیر نہیں کرتے تھے بلکہ فرماتے تھے: ''اہل بدعت کی کوئی عزت وتوقیر نہیں ہے بلکہ ان سے براءت ایمان کا مسئلہ ہے۔''[2]

بدعتی کے بارے میں ان دلائل کو مدنظر رکھتے ہوئے حافظ زبیر علی زئی رحمہ اللہ ایک مقام پر شاہ ولی اللہ کا توہین آمیز اور طنزیہ انداز میں ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

''شاہ ولی اللہ التقلیدی کا قول بھی بلا دلیل ہے۔''[3]

اسی طرح تقلید سے متعلق اپنی تصنیف میں اسی انداز سے شاہ ولی اللہ کا تذکرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

''اوکاڑوی صاحب نے شاہ ولی اللہ الدہلوی الحنفی التقلیدی کی پوری عبارت معہ ترجمہ وحوالہ نقل نہیں کی۔''[4]

غرض یہ کہ حافظ رحمہ اللہ نے اپنی تصنیفات میں جہاں جہاں بھی شاہ ولی اللہ کا ذکر و تذکرہ کیا ہے اسی انداز سے کیا ہے جس سے شاہ ولی اللہ رحمہ اللہ سے بے زاری اور براءت کا واضح اظہار ہوتا ہے۔

---

[1] ماہنامہ اشاعۃ الحدیث، شمارہ نمبر ۱۱۵، مارچ ۲۰۱۴ء، صفحہ ۱۷، علامہ نواب صدیق حسن خان کے بارے میں ایک جھوٹا قصہ

[2] تحقیقی، اصلاحی اور علمی مقالات، جلد دوم، صفحہ ۱۱۲

[3] تعداد رکعات قیام رمضان کا تحقیقی جائزہ، صفحہ ۹۸

[4] دین میں تقلید کا مسئلہ، صفحہ ۶۹

یزید کے بارے میں موقف:

یزید سے متعلق اہل حدیث میں یہ مشہور چلا آ رہا ہے کہ قسطنطنیہ پر حملہ کرنے والے پہلے لشکر کے سپاہ سالار ہونے کی وجہ سے وہ بخاری کی اس حدیث کا صحیح مصداق ہیں جس میں قسطنطنیہ پر حملہ آور پہلے لشکر کی بخشش اور مغفرت کی بشارت دی گئی ہے۔ حافظ زبیر علی زئی رحمہ اللہ نے اہل حدیث کے اس عمومی موقف سے اختلاف کرتے ہوئے اس کی تردید کی اور اپنے دلائل کی بنیاد پر دعویٰ کیا کہ یہ موقف خلاف واقع ہے کیونکہ یزید کے قسطنطنیہ پر حملہ آور ہونے سے پہلے بھی وہاں دوسرے صحابہ کی سپاہ سالاری میں کئی حملے ہو چکے تھے اس لئے یزید کو صحیح بخاری کی حدیث میں موجود بشارت کا مصداق قرار دینا درست نہیں۔ یزید کے بارے میں اپنا موقف بیان کرتے ہوئے حافظ رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

> ''یزید کے بارے میں سکوت کرنا چاہیے، حدیث کی روایت میں وہ مجروح راوی ہے۔''[1]

جب یزید کے بارے میں صحابی اور تابعی میں اختلاف ہوا تو حافظ زبیر علی زئی صاحب رحمہ اللہ نے لکھا:

> ''جب صحابی رضی اللہ عنہ فرما رہے ہیں کہ یزید شرابی ہے اور نمازیں بھی ترک کر دیتا ہے تو صحابی کے مقابلے میں تابعی کی بات کون سنتا ہے؟''[2]

۲ تحقیق میں شذوذ و مفردات

تحقیق حدیث میں حافظ زبیر علی زئی رحمہ اللہ نے محدثین کا اسلوب اپنایا ہے۔ جس کی وضاحت گزشتہ باب میں ہو چکی ہے۔ تو حافظ صاحب رحمہ اللہ نے تحقیق کے میدان میں بعض مقامات پر جمہور محدثین کے منہج کی مخالفت کر کے اپنے تفردات کو پیش کیا ہے۔ اور بعض مقامات پر آپ منفرد ہیں۔ یاد رکھیے تحقیق میں تفردات کا ہونا کوئی عجیب و معیوب بات نہیں بلکہ بہت سے کبار علماء کے تفردات معروف ہیں۔ تو حافظ صاحب رحمہ اللہ کے تحقیق کے میدان میں چند معروف تفردات درج ذیل ہیں:

غیر مطبوعہ کتب کا حوالہ

حافظ زبیر علی زئی رحمہ اللہ کا ایک منفرد انداز یہ تھا کہ اپنی تحریروں میں اکثر اوقات اپنی ایسی کتابوں کے حوالے بھی دیتے تھے جو قلمی اور غیر مطبوعہ ہوتی تھیں اور ان کتابوں تک ان کے علاوہ کسی اور کی رسائی اور پہنچ نہیں ہوتی تھی۔ جیسے ایک مقام پر حافظ صاحب رحمہ اللہ رقمطراز ہیں:

> ''میں نے یہ جتنے حوالے پیش کئے ہیں دیوبندیوں کی اصل کتابوں سے خود نقل کر کے پیش کئے ہیں۔ ان کے علاوہ اور بھی بے شمار حوالے ہیں۔ جن میں سے بعض کے لیے میری کتاب ''اکاذیب آل دیوبند'' کا مطالعہ مفید

---

[1] ماہنامہ الحدیث، شمارہ نمبر ۶، نومبر ۲۰۰۴ء، صفحہ ۸

[2] ماہنامہ اشاعۃ الحدیث، شمارہ نمبر ۱۰۷، جولائی ۲۰۱۳ء، صفحہ ۱۵

ہے۔"[1]

اب یہاں شیخ صاحب جس کتاب کے مطالعہ کو مفید قرار دے رہے ہیں وہ آج تک شائع ہی نہیں ہوئی۔اسی طرح ایک اور غیر مطبوعہ کتاب کا ذکر کرتے ہوئے شیخ رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

"شیخ ربیع نے سیدنا خالد بن الولید رضی اللہ عنہ کی جو گستاخی کی تھی اس سے علانیہ توبہ کرلی تھی۔یہ ان کی فضیلت کی دلیل ہے۔شیخ ربیع کا مختصر اور جامع ذکر میں نے انوار السبیل فی میزان الجرح والتعدیل میں لکھا ہے۔"[2]

اس تحریر میں حافظ زبیرعلی زئی رحمہ اللہ نے اپنی جس قیمتی تصنیف کا حوالہ دیا ہے وہ ان کی زندگی ہی میں مکمل ہوجانے کے باوجود آج تک زیور طباعت سے آراستہ نہیں ہوسکی۔

اسی طرح حافظ زبیرعلی زئی رحمہ اللہ کی غیر مطبوعہ تصنیفات میں سے انتہائی منفرد اور نایاب تصنیف "الاسانید الصحیحة فی اخبار الامام ابی حنیفة" بھی ہے۔جس کے حوالے وہ اکثر اپنی تحریروں میں دیتے رہتے تھے۔اس کتاب میں حافظ زبیرعلی زئی رحمہ اللہ ایک سو سے زائد محدثین کے حوالوں سے ابوحنیفہ رحمہ اللہ کا حدیث میں ضعیف ہونا ثابت کیا ہے۔مثلاً حافظ صاحب رحمہ اللہ نے ایک جگہ لکھا:

"امام احمد سے امام ابوحنیفہ کی توثیق وتعریف قطعاً ثابت نہیں ہے بلکہ جرح ہی جرح ثابت ہے۔جس کی تفصیل میری کتاب "الاسانید الصحیحة فی اخبار الامام ابی حنیفة" میں درج ہے۔"[3]

ان حوالہ جات میں چونکہ زبیرعلی زئی رحمہ اللہ تحقیق کے لئے اپنی کتاب کی جانب رجوع کی دعوت دے رہے ہیں اور چونکہ عام طور پر مصنف عوام الناس کے سامنے صرف اپنی مطبوعہ کتابوں کے ہی حوالے پیش کرتا ہے۔مگر آپ غیر مطبوعہ کتب کا حوالہ بھی پیش کر دیتے ہیں۔

معاصرین پر جرح وتعدیل

محدثین کا طریقہ کار تھا کہ معاصرین کے بارے میں کلام کرتے تھے اور انکے ثقہ یا غیر ثقہ ہونے کو ضبط تحریر میں لے آتے تھے تاکہ آنے والوں کے لئے آسانی ہو اور وہ جان لیں کہ دین کن ہاتھوں سے لے رہے ہیں۔بالکل اسی طرز پر محدث دوراں حافظ زبیرعلی زئی رحمہ اللہ نے بھی اپنے معاصرین کے بارے میں کلام کیا ہے اور انکے ثقہ یا غیر ثقہ ہونے کی تفصیل بیان کی ہے۔اس میں آپ کی انفرادیت یہ ہے کہ دور حاضر میں کسی نے بھی ایسی کتاب نہیں لکھی۔جس دوران معاصرین پر جرح وتعدیل کا یہ کام جاری تھا اس دوران ایک جگہ اس کا اظہار کرتے ہوئے حافظ زبیرعلی زئی رحمہ اللہ نے لکھا ہے:

---

[1] ماہنامہ الحدیث، شمارہ نمبر ۲۳، اپریل ۲۰۰۶ء، صفحہ ۴۵

[2] ماہنامہ الحدیث، شمارہ نمبر ۱۱، اپریل ۲۰۰۵ء، صفحہ ۴۱

[3] ماہنامہ الحدیث، شمارہ نمبر ۲۷، اگست ۲۰۰۸ء، صفحہ ۲۱

''راقم الحروف کو علم اسماء الرجال سے والہانہ لگاؤ ہے۔ اس سلسلے میں ''انوار السبیل فی میزان الجرح والتعدیل'' نامی کتاب لکھ رہا ہوں جو کہ معاصر علماء وغیرہم کی جرح وتعدیل پر ہے۔ میں نے بہت سے شیوخ سے جرح و تعدیل کے سوالات کئے تھے جن میں مولانا محب اللہ شاہ رحمہ اللہ سر عنوان ہیں، آپ اسماء الرجال کے بہت ماہر اور عدل وانصاف سے کام لینے والے تھے۔''[1]

یہ اہم کام وہ اپنی زندگی ہی میں بہت پہلے مکمل کر چکے تھے لیکن اسکے منظر عام پر آنے کی نوبت اس لئے نہیں آسکی کہ انکے شاگردوں کا کہنا ہے کہ اب وہ زمانہ نہیں رہا کہ اس طرز کا کام کیا جائے اور اسے منظر عام پر لایا جائے بلکہ ایسا کام پریشانی کا باعث ہوگا۔ جبکہ حافظ زبیر علی زئی رحمہ اللہ کا موقف یہ تھا کہ جب محدثین یہ کام کرتے رہے تو ہمیں ایسا کام کرنے میں کیا امر مانع ہے؟ بہرحال شاگردوں کے مسلسل انکار اور مخالفت کی وجہ سے یہ اہم ترین کام گوشہ گمنامی میں پڑا رہا۔ اب جبکہ حافظ رحمہ اللہ کی وفات کے بعد ان کا تمام مطبوع اور غیر مطبوع تحریری سرمایہ انکے شاگردوں کے ہاتھوں میں منتقل ہو چکا ہے جو پہلے ہی ایسے کام کرنے اور اسکو شائع کرنے کے مخالف تھے لہٰذا اب ایسا کوئی امکان نظر نہیں آتا کہ ہم شیخ کے اس قیمتی کام سے کبھی واقفیت اور استفادہ حاصل کرسکیں گے۔

متقدمین کو متاخرین پر ترجیح

شیخ زبیر علی زئی رحمہ اللہ سلف کی رائے اور فہم کو ہمیشہ اپنی رائے اور متاخرین علماء کے فہم پر ترجیح اور فوقیت دیتے تھے۔ دور حاضر میں یہ منفرد اعزاز آپ کے ہی حصہ میں آیا۔ اگر کسی مسئلہ کا ثبوت قرآن وحدیث اور اجماع سے نہ ملتا لیکن ۹۰۰ صدی ہجری کے علمائے سلف میں سے صرف ایک عالم سے وہ مسئلہ ثابت ہوتا تو شیخ زبیر علی زئی رحمہ اللہ اس عمل کا جواز تسلیم کر لیتے تھے۔ حافظ صاحب رحمہ اللہ اسی اصول بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

''صحابہ کے مقابلے میں تابعین، تابعین کے مقابلے میں تبع تابعین اور خیر القرون کے مقابلے میں بعد والے لوگوں کے اجتہادات مردود ہیں۔''[2]

چنانچہ حافظ صاحب سے پوچھے گئے ایک سوال (کیا سلامٌ علیکم کہنا بھی جائز ہے؟) کے جواب میں شیخ محمد زبیر رقمطراز ہیں:

''السلام علیکم کہنا زیادہ بہتر ہے، جیسا کہ احادیث متواترہ سے ثابت ہے... سلام علیکم بھی صحیح ہے، جیسا کہ قرآن مجید میں آیا ہے... اسی طرح صرف سلام' اور سلاماً بھی آیا ہے... لیکن کسی آیت یا حدیث میں سلامُ علیکم نہیں آیا اور نہ ہی ایسے الفاظ سلف صالحین سے آئے ہیں، لہٰذا سلامُ علیکم (یعنی م کی ایک پیش کے ساتھ) نہیں بلکہ ''السلام علیکم'' کہنا چاہیے۔''[3]

---

[1] ماہنامہ الحدیث، شمارہ نمبر ۲، جولائی ۲۰۰۴ء، صفحہ ۳۶

[2] ماہنامہ الحدیث، شمارہ نمبر ۹۱، دسمبر ۲۰۱۱ء، صفحہ ۴۵

[3] ماہنامہ الحدیث، شمارہ نمبر ۸۴، مئی ۲۰۱۱ء، صفحہ ۱۲

اس فتویٰ سے ثابت ہے کہ سلامُ علیکم نہ کہنے کی ایک بڑی وجہ یہ بھی ہے کہ یہ الفاظ سلف سے ثابت نہیں اگر سلف میں کسی سے ان الفاظ کا ثبوت دستیاب ہوتا اگرچہ قرآن وحدیث سے یہ الفاظ ثابت نہ ہوتے تو پھر بھی حافظ صاحب یقیناً ان الفاظ کے ساتھ سلام کو جائز قرار دیتے جیسا کہ حافظ صاحب رحمہ اللہ کے دیگر فتاوی جات اس پر دال ہیں۔ مذکورہ بالا حوالہ جات سے یہ بات اظہر من الشمس ہے کہ حافظ زبیر علی زئی رحمہ اللہ کے نزدیک جب کوئی بات متقدمین، کبار علماء اور جمہور سلف صالحین سے ثابت ہو جائے تو اسکے خلاف متاخرین علماء کے ہر طرح کے حوالے بے کار، مردود اور نا قابل التفات ہوتے ہیں۔

تحقیقی منہج میں سختی

حافظ زبیر علی زئی رحمہ اللہ باطل مسالک کا رد کرتے ہوئے سختی کے جواب میں سختی کو درست سمجھتے تھے۔ یہی وجہ ہے کہ باطل کے خلاف ان کی تحریروں میں جو شدت اور گرمی پائی جاتی ہے وہ دوسرے اہل حدیث علماء کی تحریروں میں کم نظر آتی ہے۔ اس بنیاد پر بعض اہل علم کی جانب سے انہیں شدت پسندی کا طعنہ بھی دیا جاتا تھا۔ ایک حدیث کی تشریح کرتے ہوئے زبیر علی زئی رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں:

> ''اگر کوئی شخص کسی کے خلاف سخت زبان استعمال کرے تو شرعی حدود کو مدنظر رکھتے ہوئے سختی کے ساتھ اس کا جواب دیا جا سکتا ہے۔''[1]

ایک اور مقام پر فرماتے ہیں: ''اگر مناسب نتیجہ نکلنے کی امید ہو تو کتاب وسنت کے منافی امور کا سختی سے رد کرنا بھی جائز ہے۔''[2]

حافظ موصوف رحمہ اللہ کتاب وسنت کے دفاع اور اہل بدعت کے رد میں کسی نرمی اور مداہنت کے قائل نہیں تھے۔ ایک حدیث کی شرح وفوائد میں لکھتے ہیں:

> ''کتاب وسنت کے دفاع کے لئے ہر وقت تیار رہنا چاہیے اور اس میں کسی قسم کی نرمی نہیں کرنی چاہیے۔''[3]

اسی وجہ آپ نے بعض علماء کے تعارف پر سخت زبان استعمال کی اور آداب کے صیغے بھی استعمال نہیں کیے۔

اکثریت کو فوقیت

یہ حافظ زبیر علی زئی رحمہ اللہ کا اہم ترین اور بنیادی اصول ہے جو احادیث میں انکے تحقیقی منہج و انداز کو سمجھنے میں کافی مدد کرتا ہے۔ یہ اصول جمہور محدثین میں سے کسی نے بھی نہیں اپنایا۔ صرف حافظ صاحب رحمہ اللہ کے اس کے حامی ہیں۔ جیسا کہ حافظ رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

> ''حدیث کے صحیح یا ضعیف ہونے کا دارومدار محدثین کرام پر ہے۔ جس حدیث کی صحت یا راوی کی توثیق پر محدثین کا اتفاق ہے، تو وہ حدیث یقیناً وحتماً صحیح ہے اور راوی بھی یقیناً وحتماً ثقہ ہے۔ اور اسی طرح جس حدیث کی تضعیف

---

[1] اتحاف الباسم فی تحقیق موطا امام مالک، صفحہ ۳۷۲

[2] ماہنامہ الحدیث، شمارہ نمبر ۷۶، ستمبر ۲۰۱۰ء، صفحہ ۳

[3] زئی، حافظ زبیر علی، مترجم شمائل ترمذی، مکتبہ اسلامیہ لاہور، صفحہ ۳۵۵

یا راوی کی جرح پر محدثین کا اتفاق ہے، تو وہ حدیث یقیناً اور حتماً مجروح ہے۔ جس حدیث کی تصحیح یا تضعیف اور راوی کی توثیق و تجریح میں محدثین کا اختلاف ہو (اور تطبیق و توفیق ممکن نہ ہو) تو ہمیشہ اور ہر حال میں ثقہ ماہر اہل فن مستند محدثین کی اکثریت کی تحقیق اور گواہی کو صحیح تسلیم کیا جائے گا۔"(۱)

سنن اربعہ کی ضعیف احادیث کا مجموعہ

بعض محدثین نے کتب حدیث کی صحیح اور ضعیف دو حصوں میں تقسیم کی تھی۔ جن میں شیخ البانی رحمہ اللہ سر فہرست ہیں۔ مگر شیخ موصوف رحمہ اللہ نے اس تقسیم کے ساتھ ساتھ سنن اربعہ کی ضعیف و موضوع روایات کو بھی ایک جگہ پر اکٹھا بھی کر دیا۔ جس کا نام "أنوار الصحیفة فی الاحادیث الضعیفة من السنن الاربعة" رکھا۔ یہ کتاب سنن ابوداؤد، جامع ترمذی، سنن نسائی اور سنن ابن ماجہ کی ضعیف روایات کا مجموعہ ہے جس میں ان روایات کے اطراف، راویانِ حدیث، وجہ ضعف اور مختصر تخریج بھی درج کر دی گئی ہے۔ آپ کا یہ کام بھی تفرد میں آتا ہے۔

حسن لغیرہ قابل حجت نہیں

حافظ زبیر علی زئی رحمہ اللہ کے ہاں حسن لغیرہ حدیث قابل حجت نہیں ہے۔ حسن لغیرہ حدیث کو جمہور علماء قابل احتجاج مانتے ہیں۔ اس موضوع سے متعلق موصوف رحمہ اللہ نے بارہا بحث کی ہے اور یہ ثابت کرنے پر زور دیا ہے کہ حسن لغیرہ حدیث ضعیف ہوتی ہے۔ چنانچہ رقمطراز ہیں:

"بعض لوگ ضعیف جمع ضعیف کے اصول اور جمع تفریق کے ذریعے سے بعض روایات کو حسن لغیرہ قرار دے دیتے ہیں لیکن حافظ ابن حزم رحمہ اللہ اس اصول کے سخت خلاف تھے بلکہ زرکشی رحمہ اللہ نے ابن حزم سے نقل کیا: "ولو بلغت طرق الضعیف الفالا یقوی" اور اگر ضعیف روایت کی ہزار سندیں بھی ہوں تو اس سے روایت قوی نہیں ہوتی.... یہی قول راجح اور صحیح ہے بعض لوگ اپنی مرضی کی روایات کو حسن لغیرہ کہہ کر حجت بنا لیتے ہیں اور فریق مخالف کی تمام روایات کی ایک ایک سند پر بحث کر کے انہیں ضعیف و مردود قرار دیتے ہیں مثلاً سینے پر ہاتھ باندھنے والی احادیث پر بعض الناس کی جرح اور اسی طرح فاتحہ خلف الامام کی احادیث پر جرح وغیرہ۔ حسن لغیرہ کے مسئلے پر عمرو بن عبدالمنعم بن سلیم کی کتاب "الحسن لمجموع الطرق فی میزان الاحتجاج بین المتقدمین والمتاخیرین" بہت مفید ہے۔"(۲)

مقدمہ الاتحاف الباسم میں بھی موصوف رحمہ اللہ نے اس بات کی وضاحت کی ہے چنانچہ فرماتے ہیں: "میری تحقیق میں حسن لغیرہ

---

(۱) ماہنامہ الحدیث، شمارہ نمبر ۳، اگست ۲۰۰۴ء، صفحہ ۶

(۲) انوار الصحیفہ، ص: ۱۰

حدیث کو حجت نہیں سمجھا جاتا بلکہ اسے ضعیف ہی کی ایک قسم سمجھا جاتا ہے۔[1]

حسن لغیرہ حدیث پر حافظ زبیر علی زئی رحمہ اللہ نے ماہنامہ الحدیث کے شمارہ ۸۳، ۸۶ اور ۸۷ میں تفصیل سے بحث کی ہے جس کا خلاصہ یہ ہے کہ محدث موصوف رحمہ اللہ کے ہاں حدیث حسن لغیرہ قابل حجت نہیں ہے اس سے استدلال کرنا صحیح نہ ہوگا۔''

خبر واحد کی حجیت

حافظ زبیر علی زئی رحمہ اللہ کے ہاں خبر واحد اگر صحیح سند سے ہم تک پہنچی ہو تو وہ علم یقینی کا فائدہ دیتی ہے۔ اس خبر واحد سے جملہ احکام شرعیہ، عقائد و صفات ثابت کرنے میں کوئی قباحت نہیں ہے اس مسئلہ کی وضاحت کرتے ہوئے ایک مقام پر لکھتے ہیں:

''معلوم ہوا کہ صحیح حدیث چاہے صحیح بخاری و مسلم میں ہو یا سنن اربعہ و مسند احمد وغیرہ میں ہو یا دنیا کی کسی معتبر و مستند کتاب میں صحیح سند سے موجود ہو تو اس پر ایمان لانا اور عمل کرنا فرض ہے۔ اسے ظنی، خبر واحد مشکوک، اپنی عقل کے خلاف یا خلافِ قرآن وغیرہ کہہ کر رد کر دینا باطل و مردود اور گمراہی ہے۔''[2]

اس مسئلہ میں بھی حافظ زبیر علی زئی رحمہ اللہ نے جمہور سے ہٹ کر موقف اختیار کیا۔ جبکہ جمہور کے نزدیک خبر واحد علم ظنی کا فائدہ دیتی ہے۔

کتاب کے صحیح ہونے کا معیار

کسی کتاب کے صحیح ہونے کا کیا معیار ہے؟ اس کے متعلق حافظ زبیر علی زئی رحمہ اللہ نے جو شرائط مقرر کی ہیں وہ جمہور محدثین سے ثابت نہیں اور اس لیے انہیں بھی حافظ صاحب کے تفردات میں شامل کیا گیا ہے۔ اور صحت کتاب سے مراد یہ ہے کہ احادیث کی کتب میں سے صرف ان کتابوں کو صحیح و معتبر تسلیم کیا جائے گا جن کتابوں میں مندرجہ ذیل شرائط موجود ہوں حافظ زبیر علی زئی رحمہ اللہ نے یہ شرائط یوں قلم بند کی ہیں:

[۱]......اولاً جن کتابوں میں یہ روایات درج ہیں ان کے مصنفین بذات خود ثقہ اور معتبر ہوں۔

[۲]......ان کتابوں کا مصنفین تک انتساب بالتواتر یا باسند صحیح ہو۔

[۳]......ان مصنفین کی بیان کردہ اسانید، اقوال اور روایات باسند صحیح و متصل ہوں اور علت قادحہ سے خالی ہوں۔[3]

جو کتاب ان شرائط پر پوری نہیں اُترتی اسے بے سند سمجھا جائے گا اور یہ غیر معتبر شمار ہوگی۔ نقد حدیث کے اس اصول کے پیش نظر حافظ صاحب رحمہ اللہ نے امام ترمذی رحمہ اللہ کی معروف کتاب ''العلل الکبیر'' اور امام ذہبی رحمہ اللہ کی ''مناقب ابی حنیفه

---

[1] الاتحاف الباسم، ص: ۵۵

[2] مقالات، ص: ۱۵۸

[3] نور العینین، ص: ۶۰

وصاحبیه" کو غیر معتبر قرار دیا ہے۔[1]

ملاحظہ ہو کہ محدثین ومحققین میں سے کسی نے امام ترمذی رحمہ اللہ کی کتاب العلل الکبیر کے بارے میں یہ موقف اختیار نہیں کیا ہے کہ یہ امام ترمذی رحمہ اللہ کی کتاب نہیں ہے اور اس طرح حافظ ذہبی رحمہ اللہ کی کتاب "مناقب ابی حنیفه وصاحبیه" کے بارے میں بھی کسی نے اس قسم کی نفی نہیں کی ہے۔ جبکہ حافظ صاحب رحمہ اللہ کا موقف یہ ہے کہ دونوں مذکورہ کتب کی نسبت ان مصنفین کی طرف غلط ہے۔[2] اور غلط ہونے کی وجہ وہی شرائط ہیں جنہیں حافظ صاحب رحمہ اللہ نے ذکر کیا ہے۔ کتاب کے صحیح ہونے کا یہ معیار حافظ صاحب کا تفرد ہے کسی محدث سے اس کا ثبوت نہیں ملتا۔

مندرجہ بالا تمام دلائل سے پتہ چلا کہ حافظ زبیر علی زئی رحمہ اللہ کے بعض تفردات ہیں۔ جن میں انہوں نے جمہور علماء کے برعکس موقف اختیار کیا ہے۔ ان میں سب سے اہم حسن لغیرہ اور مسئلہ تین دن قربانی ہے۔

---

[1] ماہنامہ الحدیث حضرو، شمارہ ۱۰۴، اپریل ۲۰۱۳ء، ص: ۳۸

[2] حوالہ بالا، شمارہ ۱۰۴، ص: ۳۹

فہارس

فہرست آیات

فہرست احادیث

فہرست اعلام

فہرست اماکن

فہرست مصادر و مراجع

فہرست آیات

فہرست احادیث

فہرست اعلام

فہرست اماکن

مصادر و مراجع

❁ القرآن الکریم

❁ ابوداؤد، سلیمان بن اشعث، سنن ابوداؤد، مطبوعہ دارالسلام، ریاض، ۱۴۲۰ھ

❁ احمد بن حنبل، ابوعبداللہ الفقیہ المحدث، مسند احمد، مطبوعہ بیت الافکار الدولیۃ، ریاض، بدون التاریخ

❁ البخاری، ابوعبداللہ محمد بن اسماعیل، الجامع الصحیح، مطبوعہ دارالسلام، ریاض، ۱۴۱۹ھ

❁ البیہقی، احمد بن حسن ابوبکر، السنن الکبری، مکتبہ نزار باز، مکہ، ۱۴۲۰ھ

❁ البیہقی، احمد بن حسن ابوبکر، شعب الایمان، دارالکتب العلیمۃ، بیروت، ۱۴۱۰ھ

❁ الترمذی، ابوعیسی محمد بن عیسی، سنن ترمذی، مطبوعہ دارالسلام، ریاض، ۱۴۲۰ھ

❁ الحمیری، علی بن محمد، جزء علی بن محمد الحمیری، بتحقیق زبیر علی زئی، مکتبہ اسلامیہ، لاہور

❁ الحوینی، ابواسحاق، النافلۃ فی الاحادیث الباطلۃ، دارالصحابہ للتراث، بیروت، بدون التاریخ

❁ الدارقطنی، ابوالحسن علی بن عمر البغدادی المحدث، سنن دارقطنی، مطبوعہ دارالکتاب العربی، بیروت، ۱۹۹۷ء

❁ الدارمی، ابومحمد عبداللہ بن عبدالرحمن، سنن دارمی، مطبوعہ داراحیاء التراث العربی، کویت، ۱۴۱۴ھ

❁ الذھبی، شمس الدین ابوعبداللہ محمد بن احمد بن عثمان، میزان الاعتدال فی نقد الرجال، تحقیق: علی محمد بجاوی، دارالمعرفۃ، بیروت، ۱۳۸۸ھ

❁ السخاوی، شمس الدین محمد بن عبدالرحمن، فتح المغیث شرح الفقیہ الحدیث، دارالکتب العلمیۃ بیروت

❁ الشیبانی، محمد بن ابراہیم، حیاۃ الالبانی وآثارہ وثناء العلماء علیہ، مکتبہ السداوی، قاہرہ

❁ العقیلی، حافظ ابوجعفر محمد بن عمرو، کتاب الضعفاء الکبیر، تحقیق، دکتور عبدالمعطی امین، دارلکتب العلمیہ، بیروت، ۱۳۹۷ھ

❁ القاسمی، محمد جمال الدین، قواعد التحدیث، دارالفائس، بیروت

❁ القربوطی، عاصم بن عبداللہ، ترجمہ موجزۃ الفضیلۃ المحدث محمد ناصر الدین البانی، دارالمدنی سعودیہ

❁ القریوطی، عاصم بن عبداللہ، کوکبۃ من ائمۃ الھدی، مصابیح الدجی، بیروت، ۲۰۰۰ء

❁ النسائی، ابوعبدالرحمن احمد بن شعیب، سنن نسائی، مطبوعہ دارالسلام، ریاض، ۱۴۲۰ھ

❁ النووی، محی الدین ابوزکریا یحیٰی بن شرف، ریاض الصالحین، تخریج: علامہ البانی، المکتب الاسلامی، بیروت، ۱۹۹۲ء

❁ ابن الصلاح، ابوعمرو عثمان بن عبدالرحمن شھرزوری، مقدمۃ علوم الحدیث، مکتبۃ الفارابی، ۱۹۴۸ء

❁ ابن حبان، محمد بن حبان بن احمد بن ابی خاتم البستی، کتاب الثقات، تحقیق السید شرف الدین احمد، دارالفکر، بیروت، ۱۹۷۵ء

- ابن حجر عسقلانی، ابوالفضل شھاب الدین احمد، شرح نخبۃ الفکر، مکتبۃ الغزالی، دمشق، بدون التاریخ
- ابن حجر عسقلانی، ابوالفضل شھاب الدین احمد، النکت علی مقدمۃ ابن الصلاح، أضواء السلف، ریاض، ۱۴۱۹ھ
- ابن حجر عسقلانی، ابوالفضل شھاب الدین احمد، تقریب التھذیب، دار الکتب العلیمۃ، بیروت، ۱۴۰۴ھ
- ابن حجر عسقلانی، ابوالفضل شھاب الدین احمد، لسان المیزان، دار احیاء التراث العربی، بیروت، ۱۹۹۵ء
- ابن عبد البر، ابوعمر یوسف بن عبد اللہ، الاستذکار، تحقیق: سالم محمد عصا، دار الکتب العلمیۃ، بیروت، ۱۴۲۱ھ
- ابن عثیمین، شیخ محمد بن صالح، مجموع فتاویٰ ورسائل ابن عثیمین، دار الثریا، ریاض، ۱۹۹۸ء
- ابن قیم، محمد بن ابی بکر ابوعبد اللہ، المنار المنیف فی الصحیح والضعیف، مکتبۃ المطبوعات الاسلامیہ، حلب، ۱۹۸۳ء
- ابن کثیر، حافظ عماد الدین ابوالفداء، الباعث الحثیث، تحقیق: علامہ البانی، مکتبہ المعارف، ریاض، ۱۴۱۷ھ
- ابن ماجہ، ابوعبد اللہ محمد بن یزید، سنن ابن ماجہ، ناشر دار السلام، لاہور
- ابن منظور الافریقی، جمال الدین ابوالفضل محمد بن مکرم، لسان العرب، دار احیاء التراث العربی، بیروت، ۱۹۸۸ء
- حاکم، ابوعبد اللہ محمد بن عبد اللہ بن محمد، المستدرک علی الصحیحین، دار ابن حزم، بیروت، ۱۴۰۱ھ
- حاکم، ابوعبد اللہ محمد بن عبد اللہ بن محمد، معرفۃ علوم الحدیث، دار احیاء العلوم، بیروت، ۱۴۰۶ھ
- خطیب بغدادی، احمد بن علی بن ثابت بن احمد، الکفایۃ فی علم الروایۃ، تحقیق، ابوعبد اللہ السورتی، المکتبۃ العلیمۃ، مدینہ، ۱۴۱۰ھ
- خطیب تبریزی، محمد بن عبد اللہ، مشکوۃ المصابیح تحقیق، زبیر علی زئی، اضواء المصابیح فی تحقیق مشکوۃ المصابیح، مکتبہ اسلامیہ اُردو بازار لاہور، ۲۰۱۰ء
- خطیب تبریزی، محمد بن عبد اللہ، مشکوۃ المصابیح، تحقیق، علامہ ناصر الدین الالبانی، مکتبہ الاسلامی بیروت لبنان، ط ثالث ۱۹۸۵ء
- خطیب تبریزی، محمد بن عبد اللہ، مشکوۃ المصابیح، مکتبہ رحمانیہ اُردو بازار، لاہور
- دارمی، ابومحمد عبد اللہ بن عبد الرحمن، سنن دارمی، دار احیاء التراث العربی، بیروت لبنان، ۱۹۹۷ء
- زبیر علی زئیؒ، حافظ، اختصار علوم الحدیث (مترجم)، مکتبہ اسلامیہ، اُردو بازار، لاہور، ۲۰۱۰ء
- زبیر علی زئیؒ، حافظ، الاتحاف الباسم فی تحقیق موطا امام مالک بروایۃ ابن القاسم، مکتبہ الحدیث حضرو، طبع اوّل، ۲۰۰۹ء
- زبیر علی زئیؒ، حافظ، الفتح المبین فی تحقیق طبقات المدلسین، مکتبہ اسلامیہ غزنی سٹریٹ اُردو بازار لاہور، ۱۴۳۴ھ
- زبیر علی زئیؒ، حافظ، القول المتین فی الجھر بالتامین، مکتبہ اسلامیہ، اُردو بازار، لاہور، ۲۰۰۷ء
- زبیر علی زئیؒ، حافظ، امین اکاڑوی کا تعاقب، مکتبہ اسلامیہ، اُردو بازار، لاہور
- زبیر علی زئیؒ، حافظ، انوار الصحیفہ فی الاحادیث الضعیفۃ، مکتبہ اسلامیہ، اُردو بازار لاہور، طبع ثالث ۲۰۱۳ء
- زبیر علی زئیؒ، حافظ، انوار الصحیفہ فی الاحادیث الضعیفۃ من سلسلۃ الاحادیث الصحیحۃ، مکتبہ اسلامیہ لاہور، ۲۰۱۰ء
- زبیر علی زئیؒ، حافظ، تحفۃ الاقویاء فی تحقیق کتاب الضعفاء مکتبہ اسلامیہ غزنی سٹریٹ اُردو بازار لاہور، ۱۴۳۳ھ

❁ زبیر علی زئیؒ، حافظ، تحقیقی، اصلاحی اور علمی مقالات، مکتبہ الکتاب انٹرنیشنل جامعہ نگرنئی دہلی، طبع اوّل، اپریل ۲۰۱۳ء
❁ زبیر علی زئیؒ، حافظ، تحقیقی و علمی مقالات، الکتاب انٹرنیشنل جامعہ نگرنئی دہلی، مئی ۲۰۱۰ء
❁ زبیر علی زئیؒ، حافظ، تعداد رکعات قیام رمضان کا تحقیقی جائزہ، مکتبہ اسلامیہ، اُردو بازار لاہور، ۲۰۰۶ء
❁ زبیر علی زئیؒ، حافظ، حاشیہ جزء رفع الیدین، مکتبہ اسلامیہ، اُردو بازار، لاہور، طبع دوم، ۲۰۰۹ء
❁ زبیر علی زئیؒ، حافظ، دین میں تقلید کا مسئلہ، مکتبہ اسلامیہ، اُردو بازار، لاہور، ۲۰۰۹ء
❁ زبیر علی زئیؒ، حافظ، صحیح بخاری پر اعتراضات کا علمی جائزہ، مکتبہ اسلامیہ لاہور، ۲۰۰۸ء
❁ زبیر علی زئیؒ، حافظ، ضعیف روایات اور ان کا حکم www.zaeefhadees.blgs.com
❁ زبیر علی زئیؒ، حافظ، فتاویٰ علمیہ المعروف توضیح الاحکام، مکتبہ اسلامیہ، اُردو بازار، لاہور، ۲۰۰۹ء
❁ زبیر علی زئیؒ، حافظ، مقدمہ کتاب الصحیفہ فی الاحادیث الضعیفۃ من سلسلۃ الاحادیث الصحیحۃ، مکتبہ اسلامیہ، لاہور، ۲۰۱۰ء
❁ زبیر علی زئیؒ، حافظ، نصر الباری فی تحقیق جزء القراءۃ للبخاری، مکتبہ اسلامیہ، اُردو بازار، لاہور
❁ زبیر علی زئیؒ، حافظ، نور العینین فی اثبات رفع الیدین، مکتبہ اسلامیہ، لاہور، اکتوبر ۲۰۱۲ء
❁ زبیر علی زئیؒ، حافظ، نیل المقصود فی التعلیق علی سنن ابی داؤد، مکتبہ دار السلام، لاہور
❁ زبیر علی زئیؒ، حافظ، ھدیۃ المسلمین، مراجعت، حافظ ندیم ظہیر، مکتبہ اسلامیہ، اُردو بازار، لاہور، طبع رابع ۲۰۱۷ء
❁ سباعی، ڈاکٹر مصطفی، السنۃ ومکانتھا فی التشریع الاسلامی، ترجمہ: علامہ غلام احمد حریری، فیصل آباد، ۲۰۰۶ء
❁ سنابلی، کفایت اللہ، حدیث یزید محدثین کی نظر میں، دار السنۃ للتحقیق والطباعۃ والنشر، دہلی ہندوستان
❁ سنابلی، کفایت اللہ، چار دن قربانی کی مشروعیت، اسلامک انفارمیشن سینٹر، کرلا ممبئی انڈیا، سن ۲۰۱۳ء
❁ سنابلی، کفایت اللہ، مضمون رسول اللہ ﷺ کی سنت کو بدلنے والا، محدث فورم، لاہور
❁ شہزادہ، عمران ایوب، سند و متن کے نقد میں شیخ البانی کا معیار تحقیق، مقالہ برائے ایم فل علوم اسلامیہ، جامعہ پنجاب، ۲۰۰۸ء
❁ عبد الرحمن بن محمد بن صالح، جہود الشیخ البانی فی الحدیث، روایۃ ودرایۃ مکتبہ الرشید، ریاض
❁ الالبانی، علامہ محمد ناصر الدین، آداب الزفاف فی السنۃ المطہرۃ، المکتبۃ الاسلامیہ، عمان، ۱۴۱۴ھ
❁ الالبانی، علامہ محمد ناصر الدین، احادیث المزارعۃ والمؤاخرۃ، المکتب الاسلامی، بیروت، ۱۹۹۲ء
❁ الالبانی، علامہ محمد ناصر الدین، احکام الجنائز وبدعھا، المکتب الاسلامی، بیروت، ۱۴۰۶ھ
❁ الالبانی، علامہ محمد ناصر الدین، ارواء الغلیل فی تخریج احادیث منار السبیل، المکتب الاسلامی، بیروت، ۱۹۷۹ء
❁ الالبانی، علامہ محمد ناصر الدین، الاجوبۃ النافعۃ عن اسئلۃ لجنۃ مسجد الجامعۃ، المکتبۃ الاسلامیہ، عمان، ۱۴۱۰ھ
❁ الالبانی، علامہ محمد ناصر الدین، الاسراء والمعراج، المکتبۃ الاسلامیۃ، عمان، ۲۰۰۰ء
❁ الالبانی، علامہ محمد ناصر الدین، التصفیۃ والتربیۃ وحاجۃ المسلمین الیھما، المکتبۃ الاسلامیۃ، عمان، ۱۴۲۱ھ

❁ الالبانی، علامہ محمد ناصر الدین، التوسل أنواعه واحکامه، المکتب الاسلامی، بیروت، ۱۹۸۳ء

❁ الالبانی، علامہ محمد ناصر الدین، الثمر المستطاب فی فقه السنة والکتاب، غراس للنشر والتوزیع، کویت، بدون التاریخ

❁ الالبانی، علامہ محمد ناصر الدین، الجامع الصحیح، مطبوعہ دارالسلام، ریاض، ۱۴۱۹ھ

❁ الالبانی، علامہ محمد ناصر الدین، الحدیث حجة بنفسه فی العقائد والاحکام، بدون ذکر الناشر، ۱۴۰۰ھ

❁ الالبانی، علامہ محمد ناصر الدین، العقیدة الطحاویة، شرح وتعلیق، المکتب الاسلامی، بیروت، ۱۹۷۸ء

❁ الالبانی، علامہ محمد ناصر الدین، النصیحة بالتحذیر من تخریب ابن عبدالمنان لکتب الائمة الرجیحة وتضعیفه لمئات الاحادیث الصحیحة، دارابن عفان، قاهره، ۲۰۰۰ء

❁ الالبانی، علامہ محمد ناصر الدین، تحذیر الساجد من اتخاذ القبور مساجد، المکتب الاسلامی، بیروت، ۱۹۸۳ء

❁ الالبانی، علامہ محمد ناصر الدین، تحریم آلات الطرب، مکتبة الدلیل، السعودیة، ۱۹۹۷ء

❁ الالبانی، علامہ محمد ناصر الدین، تخریج احادیث فضائل الشام ودمشق للربعی، المکتب الاسلامی، بیروت، ۱۴۰۵ھ

❁ الالبانی، علامہ محمد ناصر الدین، تخریج احادیث مشکلة الفقر وکیف عالجها الاسلام، المکتب الاسلامی، بیروت، ۱۹۸۴ء

❁ الالبانی، علامہ محمد ناصر الدین، تصحیح حدیث افطار الصائم قبل سفره بعد الفجر والرد علی من ضعفه المکتب الاسلامی، بیروت، ۱۹۸۳ء

❁ الالبانی، علامہ محمد ناصر الدین، تلخیص صفة صلاة النبی، المکتب الاسلامی، بیروت، ۱۹۸۵ء

❁ الالبانی، علامہ محمد ناصر الدین، تمام المنة فی التعلیق علی فقه السنة، المکتبة الاسلامیة، عمان، ۱۴۰۸ھ

❁ الالبانی، علامہ محمد ناصر الدین، تمام النصح فی مسالة المسح، المکتب الاسلامی، بیروت، ۱۹۷۹ء

❁ الالبانی، علامہ محمد ناصر الدین، جلباب المرأة المسلمة فی الکتاب والسنة، دارابن حزم، بیروت، ۱۹۹۷ء

❁ الالبانی، علامہ محمد ناصر الدین، حجة النبی کما رواها عنه جابر رضی اللہ عنه، المکتب الاسلامی، بیروت، ۱۹۸۵ء

❁ الالبانی، علامہ محمد ناصر الدین، حکم تارک الصلاة، دارالجلالین، ریاض، ۱۹۹۲ء

❁ الالبانی، علامہ محمد ناصر الدین، خطبة الحاجة التی کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یعلمها أصحابه، المکتب الاسلامی، بیروت، ۱۳۹۷ھ

❁ الالبانی، علامہ محمد ناصر الدین، سلسلة الاحادیث الضعیفة والموضوعة وأثرها السیء فی الامة، مکتبة المعارف، ریاض، ۱۹۹۶ء

❁ الالبانی، علامہ محمد ناصر الدین، سلسلة الاحدیث الصحیحة وشیء من فقهها وفوائدها، مکتبة المعارف، ریاض، ۱۹۹۵ء

❁ الالبانی، علامہ محمد ناصر الدین، صحیح الادب المفرد للامام بخاری، دار الصدیق، السعودیه، ۱۹۹۴ء

❁ الالبانی، علامہ محمد ناصر الدین، صحیح الترغیب والترهیب، مکتبة العارف، ریاض، ۲۰۰۰ء

❁ الالبانی، علامہ محمد ناصر الدین، صحیح الجامع الصغیر وزیادته، المکتب الاسلامی، بیروت، ۱۹۸۲ء

❁ الالبانی، علامہ محمد ناصر الدین، صحیح السیرة النبویة، ماصح من سیرة رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وذکر أیامه وغزواته وسرایاه والوفود الیه، للحافظ ابن کثیر، المکتبة الاسلامیة، عمان، ۱۴۲۲ھ

❁ الالبانی، علامہ محمد ناصر الدین، صحیح الکلم الطیب لشیخ الاسلام ابن تیمیۃ، المکتب الاسلامی، بیروت، ۱۹۸۸ء

❁ الالبانی، علامہ محمد ناصر الدین، صحیح سنن ابن ماجہ، مکتبۃ المعارف، ریاض، ۱۹۹۷ء

❁ الالبانی، علامہ محمد ناصر الدین، صحیح سنن ابی داؤد، مکتبۃ المعارف، ریاض، ۲۰۰۰ء

❁ الالبانی، علامہ محمد ناصر الدین، صحیح سنن الترمذی، مکتبۃ المعارف، ریاض، ۲۰۰۰ء

❁ الالبانی، علامہ محمد ناصر الدین، صحیح سنن نسائی، مکتبۃ المعارف، ریاض، ۱۹۹۸ء

❁ الالبانی، علامہ محمد ناصر الدین، صفۃ صلاۃ النبی ﷺ من التکبیر الی التسلیم کانک تراہ، مکتبۃ المعارف، ریاض، ۱۹۹۶ء

❁ الالبانی، علامہ محمد ناصر الدین، صفۃ صلاۃ النبی ﷺ من التکبیر الی التسلیم کانک تراہ، ترجمہ وتقدیم: عبدالباری فتح اللہ المدنی، اھل حدیث تعلیمی ورفاھی سوسائیٹی، دریا آباد، الطبعۃ الثانیۃ، ۲۰۰۱ء

❁ الالبانی، علامہ محمد ناصر الدین، صلاۃ التراویح، المکتب الاسلامی، بیروت، ۱۹۸۵ء

❁ الالبانی، علامہ محمد ناصر الدین، صلاۃ العیدین فی المصلی خارج البلدھی السنۃ، المکتبۃ الاسلامیۃ، عمان، ۱۹۸۷ء

❁ الالبانی، علامہ محمد ناصر الدین، ضعیف الادب المفرد للامام البخاری، دار الصدیق، السعودیۃ، ۱۹۹۴ء

❁ الالبانی، علامہ محمد ناصر الدین، ضعیف الترغیب والترھیب، مکتبۃ المعارف، ریاض، ۲۰۰۰ء

❁ الالبانی، علامہ محمد ناصر الدین، ضعیف الجامع الصغیر وزیادتہ، المکتب الاسلامی، بیروت، ۱۹۷۹ء

❁ الالبانی، علامہ محمد ناصر الدین، ضعیف سنن ابن ماجہ، مکتبۃ المعارف، ریاض، ۱۹۹۷ء

❁ الالبانی، علامہ محمد ناصر الدین، ضعیف سنن ابی داؤد، مکتبۃ المعارف، ریاض، ۲۰۰۰ء

❁ الالبانی، علامہ محمد ناصر الدین، ضعیف سنن ترمذی، مکتبۃ المعارف، ریاض، ۲۰۰۰ء

❁ الالبانی، علامہ محمد ناصر الدین، ضعیف سنن نسائی، مکتبۃ المعارف، ریاض، ۱۹۹۸ء

❁ الالبانی، علامہ محمد ناصر الدین، ظلال الجنۃ فی تخریج السنۃ، المکتب الاسلامی، بیروت، ۱۹۸۰ء

❁ الالبانی، علامہ محمد ناصر الدین، غایۃ المرام فی تخریج أحادیث الحلال والحرام، المکتب الاسلامی، بیروت، ۱۹۸۰ء

❁ الالبانی، علامہ محمد ناصر الدین، قصۃ المسیح الدجال ونزول عیسی علیہ الصلاۃ والسلام وقتلہ ایاہ علی سیاق روایۃ ابی أمامۃ رضی اللہ عنہ

❁ الالبانی، علامہ محمد ناصر الدین، قیام رمضان، دار الثقۃ، مکۃ المکرمۃ، ۱۴۱۳ھ

❁ الالبانی، علامہ محمد ناصر الدین، مناسک الحج والعمرۃ فی الکتاب والسنۃ وآثار السلف وسرد ما الحق الناس بھا من البدع، مکتبۃ العارف، ریاض، ۱۹۹۹ء

❁ الالبانی، علامہ محمد ناصر الدین، منزلۃ السنۃ فی الاسلام، الدار السلفیۃ، کویت، ۱۹۸۴ء

❁ الالبانی، علامہ محمد ناصر الدین، نصب المجانیق لنسف قصۃ الغرانیق، المکتب الاسلامی، بیروت، ۱۹۹۶ء

❁ محمود طحان، ابوحفص محمود بن احمد، تیسیر مصطلح الحدیث مکتبہ المعارف، مؤسسۃ الرسالۃ، بیروت، ۱۴۰۰ھ

❁ مسلم بن حجاج، ابوالحسن القشیری النیسابوری، صحیح مسلم، دارالجیل، بیروت، ۱۴۰۱ھ

رسائل وجرائد

❁ ماہنامہ اشاعۃ الحدیث حضرو اٹک، حافظ زبیر علی زئیؒ، بحیثیت ایک باپ، از حافظ معاذ، مارچ ۲۰۱۴ء

❁ ماہنامہ السراج، جامعہ سراج العلوم السّلفیہ، جھنڈانگر، نیپال، اکتوبر، ۱۹۹۹ء

❁ ماہنامہ صراط مستقیم، مرکزی جمعیت اہلحدیث برطانیہ، اپریل ۲۰۰۸ء

❁ ماہنامہ طوبی، جامعہ امام ابن تیمیہ، دہلی، نومبر، ۲۰۰۷ء

❁ ماہنامہ مجلہ اہلحدیث، ایچ اجمل خان ضلع گوڑ گانوہ، دہلی، نومبر، ۱۹۹۹ء

❁ ماہنامہ محدث، جامعہ سلفیہ، بنارس، فروری، ۲۰۰۰ء

❁ ماہنامہ محدث، علامہ حافظ زبیر علی زئیؒ، عبداللہ دامانوی ابوجابر، ڈاکٹر، جلد ۴۵، شمارہ ۳۶۳، دسمبر ۲۰۱۳ء

❁ مجلہ معارف اعظم گڑھ، ہندوستان میں علم حدیث، سید سلمان ندوی، جلد ۵، شمارہ نمبر ۲۲، نومبر ۱۹۲۸ء

❁ ہفت روزہ الاعتصام، لاہور، حافظ زبیر علی زئیؒ، از محمد اسحاق بھٹی، شمارہ ۴۴، نومبر ۲۰۱۳ء

❁ ہفت روزہ اھل حدیث لاہور، حافظ زبیر علی زئیؒ ایک مثالی شخصیت، عبدالرشید عراقی، جلد ۴۴، شمارہ ۲۰، ۴۶، نومبر تا ۵ دسمبر ۲۰۱۳ء

❁ ہفت روزہ ترجمان، مرکزی جمعیت اہلحدیث، دہلی، نومبر ۱۹۹۹ء

ویب سائٹس

http://www.ahlalhdeeth.com
http://www.forum.mohaddis.com
http://www.islamfort.com
http://www.zaeefhadees.blgs.com